معارف رضا

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

اسلامی جمہوریہ پاکستان

شمارہ - ۲۳

۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

زیر سرپرستی
پروفیسر ڈاکٹر
محمد مسعود
احمد مدظلہ العالی

صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

تصحیح و ترتیب
حافظ محمد علی قادری

مشاورت
علامہ شاہ تراب الحق قادری
الحاج شفیع محمد قادری
علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
منظور حسین جیلانی
حاجی عبداللطیف قادری
ریاست رسول قادری
حاجی حنیف رضوی
کے. ایم. زاہد

کمپوزنگ
شیخ ذیشان احمد قادری

سرکولیشن
محمد فرحان الدین قادری
سید محمد خالد قادری

دائرے میں سرخ نشان
ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے
زر تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

ھدیہ فی شمارہ =/15 روپیہ ، سالانہ =/150 روپیہ ، بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ ، لائف ممبر شپ =/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں، چیک قابل قبول نہیں

25/ جاپان مینشن، ریگل چوک صدر، کراچی 74400، فون: 021-7725150
فیکس: 021-7732369، ای میل: marifraza@hotmail.com

(پبلشرز مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی. آئی. چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی سے شائع کیا)

آئینہ

تجھے حمد ہے خدایا عزوجل

﴿امام احمد رضا قدس سرہ العزیز﴾

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا تجھے حمد ہے خدایا

تجھے حمد ہے خدایا عزوجل

تمہیں حاکمِ برایا تمہیں قاسمِ عطایا
تمہیں دافعِ بلایا تمہیں شافعِ خطایا کوئی تم سا کون آیا

تجھے حمد ہے خدایا عزوجل

وہ کنواری پاک مریم وہ نَفَختُ فِیہِ کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا وہی سب سے افضل آیا

تجھے حمد ہے خدایا عزوجل

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا تجھے یک نے یک بنایا

تجھے حمد ہے خدایا

فَاِذَا فَرَغتَ فَانصَب یہ ملا ہے تم کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقتِ بخشش آیا کرو قسمتِ عطایا

تجھے حمد ہے خدایا عزوجل

وَاِلیٰ الاِلٰہِ فَارغَب کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب کرو ان پر اپنا سایا بنو شافعِ خطایا

تجھے حمد ہے خدایا عزوجل

تجھے حمد ہے خدایا عزوجل

(حدائق بخشش حصہ دوم)

سلطان جہاں ست گدائے شہ بطحا

﴿امام احمد رضا قدس سرہ العزیز﴾

جان و دلِ من باد فدائے شہِ بطحا ﷺ
بادا سرِ ایں خستہ و پائے شہِ بطحا ﷺ

در وسعت قطرہ نبود مدحتِ دریا
وصفِ شہ بطحا و خدائے شہِ بطحا ﷻ

یارب تو برائے علم افرازیِ ماہم
محشور کنی زیرِ لوائے شہِ بطحا ﷺ

میگفت سلیماں بہمہ حشمت و شوکت
سلطانِ جہان ست گدائے شہِ بطحا ﷺ

میگریم ومی نالم ومی سوزم ازیں غم
یارب برسانم بسرائے شہِ بطحا ﷺ

داغ و تپش و سوز و گداز و الم و درد
دارد دلِ من جملہ برائے شہِ بطحا ﷺ

از جملہ بلا امن و امانِ دو جہاں ست
یک سایۂ دامانِ عبائے شہِ بطحا ﷺ

بکشود زباں طائرِ سدرہ چو نختیں
شد نغمہ زن از وصف و ثنائے شہِ بطحا ﷺ

صد عرش بروں رفت ز خود از جہت ناز
گردید سرِ عرش چو جائے شہِ بطحا ﷺ

محبوب خدا رہروِ اسرا شہِ کونین
ایں رتبہ کہ آورد سوائے شہِ بطحا ﷺ

بیرون فگن از سر چو رضاؔ ایں ہمہ سودا
میخواہ بہرکار رضائے شہِ بطحا ﷺ

(حدائق بخشش، حصہ سوم، ص ۳)

منز تیرا لہلہا کھل پا گئے پرچم درس ایک تیری

منقبت بحضور اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ

آئینہ دارِ شمعِ عشقِ رسول ﷺ

نتیجۂ فکر

قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ

تیرا اخلاص تیرا سوزِ دروں ۔۔۔ آئینہ دارِ شمعِ عشقِ رسول ﷺ

لہلہاتے ہیں میرے دیس میں آج ۔۔۔ تیری نعتِ نبی ﷺ کے روشن پھول

کھل گیا باغِ سنت و تفسیر ۔۔۔ فقہِ احناف پھر ہوئی مقبول

پاگئے تازگی علوم و فنون ۔۔۔ تجھ سے اے جامعِ فروع و اصول

پرچمِ حق جو تونے لہرایا ۔۔۔ صفِ باطل ہوئی ذلیل و خذول

درس و فتویٰ مواعظ و تصنیف ۔۔۔ ہیں خزانے ترے سبھی انمول

ایک دنیا بسائی ہے تو نے ۔۔۔ ہو نہ لاحق جسے زوال و خمول

تیری گفتار شرحِ دینِ مبین ۔۔۔ تیرا کردار نقشِ خوئے رسول ﷺ

اے رضا ! کوکبؔ سپہرِ کمال

منقبت یہ فقیر کی ہو قبول

اپنی بات

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

منم کہ دیدہ بدیدارِ دوست کردم   چہ شکر گویمت ، اے کارسازِ بندہ نواز

قارئینِ کرام!   السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

معارفِ رضا سالنامہ کا ۲۴ رواں شمارہ (۲۰۰۳ء) آپ کے پیشِ نظر ہے۔ جب ہم اپنے ۲۴ رسالہ سفر پر نظر کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم نے ''رضویات'' پر تحقیق وتصنیف کے حوالے سے ایک طویل مرحلہ طے کرلیا ہے۔ لیکن جب ہم امام احمد رضا کی موسوعاتی شخصیت اوران کے عظیم علمی اور دینی کاموں کا جائزہ لیتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی تو ہم نے اس ''صحرائے علم وحکمت'' میں قدم ہی رکھا ہے، ابھی تو کئی منازل کے مرحلے باقی ہیں، یوں لگتا ہے کہ شائد ایک عمر گزر جائے، کون جانے؟ شاید صدیاں بیت جائیں پھر بھی مرحلۂ شوق تمام نہ ہو پائے! اس لئے کہ امام احمد رضا، علم کے جس بحرِ ذخار سے فیضیاب اور سیراب ہیں اس کے علم شریف کو تمام کائنات کی مخلوق کے علم سے نسبت ایک ذرۂ ناچیز کو لامتناہی کی نسبت کے مترادف ہے اور وہ مبدۂ فیض اور منبع علم وحکم ﷺ جب اپنے کسی محبوب غلام کو نوازنے پر آتے ہیں تو اس کی شخصیت اس قدر موسوعاتی ہوجاتی ہے کہ اس کے علم وحکمت کے جواہر پاروں کا احصاء انسانی ذہن اور قلم وقرطاس کے بس کی بات نہیں رہ جاتی اور آخر یہی کہنا اور لکھنا پڑتا ہے **والحمدللہ علی ذالک، ھذا من فضل اللہ یوئیتہ من یشاء۔**

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی شخصیت کو اگر علم وحکمت کے حسین، معطر، نوبنوع گلہائے رنگارنگ کا ایک وسیع عریض گلستان سدا بہار کہیئے تو ''معارفِ رضا'' ان گلہائے رنگ برنگ کا گلدستہ قرار پائے گا۔ ہر سال ہماری کوشش ہوتی ہے کہ امام الھمام کی ہمہ جہت شخصیت کے چیدہ چیدہ موضوعات پر ملکی اور غیر ملکی مایۂ ناز محققین اور اہل قلم حضرات کی منتخب نگارشات کا تحفہ آپ کی فکر اور قلب وروح کی جلاء کے لئے پیش کیا جائے زیرِ نظر ''معارفِ رضا'' میں بھی ہماری اسی پر خلوص کاوش کی جھلک نظر آئے گی۔

زیرِ نظر شمارہ میں امام احمد رضا کے حوالے سے درج ذیل موضوعات پر مقالے شاملِ اشاعت ہیں:

(۱) علمِ تفسیر،   (۲) علمِ حدیث   (۳) علمِ فقہ   (۴) علمِ ریاضیات اور سائنس

(۵)ادبی اور تعلیمی خدمات (۶)قصیدۂ سلامیہ

(۷)سیاسی افکار وخدمات (۸)معارفِ رضویات

امام احمد رضا جس پائے کے فقیہ تھے اسی پائے کے مفسر اور محدث بھی تھے۔فضیلۃ الاستاذ علامہ عبدالسلام رضوی حفظہ الباری ، استاذِ کبیر جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف، نے اپنے محققانہ مقالہ ''علم تفسیر میں امام احمد رضا کی مہارت تامہ'' میں ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا کو اس فن میں غیر معمولی قابلیت اور براعتِ کاملہ اور مہارتِ تامہ حاصل تھی ، امام الھمام جب کسی قرآنی لفظ کی تحقیق فرماتے ہیں تو اس کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کی تحقیق میں قرآن کریم، تفاسیر معتبرہ اور احادیث ولغات سے بیک وقت ۲۰-۲۰، ۳۰-۳۰، الفاظ کا ڈھیر لگادیتے ہیں جس سے علم تفسیر کے ساتھ ساتھ علوم حدیث اور لغات پر بھی ان کی غیر معمولی دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایمان کامل

جس کے دل میں اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو، اللہ ورسول کے محبوبوں سے محبت رکھے، اگر چہ اپنے دشمن ہوں، اور اللہ ورسول کے مخالفوں، بدگویوں سے عداوت رکھے۔اگر چہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں، جو کچھ دے اللہ کے لئے دے، جو کچھ روکے اللہ کے لئے روکے، اس کا ایمان ''کامل'' ہے۔

(قولِ اعلیٰ حضرت، احکامِ شریعت)

علمِ حدیث پر امام احمد رضا کا وسیع کام ایک طویل عرصہ تک غیر منظم اور منتشر رہ کر محققینِ فن کی راہ تکتا رہا ہے۔لیکن گذشتہ ۳ ربرسوں میں اس سمت میں کافی پیش رفت ہوئی ہے اور ملک العلماء علامہ ظفر الدین رضوی علیہ الرحمۃ (م۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) کی جامع الرضوی (۱۹۳۷ء) کے بعد مولانا محمد عیسیٰ رضوی صاحب نے (۳ رجلدوں میں) اور پھر زیادہ اہم کام علامہ محمد حنیف رضوی حفظہ الباری نے ۶ جلدوں میں اپنی تحریر وحواشی کے ساتھ ''جامع الاحادیث'' کے نام سے کیا ہے۔

زیر نظر شمارہ میں ہمارے اسی قابل فخر مؤلف علامہ محمد حنیف رضوی مدظلہ العالی کے رشحاتِ قلم کا ایک نمونہ ''امام احمد رضا اور فنِ تطبیقِ روایتِ احادیث'' کے عنوان سے شامل اشاعت ہے۔اس کے مطالعہ سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ امام الھمام اس میدان کے بھی ایسے شہسوار ہیں کہ جن کا مدّ مقابل دور دور تک نظر نہیں آتا۔علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا اسم گرامی دنیائے ''رضویات'' میں ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ان کا اندازِ تحریر وتحقیق ایک جداگانہ اسلوب کا حامل ہے۔زیرِ نظر معارف میں ان کا فاضلانہ مقالہ ''امام المحدثین شیخ احمد رضا علیہ الرحمۃ'' ایک جداگانہ شان کا مظہر ہے۔ڈاکٹر صاحب موصوف کی تحقیق کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ بعض چونکا دینے والے نکات زیر بحث لاتے ہیں، حالانکہ متعدد علماء ومحققین نے وہ کتب پڑھی ہوئی ہوتی ہیں لیکن انکی نگاہ وہاں تک نہیں پہنچ پاتی، مثلاً وہ امام احمد رضا کے امام المحدثین ہونے کی دیگر دلیلوں کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ '' علمِ حدیث اور علوم دینیہ میں امام احمد رضا کے تبحر کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے خود سنداتِ اجازت جاری نہیں کی (جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے، وجاھت) بلکہ علمائے حرمین شریفین نے آپ سے خود سنداتِ اجازت طلب کیں (یعنی زبانی اور تحریری طور پر، وجاھت)۔

امام احمد رضا کی کتاب ''الفضل الموھبی فی معنی اذا صحح الحدیث فھو مذھبی ''علم حدیث کے حوالے سے

ایک نادر تحقیق انیقہ ہے۔ فاضل نوجوان علامہ محمد یوسف مدنی عطاری سلمہ الباری نے اپنے مختصر مقالہ ''الفضل الموھبی پر ایک نظر'' میں اس کی اہم خصوصیات پر تبصرہ کیا ہے، اور بتایا ہے کہ ہمارے امام الھمام نے اس مختصر رسالے میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول ''اذا صح الحدیث فھو مذھبی'' کی جو تشریح فرمائی ہے اور جو اس کی تطبیق کی ہے وہ کسی مفصل کتاب میں بھی نہیں ملے گی۔ علامہ آل مصطفیٰ مصباحی زید مجدہٗ کا شمار اس وقت ہندوستان کے مایۂ ناز علماء میں ہوتا ہے۔ علامہ موصوف نے اپنے مقالہ ''امام احمد رضا کی فقہی بصیرت اور ان کے نقد و نظر کا کمال'' میں امام الھمام کی فقہی تحقیقات و تنقیحات کی مختلف اور گوناگوں خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ دورِ متاخرین کے جید اور مستند فقہاء رحمہم اللہ سے جو اہم گوشے مخفی رہ گئے تھے، ہمارے امام الھمام نے اپنی ذہانت و فطانت، تدبر اور خداداد قابلیت سے ان کو آشکار کیا، ان کی بعض عبارات کی پیچیدگیوں کو دور کیا اور بعض مغلق باتوں سے حجابات اٹھائے نیز صدیوں سے جو احکام شریعہ کی تقسیم چلی آ رہی تھی اور جس کا تعلق اصول و قواعدِ فقہ سے تھا اس میں نظم پیدا کر کے ایسی نادر اجتہادی تحقیقات فرمائیں کہ بقول علامہ الشیخ السید اسمٰعیل ابن خلیل مکی علیہ الرحمہ (استاد حرم مکہ) ''اگر امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ ان فتاویٰ کو دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب میں شامل کر لیتے''۔

ہندوستان کے ایک اور فاضل مقالہ نگار علامہ محمد اسحٰق رضوی مصباحی زید علمہٗ نے اپنے مقالہ ''امام احمد رضا جامع العلوم شخصیت (کتاب الصمصام کی علمی تحلیل)'' میں امام الھمام کے ایک رسالہ ''الصمصام'' کے مندرجات کے تجزیہ سے ثابت کیا ہے کہ رسالہ کا موضوع تو بظاہر میڈیکل سائنس ہے (یعنی ماں کے پیٹ میں کیا ہے)، لیکن، ہمارے امام محترم نے مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل و جزئیات کے بیان کے دوران جدید میڈیکل سائنس، علم طب اور علوم قرآن و حدیث کے علاوہ تقریباً ۳۵ دیگر علوم کو برتا ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو اس رسالے میں تقریباً ساٹھ (۶۰) مختلف علوم کے قضایا موجود ہیں۔ (سبحان اللہ!)

''برصغیر میں تحریکِ ترکِ تقلید اور فتاویٰ رضویہ'' یہ عنوان ہے جامعہ کراچی کے شعبۂ علوم اسلامی کے صدر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری صاحب کے مقالہ کا، زیرِ نظر مقالہ میں ڈاکٹر نوری صاحب نے ناقابلِ تردید تاریخی و دستاویزی شواہد کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ غیر مقلدیت (وہابیت/اہلحدیثیت) مسلمانانِ برصغیر میں ایک نوپیدہ فرقہ تھا۔ اس کا وجود ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں اور تاجِ برطانیہ کی نوازشوں کا مرہونِ منت ہے۔ انہوں نے مستند حوالوں سے ثابت کیا ہے اس نوپیدہ فرقہ نے مسلمانانِ برِصغیر کے اتحاد کو سخت نقصان پہنچایا اگر علمائے اہلسنت خصوصاً امام احمد رضا خاں محدثِ بریلوی اپنی تحریرات اور فتاویٰ سے اس فرقہ کے امام کا تعاقب نہ کرتے اور اس کے عقائد باطلہ کا رد نہ فرماتے تو عین ممکن تھا کہ ہندوستان سے سنیت اور حنفیت ختم ہو جاتی۔

قارئین کرام! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ امام احمد رضا علمِ ریاضی کی تمام فروعات سمیت جدید و قدیم سائنسی علوم میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ اس حوالے سے زیرِ نظر شمارہ میں دو نہایت وقیع مضامین پیش کئے جا رہے ہیں:

(۱) بقیۃ السلف، ماہرِ علومِ ریاضیات و فلکیات، علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب حفظہ اللہ نے اپنے مقالہ ''علم الاعداد والاجرام میں امام احمد

رضا کا تفرد'' میں بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز میں امام الھمام کی انفرادیت اوران کی امتیازی شان کو بیان کیا ہے۔

(۲) اسی طرح موصوف کے شاگردِ رشید، استاذ اور مفتی جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف، علامہ مفتی قاضی شہید عالم صاحب سلمہ الباری، اپنی تحریر ''امام احمد رضا اور علم ریاضی'' میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی علم ریاضی میں دسترس کے نمونے پیش کرتے ہیں اور دلائل وشواہد سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ مجدد ملت علیہ الرحمۃ کو علم ریاضی اور اس کے فروع میں جو کمال حاصل تھا وہ کسی طرح بھی ان کے دور کے بڑے بڑے عالمی ریاضی دانوں سے کم نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ امام احمد رضا نے احیاناً وقتِ ضرورت دینی مسائل کی تخریج وتفہیم کے لئے ریاضیات کے بعض فارمولوں کا استعمال کیا ہے۔ ان دونوں مذکورہ مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کا علم، علم لدنی تھا۔ ہندوستان کے اس وقت کے قابلِ فخر مسلمان ریاضی داں سر ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم وائس چانسلر علیگڑھ یونیورسٹی نے بھی جس کا اعتراف کیا تھا۔

> ## تقدیر
>
> تقدیر نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا، یہ سمجھنا محض جھوٹ اور ابلیس لعین کا دھوکہ ہے کہ جیسا لکھ دیا ویسا ہی کرنا پڑتا ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ لوگ جیسا کرنے والے تھے ویسا ہی ہر ایک کی نسبت لکھ دیا ہے لکھنا علم کے مطابق ہے اور علم معلوم کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ معلوم کو علم کے مطابق ہونا پڑتا ہے۔ (قولِ اعلیٰ حضرت: فتاویٰ افریقہ)

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے پروفیسر جمیل قلندر صاحب بھی امام احمد رضا کی کتب کے مطالعہ کے بعد اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ تحریر کرتے ہیں کہ امام احمد رضا کا شمار قرنِ وسطیٰ کی ان موسوعاتی اور ہمہ جہت شخصیات میں ہوتا ہے جن میں امام غزالی، امام رازی، فارابی، بوعلی سینا وغیرہم شامل ہیں ان کے مقالہ کا عنوان ''امام احمد رضا ایک موسوعاتی سائنسداں ہے''۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا قصیدۂ سلامیہ جس کی ابتداء اس وجد آگیں مطلع سے ہوتی ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ۔۔۔ شمعِ بزمِ ھدایت پہ لاکھوں سلام

اردو زبان میں لکھے ہوئے قصیدۂ سلامیہ میں مقبول ترین سلام ہے۔ اردو میں اس کی شرح لکھنے کا سہرا علامہ مفتی محمد خان قادری زید مجدہ (لاہور) کے سر ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں بھی اہل عشق آباد ہیں اور ان کی زبان اردو ہے یا وہ اردو سمجھ لیتے ہیں وہاں یہ سلام ہر مسجد، نہ صرف ہر مسجد بلکہ ہر محفلِ میلاد، نہ صرف ہر محفلِ میلاد بلکہ ہر محفلِ خیر میں پڑھا جاتا ہے اور لوگوں کی دل کی دھڑکنوں سے سنا جاتا ہے۔ مگر برادرم پروفیسر انوار احمد زئی صاحب (ایڈیشنل سکریٹری، حکومت سندھ، پاکستان) نے اس کو ایک نئے وجدانی انداز سے سنا، پڑھا، سوچا، سمجھا اور بیان کیا ہے:

''آفتاب آمد، دلیلِ آفتاب'' کے عنوان سے یہ مقالہ انہوں نے امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۲ء میں پڑھا تھا۔ آپ بھی اس مقالہ کے پس منظر میں ''سلام رضا'' کے باذوق اور بالوجدان مطالعہ سے ان مقامات کی سیر کر سکتے ہیں جہاں حاضری ''حضوری'' بن جاتی ہے اور عشقِ بیتاب کی بصارت چشمِ حیرت!

امام احمد رضا عاشقِ رسول ﷺ اور متبع سنت تھے۔ ان کے عمل کا ہر قدم اور فکر کا ہر زاویہ رضائے الٰہی اور فرمان نبوی کے تابع تھا۔ وہ ایک مجدد تھے اور مجدد کی ذمہ داری ہے کہ ہر گوشۂ زندگی میں وہ مسلمانوں کی رہنمائی فرمائے۔ تبدیلیٔ حالات اور تغیرِ زمانہ کے تحت جو نئے معاشی، معاشرتی تمدنی، عمرانی اور سیاسی مسائل پیدا ہو رہے ہوں ان میں ان کی رہنمائی اور دستگیری کے فرائض قرآن وسنت اور فقہ وحدیث کی روشنی میں انجام دے۔ وہ اپنے وقت کے عظیم مدبّر تھے۔ انہوں نے سیاست میں تدبر اور تحمل کو فروغ دیا۔ پاکستان کے جید عالم دین، معروف محقق، صاحبِ تصانیف کثیرہ، علامہ جلال الدین قادری حفظہ اللہ تعالیٰ (کھاریاں، گجرات) نے اپنے بسیط مقالہ ''آزادی کی منزل اور امام احمد رضا'' میں اس حقیقت کی نشاندہی کی ہے کہ امام احمد رضا نے مسلمانانِ ہند کے لئے سلامتی کی راہ یعنی جداگانہ قومیت کا تعین اس وقت کیا جب علامہ اقبال اور محمد علی جناح جیسی شخصیات گاندھی کے ساتھ متحدہ قومیت کا نعرہ لگا رہے تھے۔ جبکہ فاضل نوجوان ڈاکٹر محمد یونس قادری زید علمہ نے اپنے مقالہ ''افکار شیخ محدث دہلوی و شیخ محدث بریلوی...... ایک علمی وتحقیقی جائزہ'' میں اس حقیقت کو واشگاف کیا ہے محقق علی الاطلاق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے مذہبی اور سیاسی افکار ونظریات کے امین اور ان کے علمی ورثہ کے اصل وارث آج کے دور میں امام احمد رضا محدّثِ بریلوی قدس سرہٗ السامی ہیں۔ انہوں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دیگر شواہد کے علاوہ دار العلوم دیو بند کے جید عالم اور استاذ، شیخ الحدیث انظر شاہ کشمیری ابن شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری کا ایک تحریری اعتراف بطور سند پیش کیا ہے۔ جس میں انہوں نے شیخ محقق علیہ الرحمہ تک اپنی اسنادِ علمی کے اتصال کا انکار کیا ہے۔ جس کی بنیاد پر علمائے دیو بند کی اسنادِ علمی مفتی رشید احمد گنگوہی اور شیخ الحدیث قاسم نانوتوی پر ختم ہو جاتی ہے اور سید عالم ﷺ تک نہیں پہنچتی۔ گویا شیخ رشید احمد گنگوہی اور شیخ قاسم نانوتوی صاحبان مقطوع السند ٹھہرتے ہیں۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر یونس قادری صاحب نے حال ہی میں محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے سیاسی افکار ونظریات پر ڈاکٹر منظور الدین صاحب کی نگرانی میں کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ ادارہ ان کی اس اہم کامیابی پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اسی طرح جناب استاذ منظور احمد صاحب نے اپنے مضمون ''گلشنِ حنفیت کے سدا بہار پھول'' میں بڑی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا ہی برصغیر پاک وہند میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افکار ونظریات کے امین، مبلغ، ان کے نائب اور ان کے علوم کے صحیح جانشین ہیں، اور اگر امام احمد رضا نہ ہوتے، برصغیر سے حنفیت ختم ہو جاتی۔

''معارف رضویات'' کے حوالے سے اس شمارے میں دو مضامین ہیں۔ ایک فاضل قلمکار جناب عبد الستار طاہر صاحب (لاہور) کا مضمون ''علامہ اختر شاہجہانپوری اور رضویات'' کے عنوان سے ہے۔ بلاشبہ علامہ اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمہ ''رضویات'' کے ابلاغ اور فروغ کے حوالے سے ایک نہایت معتبر اور مستند نام ہے۔ وہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے سچے شیدائی اور فدائی تھے اگر یہ کہا جائے کہ وہ فنا فی الرضا تھے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ قیام پاکستان سے لیکر حیات کے آخر لمحوں (۱۹۹۳ء) تک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ان کا قلم تحقیق کے نایاب گوہر بکھیرتا رہا، دیگر اسلامی عنوانات پر بھی ان کی تصانیف ہیں۔ انہوں نے متعدد کتبِ احادیث کے ترجمے اور شروح بھی لکھی ہیں۔ وہ اہلسنت کی صف کے ایک مخلص عالم، عظیم محقق، مصنف اور منصف مزاج شخصیت تھے۔ دوسرا مضمون ''معارف رضویات'' کے عنوان سے دراصل گذشتہ ۲۵ ربرسوں میں

نجات اخروی

نجات منحصر ہے اس پر کہ ایک ایک عقیدہ اہلسنت و جماعت کا ایسا پختہ ہو کہ آسمان وزمین ٹل جائیں اور وہ نہ ٹلے۔ پھر اس کے ساتھ ہر وقت خوف لگا ہو۔ (قولِ اعلیٰ حضرت، الملفوظ)

امام احمد رضا پر تحقیق اور کتابیات کے حوالے سے جو پیش رفت ہوئی ہے اس کی ایک رپورٹ ہے۔ امید ہے قارئینِ کرام خصوصاً اہلِ علم و تحقیق کے لئے یہ دلچسپی کا باعث ہوگی۔

فاضل نوجوان محترم سلیم اللہ جندران صاحب کا تعلق شعبہ تعلیم سے ہے، ایک ماہر استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک قلمکار بھی ہیں، گذشتہ ۱۰ ر سال سے امام احمد رضا کے تعلیمی نظریات کے حوالے سے متعدد تحقیقی مقالہ جات تحریر کر چکے ہیں جو معارفِ رضا کے علاوہ مختلف جرائد ورسائل میں شایع ہو چکے ہیں۔ نصاب کی تدوین نو اور اس میں امام احمد رضا اور دیگر علماءِ اہلسنت کے تذکروں اور ان کی علمی خدمات کو انٹرمیڈیٹ ڈگری اور ام.اے کی سطح تک نصاب میں داخل کرانے میں بہت کوشاں رہے ہیں۔ ''نعت'' بطور صنف ادب نصاب میں داخل کرانے میں آپ کی کوششیں بھی قابل قدر ہیں۔ آج کل نعت کے حوالے سے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پی.ایچ.ڈی کر رہے ہیں۔ آپ کا مضمون ''تعمیر شخصیت اور تربیت اولاد کا اسلامی نفسیاتی ماڈل امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کی روشنی میں'' ایک دلچسپ اور فکر انگیز مضمون ہے۔ فاضل مقالہ نگار علامہ مولانا جسٹس سید عتیق الرحمٰن شاہ صاحب نے حال ہی میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد سے امام احمد رضا کی عربی نثر کی فنی خصوصیات کے حوالے سے ایک پُر مغز تھیسس لکھ کر ام فل کی سند حاصل کی ہے۔ اگر چہ اس دوران بعض کوتاہ بین علم دشمن فرقہ پرست عناصر نے ان کے تحقیقی کام میں روڑے اٹکائے لیکن انہوں نے خلوص اور تندھی سے کام کو جاری رکھا اور آخر کار سرخرو ہوئے۔ راقم اپنی اُور ادارہ کے تمام اراکین کی جانب سے ان کی اس کامیابی پر ھدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔ انکا مقالہ ''عربی نثر میں امام احمد رضا کا اسلوب اور فنی محاسن'' معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء میں ایک قابل قدر اضافہ اور عربی زبان میں لغت سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک مفید مضمون ہے۔

فاضل نوجوان مولانا مفتی ڈاکٹر محمد ابو بکر صدیق قادری عطاری حفظہ اللہ الباری کا شمار کراچی کے ان چند مخصوص علماءِ اہلسنت میں ہوتا ہے جو علوم اسلامیہ کے علاوہ جدید علوم سے بھی خاطر خواہ واقفیت رکھتے ہیں بلکہ دور جدید کے مسائل کا صحیح ادراک بھی ان کو حاصل ہے۔ ان کا تحقیقی مقالہ ''امام احمد رضا اور جدید اسلامی بینکاری'' زیر نظر معارف رضا سالنامے کی زینت ہے جو امام احمد رضا کی وسعتِ علمی اور جدید مسائل سے ان کی گہری واقفیت اور موضوع پر ان کی گرفت پر شاھد عادل ہے۔

''امام احمد رضا'' جہاں ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے، وہیں ایک عظیم موحد بھی تھے، محترم علامہ رضوان احمد صاحب زید علمہ نے اپنے مقالہ ''فاضل بریلوی بحیثیت ایک موحد'' میں دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے۔ سید عالم ﷺ کا جو جتنا بڑا شیدائی ہوگا وہ اتنا ہی عظیم موحد ہوگا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے مظہر ہیں وہ اس کی یکتائی کے بھی مظہر ہیں، آپ ﷺ کی ذات اقدس سے لاتعلق ہو کر اور صرف رب محمد ﷺ کو ماننے کی بنیاد پر موحد ہونے کا دعویٰ کرنے والا حلاوتِ ایمانی سے محروم ہے، بلکہ یہ سوچ ہی زندیقیت ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ جنہوں نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کا بنظر غائر جائزہ لیا ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ محض ایک عالم اور فقیہ ہی نہیں تھے بلکہ ایک بہت بڑے مصلحِ قوم اور عظیم مدبر تھے۔ ان کی نظر ماضی، حال اور مستقبل پر تھی۔ وہ بنیادی اور ٹھوس کاموں کو اہمیت

دیتے تھے اور وقت کی قدر کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی فکر ونظر کا محور اسلام کے مستحکم اصولوں پر رکھا اور حیات کے آخری لمحوں تک اسی کی تعلیم و ترغیب دیتے رہے۔ وہ مسلم نوجوانوں کی تابناکی کے لئے دن رات لکھتے رہتے حتیٰ کہ تصنیفات کا عظیم ذخیرہ چھوڑا جو جدید تحقیق کے اعتبار سے (بروایت علامہ عبدالستار ہمدانی) ۱۴۰۰ کے قریب ہیں۔ ان کی تحریر کی ہر لکیر ہمیں اخلاص فی اللہ، محبت واتباع رسول اللہ ﷺ اور صدقِ عمل کی دعوت دیتی ہے۔ انہیں مستقبل میں قلم کی طاقت، تحریر کی قوتِ حرکی اور ذرائع ابلاغ کی اہمیت کا اندازہ تھا، وہ جانتے تھے بے سروسامانی کے باوجود مسلمانوں کے لئے "قلم وقرطاس" ہی سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ انہوں نے عملی طور پر اس کو استعمال کر کے دکھایا اور اپنے جانثاروں کو اس کی تربیت دی، انہوں نے اکیلے جو کام کیا، ورثۂ علمی کا جو عظیم ذخیرہ چھوڑا وہ ایک انجمن کا یا ایک ادارے کا نہیں بلکہ پوری قوم کا کام کر دکھایا۔ انہوں نے غیر قوموں سے ترقی کی دوڑ میں آگے بڑھنے اور خود کفیل ہونے کی طرف نہ صرف رہنمائی کی بلکہ اس کے لئے تمام وسائل بھی اکٹھے کر دیئے۔

مسلکِ حقہ، مذہبِ مہذب، اہلسنت وجماعت کل بھی دنیا میں آفاقی تھا، آج بھی آفاقی ہے۔ کیا روس، کیا چین، کیا سمرقند و بخارا، کیا قسطنطنیہ، کیا شام ومصر وحجاز اور افریقہ، کیا جنوبی ایشیا، سب جگہ مسلمان اسی نام سے شناخت کئے جاتے ہیں۔ لیکن برصغیر پاک وہند میں امام احمد رضا نے ابتلاء وآزمائش کے دنوں میں اپنے خونِ جگر سے اس شجر کی آبیاری کی۔ حق تو یہ ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو انگریز استعمار نے تو اپنے نوبیدہ فرقوں کے ہاتھوں اس کو مٹانے کا پورا اہتمام کر رکھا تھا مگر امام احمد رضا نے اپنی استقامت، اپنے مشائخ کرام کی بخشی ہوئی "قوتِ اسد اللّٰہی" سے ان طاغوتی قوتوں کو للکارا کہ۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اپنی تعلیم وتبلیغ اور قلم سے اس کو استحکام بخشا۔ اس لئے آج پاک وہند، بنگلہ دیش میں اہلسنت انہی کے علامتی نام "بریلوی" سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ امام احمد رضا کا ہم پر احسان عظیم ہے۔ لہٰذا اب وقت ہے کہ ہم امام احمد رضا پر کام کریں، ان کے کام کو آگے بڑھائیں ان کے ورثۂ علمی سے آفاقِ اہلسنت کو آگاہ کریں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم تحقیق وتدقیق اور تصنیف وتالیف کے میدان میں آگے بڑھیں اور اس کے لئے تمام موجودہ وسائلِ ابلاغ کو استعمال کریں، امام احمد رضا ہمارے محسن ہیں ہمیں ان کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہیے، محض زبانی کلامی باتوں اور جلسۂ وجلوس پر اپنی توانائی اور وسائل خرچ کرنے کی بجائے ہمیں ٹھوس اور مستحکم کاموں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کل انہوں نے ہماری بقا کی جنگ لڑی تھی آج ہم ان کی تصانیف وتالیف کو فروغ دیکر ان کے فکر ونظر کا ابلاغ کر کے اپنے لئے آفاقِ عالم میں فتوحات کا دروازہ کھول سکتے ہیں، بالفاظ دیگر اب ہمیں اکیڈیمک ورکس (علمی اور تحقیقی کاموں)، افراد اور اداروں کی ضرورت ہے۔

الحمدللہ علی احسانہٖ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا قیام ۱۹۸۰ء میں انہی مقاصد حسنہ کے لئے عمل میں آیا تھا، آج ہم نے علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں اس سمت میں کافی پیش رفت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ہماری تقلید میں دیگر ادارے اور انجمنیں بھی قائم ہوتی گئیں، اس طرح لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ قاہرہ و بغداد، ڈربن، پورٹ لوئیس

برطانیہ اور ماریشس، پور بندر سے عربی، انگریزی اور اردو میں امام احمد رضا کی کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے اہلِ قلم، علماء، اسکالرز اور ساتھ ہی ساتھ صاحبِ خیر و ثروت حضرات جذبۂ جہاد کے ساتھ آگے آئیں تا کہ انسانی اور مالی وسائل کو مجتمع کر کے مستحکم بنیادوں اور ادارتی سطح پر کام کو آگے بڑھایا جاسکے۔

بحمد للہ ہم نے راہ متعین کر دی۔ جگہ جگہ سنگِ میل نصب کر دیئے اور اب ؎

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

لہٰذا ہم یہاں یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ ہم نے مضامین کے انتخاب اور اس کی کمپوزنگ اور تصحیح کے سلسلے میں حتی المقدور احتیاط سے کام لیا ہے لیکن پھر بھی انسان غلطی کا پتلا ہے۔ اس میں جو کچھ حسن ہے وہ صاحبِ ذکر کا فیض اور فاضل قارئین کرام کی دعائیں ہیں۔ فروگذاشت کے لئے ہمیں مطعون کرنے کی بجائے فراخدلی اور خندہ پیشانی سے اس کی نشاندھی فرمائیں، ہم ممنون ہوں گے۔ ''معارف رضا'' کے اس گلدستہ میں بہت سے حضرات کا حصہ ہے جن کا شکریہ ہم پر واجب ہے۔

یہ راقم ذاتی طور پر اور ادارے کی جانب سے تمام مقالہ نگار حضرات کا ممنون ہے کہ انہوں نے ہماری درخواست پر ''معارف رضا سالنامہ'' کے لئے مقالہ جات لکھے اور وقت پر ہمیں عنایت کیئے۔ ہندوستان سے خاص طور پر ہم حضرت علامہ محمد حنیف رضوی صاحب اور علامہ مولانا صغیر اختر مصباحی صاحب، صدر اور رکن امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے مختصر مدت کے اندر ہمیں متعدد علماء کے نہایت وقیع مقالات ارسال کئے۔ ہم اپنے ان تمام معاونین کے بھی سپاس گزار ہیں کہ جنہوں نے اس ضخیم مجلّہ ''معارف رضا۔ سالنامہ ۲۰۰۳ء'' کے لئے دامے، درمے، قدمے اور سخنے ہم سے تعاون کیا، و نیز ہم ''معارفِ رضا'' کی اشاعت کے سلسلے میں ادارہ کے دفتر کے کارکنان آفس سکریٹری جناب حافظ محمد علی قادری صاحب، منیجر اور اکاؤنٹنٹ جناب سید محمد خالد سراج صاحب، آفس اسسٹنٹ جناب فرحان الدین قادری صاحب اور کمپوزر جناب شیخ ذیشان احمد قادری صاحب کے بھی سپاس گزار ہیں کہ ان کی پُر خلوص کاوشوں اور دن رات کی محنتوں کی بدولت ''معارفِ رضا'' کی بروقت طباعت ممکن ہوسکی۔

سر درسِ عشق دارد دلِ درد مند حافظ
کہ نہ خاطرِ تماشہ نہ ہوائے باغ دارد

اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام مذکورہ حضرات کو ''کارِ رضا'' میں شمولیت پر جزائے جزیل عطا فرمائے۔ امین

وصلی اللہ تعالیٰ علے خیر خلقہ سیدنا مولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ
وعلماء ملتہ واولیاء امتہ اجمعین وبارك وسلم

☆☆☆

علم تفسیر میں امام احمد رضا کی مہارت تامہ کے چند نمونے

مولانا عبدالسلام صاحب رضوی*

قرآن، سنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں اور قواعد عربیہ کے واسطے سے نظمِ قرآن کے معانی کا کشف و ایضاح، اس کی لغات کی توضیح و تحقیق اور آیات کے شان نزول کا بیان تفسیر کہلاتا ہے۔ علمِ تفسیر علومِ دینیہ میں عظیم ترین و بلند ترین علم ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اتقان میں فرمایا ہے:

"کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تفسیر کا جاننا فرض کفایہ ہے اور من جملہ تین شرعی علوم کے یہ بزرگ ترین علم ہے۔ اصبہانی کا قول ہے کہ سب سے اچھا کام جو انسان کرتا ہے وہ قرآن شریف کی تفسیر ہے" (۱)

ارشاد قرآنی ہے:

ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (۲)

یعنی جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ حکمت سے مراد معرفت قرآن ہے کہ اس میں ناسخ کیا ہے اور منسوخ کیا، محکم کیا ہے اور متشابہ کیا، مقدم کون ہے اور مؤخر کون، حلال کیا ہے حرام کیا؟ (۳)

سب سے پہلے خود حضور علیہ السلام نے صحابۂ کرام کیلئے علوم ومعانی قرآن کی تفسیر و تبیین فرمائی، لہٰذا سب سے پہلے مفسر خود مہبطِ وحی، حبیبِ رحمان، مصداقِ علم القرآن علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وانزلنا الیک الذکر لتبین مانزل الیھم (۴)

اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لئے بیان فرمادو جو کچھ ان کی طرف اترا ہے یعنی اے محبوب تم پر قرآن حمید نے ہر چیز روشن فرمادی، اس میں جس قدر امت کے بتانے کو ہے وہ تم ان پر روشن فرمادو۔

اس کے بعد یہ سعادت صحابہ، کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حصہ میں آئی، جنہوں نے نور نبوت سے بلاواسطہ اکتسابِ فیض فرمایا تھا اور خود حضور علیہ السلام سے قرآن کی تعلیم پائی تھی۔

جماعت صحابہ کے بعد ان کے فیض یافتہ تابعین پھر تبع تابعین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس مقدس خدمت کو انجام دیا اور ان کے بعد یہ سلسلہ یونہی بڑھتا رہا اور بے شمار علمائے عظام نے حسب ضرورت تفاسیر لکھیں۔ اسی مبارک کارواں کے

*(استاذ: جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

ایک عظیم فرد چودھویں صدی کے مجدد، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

آپ کو جن علوم وفنون میں کامل دسترس اور حیرت انگیز تبحر حاصل تھا، ان کی تعداد ۵۴ سے متجاوز ہوتی ہے۔(۵)

انہی علوم میں سے علم تفسیر بھی ہے۔ آپ کو اس علم میں بھی غیر معمولی قابلیت اور براعت کاملہ ومہارت تامہ حاصل تھی اور آپ نے اس علم میں بھی عظیم القدر تصنیفات کا سرمایہ قوم کو عطا فرمایا ہے۔ فاضل گرامی مرتبت حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے کتب اعلیٰ حضرت کی فہرست بڑی تحقیق اور احتیاط سے مرتب فرمائی ہے۔ اس کے مطابق علم تفسیر میں آپ کی تصنیفات جواب تک علم میں آئیں ہیں ان کی تعداد پندرہ ہے، جن کے نام یہ ہیں:

(۱) کنزالایمان فی ترجمة القرآن
(۲) تفسیر سورہ والضحیٰ
(۳) تفسیر بائے بسم اللہ
(۴) انباء الحی،ان کتابه المصون تبیان لکل شئی
(۵) الصمصام علی مشکک فی آیة علوم الارحام
(۶) المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة
(۷) النفحة الفائحة من مسک سورة الفاتحة
(۸) نائل الراح فی فرق الریح والریاح
(۹) الزلال الانقیٰ من بحر سبقة الاتقیٰ
(۱۰) انوار الحلم فی معانی معیاد استجب لکم
(۱۱) حاشیہ تفسیر بیضاوی
(۱۲) حاشیہ تفسیر خازن
(۱۳) حاشیہ الدر المنثور
(۱۴) حاشیہ عنایة القاضی
(۱۵) حاشیہ معالم التنزیل

تفسیر سورہ والضحیٰ اس کی چند آیات کی تفسیر ہے جو اسی اجزاء (تقریباً چھ سو سے زائد صفحات) پر پھیلی ہوئی ہے۔(۶)

رسالہ ''نزول آیات فرقان، بسکون زمین وآسمان'' کو بھی کتب تفسیر کی فہرست میں شامل کرنا چاہیے کہ اس میں آیت کریمہ:

''ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا . ولئن زالتا ان امسکھما من احد بعدہ . انہ کان حلیما غفورا''(۷)

کی عمدہ تشریح وتحقیق فرمائی گئی ہے۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ دوازدہم میں شامل ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ آپ کے کثیر بیش بہا تفسیری مباحث وافادات ہیں جو آپ کی تحریروں میں جوھر آبدار کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔ بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ مدظلہ العالی مبارکپوری تحریر فرماتے ہیں، آپ کی ایک کتاب نماز جمعہ کی اذان ثانی کے موضوع پر ہے۔ اس میں لفظ ''بین یدیہ'' کے معنی کی وضاحت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں ''لفظ کی تفصیل حاضر وشاہد کی جاتی ہے''۔ پھر اس لفظ کے محل وقوع اور مواضع استعمال کے سلسلہ میں قرآن عظیم سے شہادتیں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''میں نے تتبع اور تلاش سے قرآن عظیم میں ۳۸ جگہ اس لفظ کو پایا جن میں ۲۰ مقامات پر اس لفظ کی قرب پر کوئی دلالت نہیں اور ایک جگہ اپنے حقیقی معنی قرب کیلئے آیا ہے (یعنی دونوں

ہاتھوں کے درمیان) اور ۱۷ جگہ اپنے حقیقی معنی قرب کیلئے آیا ہے۔ مگر ان معنی قرب میں بھی تفاوت عظیم ہے، کہ اتصال حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ تک کیلئے یہ لفظ بولا گیا ہے'' پھر تفسیر، لغت، اور محاورات سے ۷-۸ صفحات میں اس کی توضیح و تعین فرمائی ہے اور ثبوت فراہم کئے ہیں تو اس مسئلہ میں تحریر کا موضوع ایک خالص فقہی مسئلہ ہے، لیکن قرآن عظیم کی اڑتیس آیتوں کی توضیح و تفسیر میں آپ نے علوم و فنون کے جو دریا بہائے ہیں، یہ بحثیں پڑھ کر قرآن عظیم سے شغف رکھنے والوں کی روح جھوم اٹھتی ہے۔

ایک دوسری کتاب ''المبین ختم النبیین'' میں آیت مبارکہ ''خاتم النبیین'' پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں ''قرآن عظیم میں ۲۶ پیغمبروں کے نام مذکور ہیں اور تین پیغمبروں کا ذکر مبہم طریقہ پر ہے اور تین آیتیں ایسی ہیں جن میں رسول کا ذکر بصیغہ جنسیت ہوا ہے اور ایسے چھ مقامات ہیں جہاں رسولوں کا بے قید و عموم ذکر ہوا ہے۔ ملخصاً۔

مذکورہ بالا توضیحات کی روشنی میں آیت مبارکہ ''ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ''(۸) کے الف لام کی تحقیق، یہ سب قرآن عظیم کی آیت مذکورہ پر آنکھیں روشن کرنے والے تفسیری مباحث ہیں۔(۹)

اس مضمون میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصانیف سے چند تفسیری مضامین و مباحث نقل کیے جا رہے ہیں۔ ان مباحث و مضامین میں نظمِ قرآن کے معانی کی توضیح و تشریح، الفاظ کے مدلولات کی تحقیق و تعین کے ساتھ سوالاتِ مقدرہ کی جواب دہی، اقوالِ ضعیفہ کے ضعف کا اظہار اور اقوالِ غیر مقبولہ کا رد بھی ملے گا۔ علاوہ ازیں تفسیر میں آپ کی دقتِ نظر، وسعتِ فکر، دقائقِ کلام سے آگاہی مضامین قرآن کا استحضار اور نکتہ رسی کے جلوے بھی نظر آئیں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق بخاری دہلوی قدس سرہٗ سامی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ تمام اشیاء اللہ کے کام، احکام صفات، اسماء، افعال اور آثار کو جانتے ہیں، آپ نے تمام علومِ ظاہر و باطن و اول و آخر کا احاطہ فرمایا اور حضور اس آیت کے مصداق ہوئے ''فوق کل ذی علم علیم ''(۱۰) یعنی ہر علم والے سے اوپر جاننے والا ہے''

اعلیٰ حضرت ''الدولۃ المکیۃ'' میں شیخ کا یہ ارشاد نقل کرنے کے بعد اس پر گفتگو فرماتے ہیں کہ ''کل ذی علم'' میں ہر موجود داخل ہے اور ایک مسئلہ کا بھی افادہ فرماتے ہیں۔ آپ کا ارشاد اس طرح ہے۔

یہ آیت عام ہے جس میں کسی شئے کی تخصیص نہیں۔ جہان میں کوئی بھی ہو ہمارے نبی ﷺ ہر علم والے سے بلند و بالا علم والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ علم والا ہے جسکے اوپر کوئی علم والا نہیں اور ''ذی علم'' کا اطلاق سبحانہ تعالیٰ پر درست نہیں۔ کیونکہ تنکیر بعضیت پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا تخصیص کی کوئی حاجت نہیں (کیونکہ باری تعالیٰ کی ذات اقدس ''کل ذی علم'' کے استغراق میں داخل ہی نہیں)(۱۱)

اللہ تعالیٰ کیلئے ''ذی علم'' کے اطلاق کو غیر درست قرار دینا، یہ کسی عالم متقدم کے قول کے بنیاد پر نہیں، بلکہ یہ نکتہ خود آپ کے قلب منور پر وارد ہوا اور یہ برکت تھی رب العزت کے ساتھ آپ کے ایمانِ کامل کی اور اس قدر و عظمتِ خداوندی کی جو آپ

کے سینہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور اسی کا فیضان تھا کہ ترجمۂ قرآن میں جن مقامات پر دوسروں نے ٹھوکریں کھائیں ایسے الفاظ استعمال کئے جو ہرگز باری تعالیٰ کی عظمتِ شان کے لائق نہیں تھے۔ آپ ان مقامات سے حسن و خوبی کے ساتھ گزرے اور لغزشوں سے محفوظ رہے۔

چنانچہ ''الدولۃ المکیہ'' کی تعلیقات ''الفیوضات المکیہ'' میں فرماتے ہیں:

قلته بما علمنی ایمانی بربی، ثم رأیت فی کتاب ''الاسماء و الصفات'' للامام البیهقی قال: وذکر الاستاذ ابو نصر البغدادی رحمه الله تعالیٰ انا لا نقول، ان الله تعالیٰ ذو علم، علم التنکیر، وانما نقول: انه ذوالعلم علی التعریف، کما نقول انه ذو الجلال والاکرام علی التعریف ولا نقول ذو جلال و اکرام علی التنکیره. وقد بسطت الکلام علی هذا. وانه این یمنع من التنکیر واین لا یمنع مثل ذو مغفرة وذو رحمة وغیر هما. وانه تعالیٰ ذو فضل علی النساس ولا یقال ذو فضل، مع بیان الوجوه فی رسالتی فی اسماء الله الحسنی. (۱۲)

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ میرا یہ قول میرے ایمان کی تعلیم پر تھا جو مجھا اپنے رب کے ساتھ ہے۔ پھر میں نے امام بیہقی کی کتاب ''الاسماء والصفات'' میں انکا یہ قول دیکھا کہ استاذ ابونصر بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا'' بلا شبہ ہم اللہ تعالیٰ کو تنکیر کے ساتھ ''ذو علم'' نہ کہیں گے ''ذوالعلم'' ہی کہیں گے الف لام تعریف کے تھے جیسے کہ ''ذوجلال واکرام نہ کہیں گے اھ (اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) میں نے اپنے رسالے میں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے ذکر میں ہے شرح و بسط کے ساتھ اس پر کلام کیا اور اس میں یہ بھی بتایا کہ کہاں تنکیر ممنوع ہے اور کہاں ممنوع نہیں، جیسے ''ذو مغفرۃ'' اور ''ذو رحمۃ'' وغیر ہما اور یہ کہ ''ذوفضل علی الناس'' کہا جائے گا ''ذوفضل'' نہ کہا جائے گا اور ان احکام کی وجوہ بھی بیان کیں''

الدولۃ المکیہ ہی کا ایک اور اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس میں لفظ تبیان کی تحقیق ہے اور اس لفظ کے معنیٰ کے سلسلے میں ایک معاصر کے قول کا رد بھی ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

یہی ہمارے رب کا کلام، فیصلہ کی بات اور عدالت والا حاکم فرماتا ہے، اور اس کا فرمانا حق ہے ''ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی'' (۱۳) ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا ہر چیز کا روشن بیان تو قرآنِ عظیم گواہ ہے اور اس کی گواہی کس قدر اعظم ہے کہ وہ ہر چیز کا تبیان ہے۔ اور ''تبیان'' اس روشن اور واضح بیان کو کہتے ہیں جو اصلا پوشیدگی باقی نہ رکھے کہ زیادتِ لفظ زیادتِ معنیٰ پر دلیل ہوتی ہے اور بیان کے لئے ایک تو بیان کرنے والا چاہیے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اور دوسرا وہ جس کے لئے بیان کیا جائے اور وہ، وہ ہیں جن پر قرآن اترا۔ ہمارے سردار رسول اللہ ﷺ اور اہل سنت کے نزدیک شئی ہر موجود کو کہتے ہیں۔ تو اس میں تمام موجودات داخل ہوگئے۔ فرش سے عرش تک اور شرق سے غرب تک ذاتیں، حالتیں اور حرکات وسکنات اور پلک کی جنبشیں اور نگاہیں اور دلوں کے خطرے اور ارادے اور ان کے سوا جو کچھ ہے اور ان ہی موجودات سے لوح محفوظ کی تحریر ہے۔ تو ضرور ہے کہ قرآن مجید میں ان تمام چیزوں کا بیان روشن اور تفصیل کامل ہو۔

ملخصا۔(۱۴)

اس کے تحت تحریر فرماتے ہیں، بعض معاصرین نے کہ ''تبیانا لکل شی''' میں مرادِ بیان واضح سے قرآن مجید میں ذکر شدہ قضایا واحکام کی کثرت ہے تو ''تبیان'' میں مبالغہ کمیت کے اعتبار سے ہے کیفیت کے اعتبار سے نہیں۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ایک غلام پر ظلم کرتا ہو تو اہل عرب کہتے ہیں ''فــلان ظـالـم لعبده'' اور کئی غلاموں پر ستم ڈھاتا ہے تو کہتے ہیں ''فلان ظلام لـعـبيـده'' تو یہاں مبالغہ متعلقین کی کثرت کے اعتبار سے ہے۔ یہی معاملہ ''تبیانا لکل شئ'' کا ہے اور اسی پر محمول کیا بعض نے آیت کریمہ ''وما ظلام للعبيد'' کو (مسہلا)۔

بعض معاصرین سے غالباً مفتی شافعیہ حضرت سید احمد برزنجی مراد ہے۔ اس ظنِ غالب کی بنیاد اس پر ہے کہ اعلیٰ حضرت قیام مدینہ منورہ کے حالات کے بیان میں فرماتے ہیں، حسام الحرمین کا کام پورا ہونے کے بعد ''الدولۃ المکیہ'' پر تقریظات کا خیال ہوا۔ دونوں حضرات مفتی حنفیہ نے مدینہ طیبہ اور قباء شریف میں تقریظیں تحریر فرمائیں۔ تیسری باری مفتی شافعیہ کی آئی۔ یہ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے۔ یہ ٹھہری کہ ان کے داماد سید عبداللہ صاحب کے مکان پر اس کتاب کے سنانے کی مجلس قائم ہو عشاء کہ وہاں اول وقت ہوتی ہے پڑھ کر بیٹھے۔ میں نے کتاب سنانی شروع کی۔ بعض جگہ مفتی صاحب کو شکوک ہوئے۔ میری غلطی کہ میں نے حسب عادت جرأت کے ساتھ مسکت جواب دیئے۔ جو مفتی صاحب کو اپنی عظمت شان کے سبب ناگوار ہوئے۔ جا بجا ان کا ذکر میں نے ''الـفـيـوض الـمـلـكـيـه حـاشـيـة الدولة المكيه'' میں کر دیا ہے۔(۱۵)

اعلیٰ حضرت مذکورہ قول کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں:

لـعـمـرك هـذا لهـو الـتـحـويـل الشديد. والقياس على "ظـلام لعبيده" سحيق بعيد . فان "التبيان" مضاف الىٰ كـل فـرد فـرد ولـو مـن الاحـكـام الدينية على زعم التخصيص.

فلا يكتسب الكثرة من كثرة المتعلقات كما اكتسب الـظـلـم فـى ظلام لعبيده من تعلقه بكثيرين . فـمـنـا نـحـن فيه ليس كقولهم "ظلام لعبيده" بل كان يقال "ظلام لكل منهم" ولا مساغ فيه لملزعم . كمالا يـخـفـى .ثم إذاتعلقت المبالغة فى البيان بكل فرد فرد لـم يـفـد الفرق بالكم والكيف- كيف ؟ وان كل شئى او كـل حـكـم دينى اذا تعلق به بيانات كثيرة اوجبت له ايضاحا بالغا وهو المقصود .

تیری جان کی قسم یہ تاویل نہیں شدید تحویل ہے۔ یعنی قرآن عظیم کے معنی کو الٹ پلٹ کر دینا اور ''ظلام لعبیدہ'' پر قیاس مردود و بعید ہے کیونکہ (تبیانا لکل شئ میں) ''تبیان'' کی اضافت ہر ہر فرد کی جانب ہے۔ اگر چہ وہ بر بنائے قول تخصیص احکام دینی ہی ہوں۔ تو وہ (یعنی لفظ تبیان) متعلقات کی کثرت سے کثرت حاصل نہ کرے گا جیسے ''ظلام لعبیدہ'' میں ظلم نے حاصل کی۔ تو نحن مافیہ ''ظلام لعبیدہ'' کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ ''ظلام لکل منہم'' کہے جانے کی مثل ہے اور اس قول میں اس بات کی گنجائش نہیں جو کہی گئی (اس کے بعد اعلیٰ حضرت دوسری بات فرماتے ہیں) پھر جب بیان میں مبالغہ کا تعلق فرداً فرداً ہر ایک سے ہو تو کم و کیف کا فرق مفید نہ ہوا۔ اور کیسے ہو؟ حالانکہ ہر شے (قول عموم پر) اور ہر حکم دینی قول

تخصیص پر) جب اس سے بیانات کثیرہ کا تعلق ہو تو لازم کر دیگا اس کے لئے نہایت ایضاح کو اور وہی مقصود ہے۔ (١٦)

ایک سائل نے اعلیٰ حضرت سے سوال، ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''استکبرت ام کنت من العالین'' (٧) یہ عالین کون لوگ ہیں؟ آپ نے جواب دیا، عالی بمعنی متکبر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ''ارسلنا موسیٰ واخاہ هارون بایتنا وسلطٰن مبین الی فرعون و ملائه فاستکبروا و کانو قوما عالین'' (١٨) پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور روشن حجت کے ساتھ فرعون اور اس کے جتھے کی طرف بھیجا اور انہوں نے تکبر کیا اور وہ تھے ہی متکبر لوگ۔

''عالین'' کے معنی ذکر فرمانے کے بعد آپ نے آیت کریمہ کے تین معنی بیان فرمائے:

(١) تو معنی آیت یہ ہوئے کہ رب عزوجل نے شیطان لعین سے فرمایا، کہ تو نے جو آدم کو سجدہ نہ کیا یہ ایک تکبر تھا کہ اس وقت تجھے پیدا ہوا، یا قدیم سے متکبر ہی تھا (اس معنی آیت پر تفسیر ابن جریر کی عبارت پیش فرمائی)۔

(٢) یا یہ کہ تکبر خاص تجھی میں پیدا ہوا، یا تیری قوم ہی متکبر ہے (اس معنی پر معالم کا حوالہ دیا)

(٣) یا عالین کو بمعنی بلند ورفیع المرتبت لیں اور معنی یہ ہوں کہ تو نے جو سجدہ نہ کیا، یہ تیرا تکبر تھا کہ واقع میں تجھے آدم پر بڑائی نہیں اور براہ غرور آپ کو بڑا ٹھہرایا۔ یا واقع ہی میں تجھے اس پر فضیلت ہے (اس معنی پر علامہ بیضاوی کا قول پیش فرمایا) اس کے بعد فرماتے ہیں ''اور یہ معنی نہیں کہ ملائکہ میں کوئی گروہ''، ''عالین'' ہے کہ وہ سجود سے مستثنیٰ تھا۔ وہ وقع فی کلام سیدنا الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور (اس پر قرآن مجید سے استدلال فرماتے ہیں) رب عزوجل نے متعدد تاکیدوں سے مؤکد فرمایا فسجد الملائكة كلهم اجمعون (١٩)۔ تمام، جمیع، سب ملائکہ نے سجدہ کیا۔ فالام للاستغراق و اکدت ''بکل اکدت باجمعون''، واللہ تعالیٰ اعلم (یعنی ''الملائکۃ'' میں لام برائے استغراق ہے اور اس کو لفظ ''کل'' اور لفظ ''اجمعون'' سے مؤکد کیا گیا) (٢٠)

سرکار اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا، ایک خطبہ میں ہے ''لایکلف اللہ نفسا الادون وسعها'' یہ پڑھنا کیسا ہے؟ آپ نے جواب دیا، آیت کریمہ بدوں ''دون'' ہے۔ خطبہ میں اگرچہ نہ وہ آیت ہونا ضرور، نہ قرآن عظیم سے اقتباس محذور، مگر زیادت موہومہ خلاف مراد محذور۔

اس کے بعد آپ نے ''دون'' کے دس معانی بیان فرمائے:

(١) غیر (٢) تحت (٣) فوق (۴) اقل
(۵) وراء یعنی اس پار (٦) اَمام یعنی اس پار (٧) حقیر
(٨) شریف (٩) نزدیک بچیزے، بنسبت مضاف الیہ
(١٠) مقارب مضاف الیہ

اور ان سب معانی کے لئے قرآن، احادیث اور اقوال سے استشہاد فرمایا۔ آخری دو معنی کے بارے میں فرمایا، ان کا ارشاد قرآنی سے غیر متعلق ہونا ظاہر ہے۔ بعدہ آیت کا معنی بتا کر ثابت فرمایا کہ باقی معانی سب مخالف قرآن عظیم ہیں۔ (٢٠)

رسالہ ''الصمصام'' میں ''ویعلم مافی الارحام'' (٢٢) (اور جانتا ہے اللہ جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے) کے بارے

میں فرماتے ہیں کہ ''ما'' عام ہے اور ''الف لام'' استغراق کا ہے اور اس کے بعد ''مافی الارحام'' کے عموم واستغراق کے بارے میں جو جھلکیاں آپ نے دکھائی ہیں، ان میں آپ کی جولانیٔ فکر وطبع لائق دید ہے۔ ناظر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ یہاں پر ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت ان لوگوں سے مخاطب ہیں جو ایک آلہ کی مدد سے صرف جنین کو ذکورت وانوثت کے علم کی بنیاد پر ''علم ارحام'' کے مدعی اور ارشاد قرآنی ''**ویعلم مافی الارحام**'' پر معترض تھے۔

ہاں نسب واضافات کو جانے دو کہ نامتناہی ہیں۔ معدود ومحدود ہی اشیاء بتاؤ اور وہ بھی کسی ایک جنین کی نسبت اور وہ بھی خاص اپنے گھر کے کہ آدمی کو گھر کا حال خوب معلوم ہوتا ہے اور اوپر سے مدد دینے کو آلہ موجود ہے، کوئی پادری صاحب آلہ لگا کر بولیں، کہ جس وقت ان کی بیوی کو استقرار حمل ہوا نطفہ کتنے وزن کا گرا تھا؟ اس میں کتنے حیوان منوی تھے؟ گرتے وقت رحم کے کس حصہ پر پڑا تھا؟ رحم میں کتنی دیر بعد کون سے خمل ونقرہ میں مستقر ہوا؟ جب سے اب تک کتنا خون حیض اس کے کام میں آیا؟ یہ اصل نطفہ کس کس غذا کے کس جز سے بنا تھا؟ وہ کہاں کی مٹی سے پیدا ہوئی تھی؟ کھانے کے کتنی دیر بعد اس نے صورت نطفیہ اخذ کی تھی؟ جب سے اب تک ایک ایک منٹ کے فاصلہ پر اس کے وزن ومساحت وہیئت میں کیا کیا اور کتنا کتنا تغیر ہوا؟ حوادث مذکورہ بالا کے باعث جب سے اب تک حاملہ کی رحم کئے بار اور کتنی کتنی دیر کو اور کس کس قدر سمٹی پھیلی؟ بچہ کتنی دفعہ اور کس کس قدر اور کدھر کدھر کو پھر پھرایا؟ ہر جنبش پر وضع اعضا میں کیا کیا تغیر ہوا؟ یہی سب احوال اب سے پیدا ہونے تک کسی کسی طرح گزریں گے؟ منٹ منٹ پر وضع ووزن مساحت ومکان وحرکت وسکون وغذا واحوال جنین ورحم میں کیا کیا تغیرات ہوں گے؟ بچہ رحم میں کب تک ٹھہرے گا؟ کس گھنٹے منٹ سکنڈ تھرڈ پر ولادت ہوگی؟ پہلے کون سا عضو ظاہر ہوگا؟ اس وقت کتنا فربہ اور دراز ہوگا؟ آسانی ولادت کو کتنی رطوبت کی پچکاریاں ساتھ لائے گا؟ پیدا بھی ہوگا یا ناتمام ہی ساقط ہوجائے گا؟ جیا تو کیا عمر پائے گا؟ کہاں کہاں بسے گا؟ کیا کیا کھائیگا؟ **الی غیر ذلک ممالا یعد ولا یحصی**، واللہ! کہ تمام عالم کی تمام ماضی موجود مستقبل حملوں رحموں کے ایک ایک ذرے، احوال مذکورہ وغیر مذکورہ، گذشتہ وموجودہ آئندہ کو رب العزت عزوجل کا علم ازلاً، ابداً، معاً، تفصیلاً محیط ہے اور یہ سب انہی دو پاک کلمے ''**یعلم مافی الارحام**'' کی شرح میں داخل تم اپنے ہی گھر کے ایک پیٹ کے مختصر احوال کے کروڑوں حصوں سے ایک حصہ کا بھی ہزارواں حصہ نہیں بتا سکتے اور عالم ارحام بننے کے مدعی (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲/ ۴۸)

یہ کلام موقع کی مناسبت سے ''تہکم'' کے پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ لیکن راقم السطور نے اپنے طور پر ان امور کا ذکر کیا ہے۔

مضامین قرآن کے استحضار کا یہ عالم ہے کہ گویا قرآن مجید کی تمام آیت آپ کے سامنے کھلی ہوئی رکھی ہیں۔ اسی رسالہ میں آپ نے ''**احمال و ارحام**'' کے تعلق سے سورۂ آل عمران، سورۂ رعد، سورۂ حج، سورۂ لقمٰن، سورۂ ملٰئکۃ، سورۂ حم السجدہ اور سورۂ ''والنجم'' سے پانچ اقوال مبارکہ نقل فرمائے۔

اللہ عزوجل اور اس کے محبوبوں کی قدر وعظمت اور ادب آپ کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ آپ کے اقوال ہوں یا اعمال یا

تحریرات، یہ عظیم خوبی ہر جگہ بدرجۂ اتم واکمل جلوہ گر نظر آتی ہے۔

خدا و مقبولان خدا کی بارگاہ میں کوئی بھی نامناسب بات آپ کو گوارا نہ ہوتی تھی۔ ایک فقہی بحث میں بعض حضرات کے قلم سے نکلا ''کما تو هم بعض الصحابة ''صحابہ کرام کے حق میں یہ بات اعلیٰ حضرت کو پسند نہ آئی، آپ فرماتے ہیں ''هذا اللفظ بعيد عن الادب فليجتنب'' (۲۳)

آپ کی تفسیری تحریروں سے اس مناسبت سے بھی چند مثالیں نقل کی جاتی ہیں۔

آیت کریمہ ''الشیطٰن یعد کم الفقر ویا مر کم بالفحشاء (۲۴) (شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا اور بخل کا حکم دیتا ہے) کی تفسیر میں علامہ بغوی نے کلبی کا قول نقل کیا کہ ''کل الفحشاء فی القرآن فهو الزنیٰ الاهذا'' یعنی قرآن پاک میں ہر ''فحشاء'' زنا کے معنی میں ہے۔ صرف یہاں اس معنی میں نہیں۔ اعلیٰ حضرت اس پر فرماتے ہیں ''ما اسمج واشنع واصنع تعبیرہ، لم لا یقول اینما ذکر لفظ الفحشاء فی القرآن المجید فالمراد به الزنا الا هذا ''یعنی یہ تعبیر بہت بری ہے انہیں الفاظ کے بجائے یہ کہنا چاہیے تھا کہ ''قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی لفظ ''فحشاء'' آیا ہے زنا کے معنی میں ہے۔ صرف یہاں اس معنی میں نہیں ہے۔ (یعنی صرف ''فحشاء'' کے بجائے ''لفظ فحشاء'' کہنا چاہیے تھا۔ (۲۵)

فانسه الشیطٰن ذکر ربی (۲۶)۔ آلایۃ کی تفسیر میں امام بغوی نے ''فانسہ'' کی ضمیر منصوب متصل غائب کے مرجع کے بارے میں دو قول نقل کئے ہیں۔ ایک صیغہ مجہول ''قیل'' کے ساتھ کہ اس سے مراد ساقی ہے۔ جس کو شیطان نے بادشاہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنے سے باز رکھا۔ اور ایک قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف منسوب ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کے رب کا ذکر بھلا دیا۔ حتیٰ کہ آپ اس کے غیر سے خوشی کے طالب ہوئے اور یہی اکثر کا قول ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی اس قول کو ارشاد خداوندی کے متصادم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ صلحاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے:

''اے شیطان! میرے (خاص) بندوں پر تو مسلط نہیں ہوسکتا''

تو اگر انبیائے کرام علیہم السلام پر شیطان کا تسلط تسلیم کیا جائے، کہ انہیں اس نے اپنے رب اور مالک کے ذکر سے غافل کر دیا تو عام نیکو کار لوگ کس زمرے میں شمار ہوں گے، اس تاویل کے مطابق ان اکثر (جن کا قول ذکر کیا گیا) پر شیطان کا تسلط حضرت یوسف علیہ السلام پر اس کے تسلط سے زیادہ آسان ہے۔ ولاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام پر شیطان کے تسلط کے قائل دراصل خود شیطان کے دھوکے میں آگئے۔ اور ان کے بارے میں شیطان کے تسلط کا قول زیادہ آسان ہے، بہ نسبت اس کے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ قول کیا جائے۔ (۲۷)

اپنی معمولی بساط کے مطابق سرکار اعلیٰ حضرت کی تصنیفات سے آپ کے علم تفسیر پر یہ چند مثالیں ہیں۔

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کیلئے

بلاشبہ علم تفسیر میں بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب دمشقی (جنھوں نے دنیائے اسلام کی

سیاحت کی تھی، ان کی عمر کا بڑا حصہ سیاحت میں گزرا تھا۔ اور انہوں نے دوران سیاحت کئی کئی سال بریلی کے پھیرے کئے) انہوں نے حق فرمایا کہ:

''اس شان کا جامع عالم میری نظر سے کہیں نہ گزرا'' (۲۸)

اور شیخ خطباء وائمہ مکہ حضرت علامہ شیخ ابوالخیر مرداد مکی فرماتے ہے:

''احمد رضا جو اسم بامسمٰی ہے، اس کے کلام کا موتی اس کے معنی کے جوہر سے مطابقت رکھتا ہے، تو وہ محفوظ گنجینوں سے باریکوں کا منتخب خزانہ ہے۔ ٹھیک دوپہر کو چمکنے والا معرفت کا آفتاب ہے۔ علوم ظاہری وباطنی کی مشکلات کا اچھی طرح کھولنے والا ہے۔ جو اس کے فضل پر آگاہ ہوا سے سزاوار ہے کہ یہ کہے:

وان کنت الاخیر زمانہ
لآت بما لم تستطعہ الاوائل
ولیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

زمانے میں گرچہ آخر ہوا
وہ لاؤں جو اگلوں سے ممکن تھا
خدا سے کچھ اس کا اچنبھا نہ جان
کہ ایک شخص میں جمع ہو سب جہان (۲۹)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کی بے مثال علمی وعملی عظمتوں کو دیکھ کر دل عقیدت سے معمور ہوجاتے ہیں، گردنیں ادب واحترام سے خم ہوجاتی ہیں اور زبانیں پکار اٹھتی ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

مآخذ ومراجع

(۱) نقرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون، ص ۳۸
(۲) البقرہ ۲:۲۶۹
(۳) حاشیہ جلالین، ص ۴۲، حاشیہ ۲۷
(۴) سورہ النحل ۱۶:۴۴
(۵) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۶۹
(۶) مقدمہ جامع الاحادیث، ص ۴۰۲
(۷) فاطر ۴۱:۳۵
(۸) الاحزاب ۳۳:۴۰
(۹) تقریظ بے مثیل، مشمولہ مقدمہ جامع الاحادیث، ص ۱۹
(۱۰) یوسف ۱۲:۷۶
(۱۱) الدولۃ المکیہ، ص ۲۶۸
(۱۲) الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیۃ، ص ۲۷۰
(۱۳) النحل ۱۶:۸۹
(۱۴) الدولۃ المکیہ، ص ۲۷۵
(۱۵) الملفوظ دوم، ص ۴۹
(۱۶) الفیوض المکیہ، ص ۲۷۳
(۱۷) سورۃ ص ۳۸:۷۵
(۱۸) المؤمنون: ۲۳: ۴۶
(۱۹) (۱) الحجر: ۱۵: ۳۰ (۲) ص: ۳۸: ۷۳
(۲۰) فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۵۔
(۲۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، ص ۳۸
(۲۲) سورۃ لقمان ۳۱:۳۴
(۲۳) فتاویٰ رضویہ، جلد اول، ص ۴۰۸
(۲۴) البقرہ ۲ : ۲۶۸
(۲۵) تعلیقات رضا بر تفسیر معالم التنزیل، ص ۱۲، تحقیق وترتیب وترجمہ حضرت علامہ محمد صدیق صاحب، مدظلہ ہزاروی، پاکستان۔
(۲۶) سورۃ لقمان ۳۱:۳۴
(۲۷) تعلیقات رضا، ص ۲۸
(۲۸) سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۶۳
(۲۹) تصدیقات حسام الحرمین، ص ۱۱۵

☆☆☆

امام المحدثین
احمد رضا خاں قادری
علیہ الرحمہ الرضوان

پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد مسعود احمد مدظلہ العالی۔ *

☆ امام احمد رضا علیہ الرحمہ، (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) اپنے عہد کے جلیل القدر عالم اور محدث تھے، انہوں نے ۵۴ علوم وفنون کا خود ذکر کیا ہے، (۱)۔ جس میں ان کو تبحر حاصل تھا، علم حدیث میں تبحرو تعمق کا اندازہ ان کے بیشتر رسائل اور فتاویٰ سے لگایا جاسکتا ہے بالخصوص الفضل الموھبی (مطبوعہ لاہور ۱۳۹۷ھ) سے جس کا عربی ترجمہ شائع ہوگیا ہے (۲)۔

علامہ محمد ظفر الدین رضوی نے الافادۃ الرضویہ کے عنوان سے علم حدیث میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے افادات کو جمع کیا تھا (۳)۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ بظاہر ناممکن نظر آنے والی بات کو احادیث کے ذخیرہ علمی سے اسی طرح ثابت کرتے ہیں کہ انسان حیران ہوجاتا ہے، احادیث کی نہر رواں نظر آتی ہے، کبھی دریا بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ انہوں نے علم حدیث میں جو چمکتا دمکتا نقش قائم کیا تھا ایسا نقش کوئی قائم نہ کرسکا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ۔ مندرجہ ذیل علماء سے سند حدیث حاصل فرمائی۔

۱-شیخ احمد زینی دحلان الشافعی المکی

(۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)

۲-شیخ عبدالرحمن سراج مفتی الاحناف بمکہ

(۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)

۳-شیخ حسین صالح جمل اللیل المکی

(۱۸۸۴/۱۳۰۲ء)

امام احمد رضا بریلوی علم حدیث میں ہر حیثیت سے یگانہ روزگار اور اپنی مثال آپ تھے، ان کی نظر اقسام حدیث پر بھی تھی اور کتب حدیث پر بھی، علامہ محمد حنیف رضوی نے ایسی ۴۰۰ سے زیادہ کتب حدیث دریافت کی ہیں جن سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے استفادہ فرمایا ہے، اللہ اکبر! امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی بلند پایا تصانیف سے علم حدیث اور متعلقات حدیث میں ان کے تبحر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، فن حدیث میں وہ بصیرت کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ساری عمر اس فن کی تحصیل میں گزاری ہے۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل صاحب۔ (استاذ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

امام احمد رضا اصول حدیث، جرح وتعدیل سلسلہ رواۃ اور علم الرجال پر بھی وسیع نظر رکھتے تھے اور انہوں نے مسائل کے استنباط اور ان کی استدلال اور وجوہ استدلال بیان کرنے کے لئے ان علوم سے بھرپور استفادہ کیا ہے''۔ (۴)

*(سرپرست اعلیٰ: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی)

تلمیذ امام احمد رضا، علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی فرماتے تھے:

''علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم رجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کے جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تہذیب وتذہیب میں وہی الفاظ مل جاتے۔(۵)

بقول مولانا رحمٰن علی خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی:

''امام احمد رضا تخریج میں ید طولیٰ کے مالک تھے، اس فن میں ''الروض الجیج فی آداب التخریج'' قلم بند فرمائی اگر اس فن میں اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تو پھر آپ کو اس فن کا موجد کہنا چاہیے''(۶)

(تذکرہ علماء ہند، ص ۱۷)

حدیث میں چہل (اربعین) کی فضیلت آئی ہے، ایک ہی موضوع پر چالیس احادیث کا مجموعہ نظر سے نہیں گزرا، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے سجدہ تعظیمی کی حرمت پر اپنے رسالے ''الزبدة الزکیه فی تحریم سجود التحیه'' میں چالیس احادیث جمع کردی ہیں۔ اس سے علم حدیث میں ان کی وسعت نظر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تعجب ہے پھر بھی ابوالحسن علی ندوی یہ فرمائیں:

قلیل البضاعة فی الحدیث والتفسیر(۷)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ کون کون سی کتب حدیث آپ کے درس اور مطالعہ میں ہیں۔ آپ نے پچاس سے زیادہ کتب حدیث کے نام گنادیے (۸)۔ یہ تو تھیں وہ کتب احادیث جو درس ومطالعہ میں رہیں۔ جن کتب حدیث سے استفادہ کیا ان کی تعداد ۴۰۰ سے بھی زیادہ ہوگی۔ علم حدیث میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تبحر کی یہ شان تھی کہ جب ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت، کے تاسیسی جلسہ میں علمائے سہارنپور، کانپور، رامپور، جونپور، بدایوں کی موجودگی میں محدث سورتی مولانا وصی احمد علیہ الرحمہ نے تقریر کی فرمائش کی تو امام احمد رضا نے مسلسل تین گھنٹے پر مغز اور مدلل تقریر فرمائی اور علم حدیث کا دریا بہا کر علماء کو حیران کردیا(۹)۔ جب سننے والا ہو تو بات کرنے کو جی چاہتا ہے، امام احمد رضا علیہ الرحمہ علم حدیث کے حوالے سے جب معاصرین پر تنقید فرماتے تو علم حدیث کا خزانہ ابلتا ہوا نظر آتا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے شعور پر علم حدیث چھایا ہوا تھا، ان کا ظاہر و باطن سنت کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، کوئی بات کوئی کام کوئی تحریر حدیث کے خلاف نہ تھی۔ ان کی شاعری میں بھی اکثر اشعار احادیث کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں جب کہ دوسرے بہت سے مشہور و معروف شعراء کی شاعری قرآن وحدیث سے یکسر خالی نظر آتی ہے بیشک جس نے زندگی کو جانا پہچانا، اس نے قرآن و حدیث کی ترجمانی کی، جو زندگی سے بے خبر رہا وہ قرآن وحدیث سے بے خبر رہا، خواہ وہ علم ودانش کی کتنی ہی بلندیوں تک پہنچا۔

سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ نے راقم سے ایک ملاقات میں فرمایا کہ تاج العلماء سید محمد میاں قادری فرماتے ہیں(۱۰)

''کہ امام احمد رضا کے افادات بھی افاضات ہوتے تھے''

علامہ محمد ظفر الدین رضوی (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) نے اپنی کتاب جامع الرضوی جلد دوم مطبوعہ حیدرآباد سندھ (۱۹۹۳ء) کے مقدمے میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے افادات کا ذکر فرمایا ہے۔ جن کی تعداد ۳۲ رہے ان سب کا تعلق علم حدیث سے ہے۔ وہ مقدمہ میں فرماتے ہیں:

ولنقدم قبل الشروع فی المقصود مقدمة یشتمل فوائد التقطتها من تصانیف العلماء لاسیما سیدی وملاذی و شیخی واستاذی شیخ الاسلام و المسلمین، وارث علوم سید المرسلین، مؤید الملة الطاهره، مجدد المأة الحاضرة مولانا الشاہ احمد رضا خان القادری البرکاتی البریلوی نفعنا اللہ ببرکاتہ فی الدنیا والآخرۃ۔ (ص ۳)

فن حدیث میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی بصیرت و وسعت کو دیکھ کر علمائے عرب نے آپ کو امام المحدثین کے لقب سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی شریف اور مدینہ منورہ کے عالم شیخ یٰسین احمد الخیاری نے اس لقب سے یاد کیا ہے۔ (۱۱)

اور حافظ کتب حرم شیخ اسمٰعیل مکی تحریر فرماتے ہیں:

شیخ المحدثین علی الاطلاق (رسائل رضویہ، ج ۲، ۷، ص ۲۶۰ / لاہور ۱۹۷۶ء)

نہ صرف منقولات میں بلکہ معقولات میں امام احمد رضا کی یہی شان ہے، اس لئے شیخ علی بن حسین مالکی (مدرس مسجد حرام مکہ مکرمہ) نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو مرکز دائرۃ المعارف فرمایا ہے۔ (۱۲)

۱۹۹۲ء میں راقم کا علیگڑھ جانا ہوا وہاں ہندوستان کے مشہور فاضل شبیر حسن غوری سے بھی ملاقات ہوئی جو علم زیجات میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے حاشیہ زیج الیلخانی پر کام کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا:

''اس فن میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کچھ فرمایا وہ مستعار نہیں وہ ان کا اپنا معلوم ہوتا ہے''

پیشہ ور واعظین

''آج کل نہ کم علم بلکہ نرے جاہلوں نے کچھ الٹی سیدھی اردو دیکھ بھال کر حافظہ کی قوت، دماغ کی طاقت و زبان کی طلاقت کو شکار مردم کا جال بنایا ہے......

(۱)......اول تو انہیں وعظ کہنا حرام ہے،

(۲)......دوسرے ان کا وعظ سننا حرام ہے،

(۳)......تیسرے وعظ و پند کو جمع مال یا رجوع خلق کا ذریعہ بنانا گمراہی، مردود و سنت نصاریٰ و یہود ہے۔

(قول اعلیٰ حضرت: احسن الوعاء)

ڈاکٹر ایس. ایم. خالد الحامدی (جامعہ ملیہ، دہلی) اپنے ایک مکتوب (مولفہ ۲۰ / فروری ۱۹۹۲ء) میں علم حدیث میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تصانیف کی تعداد ۴۰ ربتائی ہے، اس کی تفصیل انہوں نے اپنے مقالے میں دی ہوگی جو علم حدیث میں پاک و ہند کے علماء کی خدمات پر قلم بند کیا ہے۔ فقیر کے علم میں جو کتب ہیں ان مین سے چند کے نام پیش کرتا ہوں:

۱ — النهی الاکید (۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء)

۲ — الهاد الکاف (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء)

۳ — حاجز البحرین (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء)

٤ — مدارج طبقات حدیث (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء)

٥ — الاحادیث الواقیه، (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء)

٦ — الفضل الموهبی، (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء)

راقم کے کتب خانہ میں علم حدیث سے متعلق امام احمد رضا الرحمہ کے ۲۱ مخطوطات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱ — حاشیہ میزان الاعتدال

۲– حاشیه شفاء السقام

۳– حاشیه تعقبات علی الموضوعات

٤– حاشیه کتاب الاسماء والصفات

٥– کشف الاحوال فی نقد الرجال

٦– حاشیه العلل المتناهیه

۷– حاشیه ارشاد الساری

۸– حاشیه سنن ابن ماجه

۹– حاشیه مسند احمد

۱۰– حاشیه الدرمکنون

۱۱– حاشیه اصابه فی معرفة الصحابه

۱۲– حاشیه خلاصه تذهیب الکمال

۱۳– حاشیه جامع فصولین

١٤– حاشیه اشعة اللمعات

١٥– حاشیه مفتاح السعادة

١٦– حواشی شرح الصدور

۱۷– حاشیه فتح المغیث

۱۸– حواشی مقاصد حسنه

۱۹– حاشیه حصر الرشاد

۲۰– حاشیه الترغیب و الترهیب

۲۱– حاشیه نیل الاوطار

علم حدیث اور دوسرے علوم منقولہ و معقولہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مہارت کو دیکھتے ہوئے کراچی یونیورسٹی کے شعبہ قرآن و سنت کے مختلف پرچوں میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے علوم وفنون کو شامل کیا گیا ہے۔

مثلاً تفسیر، حدیث، اسلامی معیشت، اسلامی سیاست، سائنس وغیرہ

علم حدیث پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تبحر، بصیرت اور صحت نظری کا اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علمائے حرمین شریفین اور علمائے عرب نے علم حدیث میں آپ سے اجازتیں لیں، (۱۳)۔ راقم کے علم میں کوئی ایسا عجمی عالم نہیں کہ دنیائے عرب میں جس کی اتنی پذیرائی ہوئی ہو، اور جس سے علماء نے اس قدر اجازات اور سندات حدیث لی ہوں، مکہ معظمہ کے مشہور عالم علامہ سید محمد بن علوی مالکی نے کراچی میں دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے درس حدیث کی ایک محفل میں خود فرمایا کہ:

"ان کے والد ماجد سید علوی مالکی نے امام احمد رضا کے صاحبزادے مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ سے اجازت لی اور خود انہوں نے بھی اجازت حاصل کی"

علم حدیث اور علوم دینیہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تبحر کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے خود سندات اجازات جاری نہیں کیں بلکہ علمائے حرمین شریفین نے آپ سے خود سندات اجازات طلب کیں۔

الاجازاۃ المتینه لعلماء بكة والمدینة،

(۱۳۲٤ھ/۱۹۰٦ء)

مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم، لاہور ۱۹۷٦ء میں جو خطوط شامل ہیں ان سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ شیخ عبدالقادر ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اجازات عمومیہ کی سندوں کا جو آپ نے وعدہ فرمایا تھا اسے روانگی سے پہلے پورا فرمائیں گے" (۱۴)

اور سید اسمٰعیل محافظ کتب حرم، مکہ معظمہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> "آپ نے مجھ حقیر اور میرے بھائی سے وعدہ فرمایا تھا کہ اپنی مرویات کی سند بھیجوں گا، وہ سند ابھی تک نہیں پہنچی" (۱۵)

اور سید مامون البری المدنی لکھتے ہیں:

> "جب آپ مدینہ طیبہ کے عالی دربار میں حاضر ہوئے تھے تو مجھ فقیر سے بنا بر فضل و کرم وعدہ فرمایا تھا کہ حدیث وتفسیر وغیرہ علوم دینیہ کی سند دوں گا، فقیر اس وعدے کی تکمیل اور اس کی کتابت و ترسیل کا منتظر ہے" (۱۶)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے علماء حرمین شریفین کی خواہش پر سات سندیں جاری کی ہیں جو مندرجہ ذیل علمائے کرام کے نام بھیجی گئیں۔

سید شیخ اسمٰعیل مکی، سید جمیل مکی، سید مامون البری المدنی، سید ابو حسین المرزوقی، شیخ سعد الدهان، شیخ عبدالرحمن الدهان، شیخ عابد حسین، شیخ علی بن حسین، شیخ جمال بن محمد الامیر، شیخ عبدالله میرداء، شیخ عبدالله دحلان، شیخ بکر رفیع المکی، شیخ حسن العجمی، شیخ عمر بن حمدانی المحرسی المدنی، شیخ احمد الخضرادی، سید ابو بکر بن سالم البار العلوی، سید محمد عثمان دحلان، شیخ محمد یوسف، سید شیخ محمد سعید، سید محمد المغربی، وغیرہ وغیرہ (۱۷)

ہندوستان کے ایک عالم مولوی انور شاہ کشمیری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ علم حدیث میں بڑی مہارت رکھتے تھے، پروفیسر ڈاکٹر رضوان اللہ (استاذ شعبہ سنی دینیات علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ) نے اسی یونیورسٹی سے مولوی انور شاہ کشمیری کے حالات اور علمی خدمات پر ڈاکٹریٹ کیا تھا، یہ تحقیقی مقالہ شائع بھی ہوگیا، راقم نے جب اس کو پڑھا تو حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی، حیرت اس لئے کہ جو کچھ کہا گیا تھا نظر نہ آیا اور افسوس اس لئے کہ علماء نے مبالغہ ہی سے نہیں اغراق سے کام لیا، یہ کام تو سیاستدانوں اور صحافیوں کا ہے، علماء کا نہیں۔ علم حدیث کے حوالے سے جب مولوی انور شاہ کشمیر کا امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے تقابل کیا جاتا ہے تو مولوی انور شاہ کشمیری کی شخصیت دبی ہوئی نظر آتی ہے۔

پاکستان کے مشہور عالم مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری نے اپنے فتاویٰ نوریہ میں مولوی انور شاہ کشمیری کا عالمانہ اور محققانہ محاکمہ کیا ہے۔ (۱۸)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مختلف جہتیں ہیں اور بے شمار خوبیاں ہیں، چند ایک یہ ہیں:

۱- احادیث کے ظاہر ہی نہیں باطن پر بھی نظر رکھتے ہیں اور منشاء رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلہ فرماتے ہیں۔

۲- جتنا اہم مسئلہ ہوتا ہے اتنے ہی پایہ کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں مگر تحقیق کا آغاز قرآنی آیات سے کرتے ہیں۔

۳- جہاں عقائد میں فساد کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں دفع فساد کے لئے کم تر اہم روایت کو زیادہ اہم روایت پر ترجیح دیتے ہیں۔

۴- جہاں کسی بزرگ کی شان میں کوئی مخالفانہ فتویٰ دینے پر مجبور ہوتے ہیں وہاں خود فتویٰ نہیں دیتے بلکہ فقہاء کا قول نقل

کر دیتے ہیں۔

۵- احیاء سنت میں اپنے موقف پر استقامت کے ساتھ قائم رہتے اور ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

۶- فیصلہ کرتے وقت اپنے اور بیگانے میں تمیز نہیں کرتے جو حق سمجھتے، وہی بیان کرتے، حق کو نہیں چھپاتے۔

۷- اسلاف سے اختلاف ہوتا ادب سے اختلاف کرتے اور اپنے دلائل پیش فرماتے، کبھی رعایت بھی فرماتے ہیں اور اپنی بات منوانے کے لئے ''مصیطر'' نہیں بنتے۔ کسی حالت میں ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علمی تحقیقات کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ محقق و مفکر اور فقہاء کو مفسر و محدث بھی ہونا چاہیے، مدبر اور مؤدب و مہذب بھی ہونا چاہیے، مجاہد و غازی بھی ہونا چاہیے، صرف کسی کی رائے نقل کر دینے سے مفتی نہیں ہوتا، جس کے فیصلے کی بنیاد حجج ساطعہ اور براہین قاطعہ پر ہو اور جو دانش برہانی کے ساتھ ساتھ دانش نورانی سے بھی فیض یاب ہو وہی مفتی و مفکر ہوتا ہے۔

فن حدیث میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تبحر نے فقہ حنفی کی تائید میں احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ فراہم کیا ہے جو اس سے پہلے سامنے نہ آیا تھا، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فقہ حنفی کی اولیت اور حقانیت ثابت کر دی، اس لئے ایسے مجموعہ احادیث کی ضرورت تھی جس سے فقہ حنفی کی تائید ہوتی ہے۔

چونکہ فاضل بہاری امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید تھے اور قریب رہے اس لئے ان کو احادیث کا بہت سا ذخیرہ ان کے فتاویٰ رضویہ اور دوسرے بہت سے رسائل و کتب میں مل گیا جس نے اس منزل کو آسان کر دیا۔ چنانچہ آپ نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ذخیرہ احادیث سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

فاضل بہاری نے اس کام کو فقہی ابواب کی ترتیب پر چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ جلد دوم کے پہلے چار حصے ان کی زندگی میں ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۷ء کے درمیان آگرہ اور پٹنہ سے شائع ہوئے۔

پہلا حصہ آگرہ سے، تین حصہ پٹنہ سے، پھر یہ چار حصے ایک جلد میں پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب (۱۹)۔ (پروفیسر ایمرٹس سندھ یونیورسٹی، پاکستان) ۱۹۹۲ء میں شائع کئے۔ عنوان جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری''

یہ ۹۶۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں نوہزار دوسوستاسی (۹۲۸۷) احادیث شامل ہیں۔ جامع الرضوی کی پہلی جلد کا مخطوطہ پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو کی عنایت سے ۱۹۹۲ء میں راقم کو ملا جس پر رضا فاؤنڈیشن، لاہور میں کام ہو رہا ہے، جو غالباً مکمل ہو چکا ہے۔ جامع الرضوی میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ذخیرہ احادیث کے ساتھ ساتھ دوسری کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

اور اس کو فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق مدون کیا گیا ہے۔

دوسرا اہم کام مولانا محمد عیسیٰ رضوی نے کیا ہے، انہوں نے نہ صرف فتاویٰ رضویہ کو سامنے رکھا اور جس ترتیب سے فتاویٰ رضویہ میں احادیث آئی ہیں اسی ترتیب سے تین جلدوں میں مرتب کیا ہے، عنوان یہ ہے۔

امام احمد رضا اور علم حدیث (۱۹۹۹ء) اور تفصیل یہ ہے:

۱-جلد اول	صفحات ۶۶۴	دہلی ۱۹۹۹ء
۲-جلد دوم	صفحات ۵۵۲	دہلی ۱۹۹۹ء

۳- جلد سوم   صفحات ۶۰۸   دہلی ۱۹۹۹ء

تیسرا اہم کام علامہ محمد حنیف رضوی نے کیا ہے۔ آپ نے فتاویٰ رضویہ اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی دوسری تصانیف سے ذخیرہ احادیث جمع کر کے فقہی ابواب کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔ یہ اہم کام سالوں کی محنت شاقہ کے بعد وجود میں آیا، اخلاص اور لگن سے ہی کام یہ ہوسکتا تھا۔

فاضل مؤلف نے احادیث کے اس نادر مجموعہ کا نام ''جامع الاحادیث'' رکھا ہے اور دوسرا عربی نام ''المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویہ'' تجویز کیا ہے۔ اس کتاب کی ۳۰×۲۰ سائز میں چھ جلدیں ہیں جن میں احادیث کی تعداد چار ہزار سے کچھ کم اور صفحات کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے۔ اس مجموعے کی خوبیاں تو بہت ہیں مگر چند ایک یہ ہیں:

۱- مقدمہ ایک جلد میں ہے جس میں تدوین حدیث، تاریخِ حدیث اور اصول حدیث وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

۲- کتاب کی چار فہرستیں ہیں۔ فہرستِ آیات، عنوانات کی فہرست مسائل ضمیہ کی فہرست، اور احادیث کے عربی الفاظ کے حروفِ تہجی کی ترتیب پر فہرست، نیز مآخذ ومراجع کی فہرست۔

۳- احادیث کی ترتیب ابواب فقیہ کے انداز پر رکھی گئی ہے جس میں کتب حدیث کے طرز پر تقریباً تمام ابواب ہیں۔

۴- احادیث کو کلی طور پر حوالوں کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔

۵- حوالہ جات میں اکثر مقامات پر چار سے لے کر بیس کتب حدیث کے حوالے دئے گئے ہیں۔ یہ کام نہایت اہم اور مشکل اور صبر آزما ہے۔

۶- امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جن احادیث کا صرف ترجمہ لکھا تھا تلاش کر کے اصل متون بھی لکھے گئے ہیں۔

۷- حوالہ جات کو نیچے لکھا گیا ہے پرانے انداز پر درمیان میں نہیں۔

۸- کتاب، باب اور فصل کی سرخیاں قائم کی گئی ہیں۔

۹- کثیر احادیث کے تحت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے افادات لائے گئے ہیں جن سے احادیث کی معنوی تشریح خود امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے قلم سے ہوگئی ہے۔

۱۰- جن عربی عبارات سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے احادیث کے معانی کی وضاحت کی تھی ان سب کا اردو میں خلاصہ لکھ دیا گیا ہے۔

۱۱- حدیث سے متعلق امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جہاں بھی اصولی بحث کی ہے ان سب کی اردو میں تلخیص لکھدی گئی ہے۔

۱۲- احادیث کے ساتھ اقسامِ حدیث کی بھی وضاحت کرائی گئی ہے۔

۱۳- عربی متن میں قولِ رسول اللہ ﷺ پر اعراب لگائے گئے ہیں، یہ کام بھی اہم ہے، کیوں کہ آج کل طلبہ اور بعض اساتذہ عربی متون پڑھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں اور حدیث کا صحیح متن پڑھنا ضروری ہے جتنا قرآن کا صحیح متن پڑھنا۔

۱۴- کتاب میں روایانِ حدیث کے مختصر احوال بھی لکھدئے ہیں۔ تحقیق کے نقطۂ نظر سے دور جدید کی یہ ایک اہم ضرورت ہے مگر عام و خاص کتب تاریخ میں اس کا اہتمام نہیں رکھا جاتا رہا ہے جھوٹ سچ جو ایک نے کہدیا کافی سمجھا جاتا رہا ہے۔ صرف مصنف ہی کو دلیل سمجھا جاتا ہے۔

۱۵- اس مجموعۂ احادیث میں ان امور کے بارے میں

احادیث کا بڑا ذخیرہ مل جاتا ہے جن کو ایک طبقہ شرک و بدعت سے تعبیر کرتا ہے اور ان لوگوں کیلئے راحت جاں ہے جو بات بات پر حدیث طلب کرتے ہیں اور خود ہر کام حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔ یہ اور اس قسم کی اور خوبیاں اس کتاب میں ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ فاضل مولف زید عنایتہ کو اجر عظیم عطا فرمائے کہ انہوں نے صرف برسوں کی محنت شاقہ کے بعد چمنستانِ رضا سے گل بوٹے، چن چن کر گلدستہ بنایا ہے جو ہر ایوانِ علم و دانش میں سجانے کے قابل ہے۔ یہ ''جامع الاحادیث'' جب تک پڑھی جائے گی صدقۂ جاریہ ہے، یہ ایک سرچشمۂ صافی ہے جس سے تشنگان علوم دینیہ سیراب ہوتے رہیں گے۔ فقیر بصمیم قلب فاضل مؤلف علامہ محمد حنیف خاں رضوی دام عنایتھم کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے اور ممنون ہوں کہ فقیر کو بھی اس صدقۂ جاریہ میں شامل کرلیا گیا۔

علم حدیث کے حوالے سے امام احمد رضا پر تحقیق جاری و ساری ہے۔ پاکستان میں علامہ منظور احمد سعیدی زید مجدہ کراچی یونیورسٹی کراچی سے فقیر کی نگرانی میں مندرجہ ذیل موضوع پر کام کررہے ہیں:

''احمد رضا کی خدمت علوم حدیث کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''

پہلے مرحلے ۱۹۹۷ء میں ایم فل کیلئے ان کا رجسٹریشن ہوا تھا اب وہ دوسرے مرحلے میں آگئے اور پی ایچ ڈی کا مقالہ قلمبند کررہے ہیں، امید ہے کہ ایک دوسال میں یہ مرحلہ بھی طے ہوجائے گا، فاضل موصوف نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت دس ابواب قائم کئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱- پہلے باب میں صحابہ، مجتہدین، محدثین کی خدماتِ حدیث کا جائزہ لیا ہے۔

۲- دوسرے باب میں امام احمد رضا کی حیات پر روشنی ڈالی ہے

۳- تیسرے باب میں علمی آثار کا ذکر کیا ہے۔

۴- چوتھے باب مین اساتذہ، شیوخ، تلامذہ، مستفدین و متاثرین کا ذکر کیا ہے۔

۵- پانچویں باب میں حجیتِ حدیث میں امام احمد رضا کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔

۶- چھٹے باب میں اصول حدیث میں امام احمد رضا کی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔

۷- ساتویں باب میں احادیث سے طرق استدلال میں امام احمد رضا کی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔

۸- آٹھویں باب میں تعدیل و تجریح اور اسماء الرجال میں خدمات کا ذکر کیا ہے۔

۹- نویں باب میں علوم حدیث میں امام احمد رضا کی تحریرات کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔

۱۰- دسواں باب مآخذ و مراجع کیلئے مخصوص ہے جن کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے۔

الغرض امام احمد رضا محدث بریلی پر کام ہوتا رہے گا، ان کے علم و فضل کے مختلف گوشے سامنے آتے رہیں، اہل علم و دانش حیران ہوتے رہیں گے، اندھیریاں چھٹتی رہیں گے، روشنیاں پھیلتی رہیں گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

تو میری رات کو ماہتاب سے محروم نہ رکھ
تیرے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی

☆☆☆

(۱)

(۲)

(۳)

(۴)

(۵)

(۶)

(۷)

نوٹ:

(۸)

(۹)

(۱۰)

حوالہ جات

(۱) الاجازۃ الرضویہ (۱۳۲۳ھ) مشمولہ رسائل رضویہ، لاہور ۱۳۹۶ ج ۲، ص ۲۹۹-۳۰۷

(۲) الفضل الموہبی، مطبوعہ مجلس رضا لاہور ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء

(۳) محمد ظفر الدین رضوی، صحیح البہاری، ص ۴-۲۶، حیدر آباد سندھ ۱۹۹۲

(۴) ڈاکٹر محمد طفیل، حدیث نبوی فتاویٰ رضویہ کا بنیادی ماخذ معارف رضا، کراچی ۱۹۹۳ء، ص ۳۹

(۵) خطبۂ صدارت ناگپور ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۰۰ء بحوالہ، معارف رضا کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۲۱۔ مقالہ محمد انور نظامی، علوم حدیث اور محدث بریلوی، ص ۱۹-۳۳

(۶) محمد انور نظامی، علوم حدیث اور محدث بریلوی، معارف رضا ۱۹۹۸

(۷) ابوالحسن ندوی، نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۴

نوٹ: تعجب ہے کہ ابوالحسن ندوی نے یہ بات کیسے لکھ دی، اصل کتاب ان کے والد حکیم عبدالحیٔ لکھنوی کی تالیف ہے۔ ابوالحسن علی ندوی نے اس میں اضافے کئے ہیں۔ یہ اضافہ بھی انہیں کا ہے۔ ۱۹۹۱ء میں راقم علی گڑھ گیا تھا، وہاں صدر شعبہ سنی دینیات پروفیسر اقبال احمد انصاری سے ملاقات ہوئی جو نزہۃ الخواطر کے جدید ایڈیشن کے نگراں تھے۔ جب ان کے علم میں یہ بات لائی گئی تو انہوں نے کشادہ دلی سے کہا کہ کتاب میں جو غلطیاں ہوں ان کی نشاندہی کر دی جائے۔ دوسرے دن وہ نزہۃ الخواطر کے متعلقہ اوراق کی فوٹو کاپی فقیر کی قیام گاہ پر لائے جب کہ فقیر روانہ ہونے والا تھا۔ چوں کہ راقم سفر میں تھا اس لئے اغلاط کی نشاندہی اور اصلاح نہ کر سکا، شاید بعد میں پاکستان سے ضروری مواد بھیج دیا گیا تھا۔ (مسعود)

(۸) اظہار الحق الجلی، مطبوعہ، ۱۹۹۶ء، ص ۲۴

(۹) یٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۳۲۔ (ملخصاً)

(۱۰) آپ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے مرشد کریم شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کے حقیقی بھائی شاہ اولاد رسول کی اولاد امجاد سے تھے۔ مسعود) اصل قول علامہ سید ہدایت رسول لکھنوی علیہ الرحمۃ برکاتی سے مروی ہے (وجاہت)

(۱۱) الدولۃ المکیہ (مع تقریظات) کراچی، ص ۷۰

(۱۲) الدولۃ المکیہ (مع تقریظات) کراچی، ص ۱۵۸

(۱۳) رسائل رضویہ، لاہور ۱۹۷۶ء ج ۲۷، ص ۲۲۷-۳۵۹

نوٹ: علماء حرمین شریفین سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا **تفصیلی تعارف** اس وقت ہوا جب آپ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کیلئے دوبارہ حاضر ہوئے، تعارف کی تقریب یہ ہوئی کہ ہندی مخالفین نے مسئلہ علم غیب سے متعلق ایک استفتاء پیش کیا وہ یہ سمجھے کہ آپ سفر میں ہیں اور کتابیں ساتھ نہیں، شاید جواب نہ لکھ سکیں گے، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے محض قوت حافظہ کی بنا پر ایسا فاضلانہ اور محققانہ جواب لکھا کہ علماء حیران رہ گئے۔ اس فتویٰ کا نام "الدولة المكية بالمادة الغيبية" رکھا، پھر یہ فتویٰ شریف مکہ کے دربار میں ساڑھے تین سو علماء عرب کے سامنے دو نشستوں میں پڑھا گیا جس سے امام احمد رضا کا غائبانہ تعارف ہوا۔ پھر بات پھیلتی چلی گئی اور زیارت کا شوق بڑھتا چلا گیا۔ اس فتویٰ پر بکثرت علمائے عرب نے تقاریظ لکھیں جس کی تفصیل راقم کی کتاب امام احمد رضا اور عالم اسلام کراچی ۲۰۰۰ء اور پروفیسر ڈاکٹر سید حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ (استاد جامعہ ازہر شریف، قاہرہ، مصر) کی کتاب "الامام الاکبر المجدد محمد احمد رضا خاں والعالم العربی" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

(۱۴) رسائل رضویہ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۵۶

(۱۵) رسائل رضویہ، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۵۸

(۱۶) رسائل رضویہ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۶۶

(۱۷) رسائل رضویہ جلد دوم، ص ۲۵۶-۳۵۹

(۱۸) مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری، فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ اکاڑوی

(۱۹) پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے، غالباً سب سے پہلے علم حدیث کے حوالے سے مقالہ قلم بند کیا، عنوان تھا امام احمد رضا اور علم حدیث، یہ مقالہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند (لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۱۳۴) جلد اول میں شائع ہوا۔

☆☆☆

امام احمد رضا اورفنِ تطبیقِ روایاتِ حدیث

علامہ مولانا محمد حنیف رضوی*

امام احمد رضا خان قادری حنفی بریلوی علیہ الرحمہ (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) جس طرح علم فقہ میں مسندِ امامت پر فائز تھے اسی طرح علم حدیث میں بھی انہیں امام المحدثین کا درجہ حاصل تھا۔ علم حدیث میں ان کی مہارت کا ثبوت اصولِ حدیث اور اصطلاحات حدیث میں ان کی تحقیقات وتنقیحات ہیں۔

مختلف روایات میں تطبیق کا فن اصولِ حدیث کا ایک نہایت اہم عمل ہے جو علم حدیث میں مکمل دسترس کے بغیر ممکن نہیں۔

درج ذیل مثال میں ہم امام احمد رضا کی اس فن میں محدثانہ شان کی جھلک پیش کر رہے ہیں۔

(ص ۴۲۳ر الامن والعلی تا ۳۸ر الامن والعلی ۲۲۱)

مختلف روایت میں تطبیق:

☆ الامن والعلی میں بحوالۂ مشکوٰۃ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث نقل فرمائی:

لا تقولوا ماشاء الله وشاء فلان ، ولكن

قولوا ماشاء الله ثم شاء فلان

نہ کہو جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں۔ بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ پھر چاہے فلاں

اس حدیث کے ساتھ ایک منقطع روایت شرح السنۃ سے یوں مذکور ہے۔ لاتقولوا: ماشاء الله وما شاء محمد وقولوا ما شاء الله وحده ، نہ کہو جو چاہے اللہ محمد ﷺ، یوں کہو کہ جو چاہے ایک اللہ۔

اس روایت منقطع کو نقل کر کے امام الوہابیہ (اسمٰعیل دہلوی) نے ''تقویۃ الایمان'' (جو اصل میں تفویۃ الایمان ہے) میں لکھا تھا:

یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے گو کیسا ہی بڑا ہو۔ مثلاً یوں نہ بولو کہ اللہ رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا''

اب امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی اس پر مضبوط دلائل کے ساتھ گرفتیں ملاحظہ کریں۔ فرماتے ہیں:

''ہم اس مطلب کی احادیث اول ذکر کریں پھر بتوفیقہ تعالیٰ ثابت کر دکھائیں کہ یہی حدیثیں اس (امام

*(''جامع الاحادیث''، پرنسپل: جامعہ نوریہ رضویہ، بریلوی شریف، انڈیا)

الوہابیہ) کے شرک کا کیسا سرتوڑتی ہیں"

اس کے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی نے چند احادیث ذکر فرمائی ہیں جو مختصراً یوں ہیں۔

مسند احمد وسنن ابی داؤد میں مختصر اور سنن ابن ماجہ میں مطولاً بسند حسن یوں ہے:

ان رجلا من المسلمین رائ فی النوم انه لقی رجلا من اهل الکتاب فقال:

نعم القوم انتم لولا تشرکون ، تقولون : ماشاء الله وشاء محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ، وذکر ذلک للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال : اما والله ان کنت لاعرفها لکم ، قالوا: ماشاء الله ثم ماشاء محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم .

یعنی اہل اسلام سے کسی کو خواب میں ایک کتابی ملا، وہ بولا! تم بہت خوب لوگ ہو اگر شرک نہ کرتے، تم کہتے ہو: جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد ﷺ، ان مسلم نے یہ خواب حضور سید عالم ﷺ سے عرض کی! فرمایا، سنتے ہو! خدا کی قسم تمہاری اس بات پر مجھے بھی خیال گزرتا تھا، یوں کہا کرو! جو چاہے اللہ پھر جو چاہیں محمد ﷺ۔

سنن ابن ماجہ میں دوسری روایت ابن عباس سے یوں ہے:

اذا حلف احد کم فلا یقل ماشاء الله وشئت، ولکن یقل ماشاء الله ثم شئت—

"جب تم میں کوئی شخص قسم کھائے تو یوں نہ کہے کہ جو چاہے اللہ اور میں چاہوں۔ ہاں یوں کہے جو چاہے اللہ پھر میں چاہوں"

تیسری روایت ام المومنین سے بخوہ ہے۔

چوتھی روایت مسند احمد میں طفیل بن سنجرہ سے اس طرح آئی کہ مجھے خواب میں کچھ یہودی ملے، میں نے ان پر اعتراض کیا کہ تم حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کیوں کہتے ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا، تم خاص کامل لوگ ہو اگر یوں نہ کہو کہ جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد ﷺ۔ پھر کچھ نصاریٰ ملے ان سے بھی اسی طرح گفتگو ہوئی میں نے پورا خواب حضور کی خدمت میں عرض کیا، حضور نے اس کے بعد خطبہ دیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

انکم کنتم تقولون کلمة کان یمنعنی الحیاء منکم ان انها کم عنها ، لاتقولوا ماشاء الله وماشاء محمد(ﷺ)

"تم لوگ ایک بات کہا کرتے تھے، مجھے تمہارا لحاظ روکتا تھا کہ تمہیں اس سے منع کردوں، یوں نہ کہو جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد ﷺ"

سنن نسائی میں قتیلہ بنت صفی سے روایت ہے:

ان یهودیا اتی النبی ﷺ فقال انکم تندون وانکم تشرکون ، تقولون: ماشاء الله وشئت ، وتقولون والکعبة فامر هم النبی ﷺ اذاارادوا ان یحلفوان یقولوا: ورب الکعبة، ، ویقول احد: ماشاء الله ثم شئت .

"ایک یہودی نے خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کی، بیشک تم لوگ اللہ کا برابر والا ٹھہراتے ہو، بیشک تم لوگ شرک کرتے ہو، یوں کہتے ہو کہ جو چاہے اللہ اور جو چاہو تم، اور کعبہ کی قسم کھاتے ہو۔ اس پر سید عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا قسم کھانا چاہیں تو یوں کہیں، رب کعبہ کی قسم اور کہنے والا یوں کہے جو چاہے اللہ پھر چاہو تم"

مسند احمد میں روایت یوں آئی کہ:

"یہود کے ایک عالم نے خدمت اقدس حضور سید عالم

علیہ میں حاضر ہو کر عرض کی۔ اے محمد ﷺ آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر شرک نہ کریں، فرمایا! سبحان اللہ، یہ کیا؟ کہا! آپ کعبہ کی قسم کھاتے ہیں۔ اس پر سید عالم ﷺ نے کچھ مہلت دی یعنی ایک مدت تک کچھ ممانعت نہ فرمائی، پھر فرمایا: یہودی نے ایسا کہا تھا، تو اب جو قسم کھائے وہ رب کعبہ کی قسم کھائے۔

دوسری روایت میں اس طرح آیا:

''یہودی نے کہا! اے محمد ﷺ آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر اللہ کے برابر والا نہ ٹھہرایئے''

فرمایا! سبحان اللہ یہ کیا؟

کہا! آپ کہتے ہیں، جو چاہے اللہ اور چاہو تم۔

اس پر سید عالم ﷺ نے ایک مہلت تک کچھ نہ فرمایا بعدہ فرمایا۔ اس یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو کہے کہ جو چاہے اللہ تعالیٰ تو دوسرے کے چاہنے کو جدا کر کے کہے پھر چاہو تم۔

ان تمام روایت کو نقل کر کے محدث بریلوی فرماتے ہے:

''امام الوہابیہ نے ان سب کو بالائے طاق رکھ کر شرح السنۃ کی ایک روایتِ منقطع دکھائی اور بحمد للہ اس میں بھی کہیں اپنے حکم شرک کی بو نہ پائی۔ اب بحمد للہ ملاحظہ کیجئے کہ یہ ہی حدیثیں اس کے دعویٰ شرک کو کس کس طرح جہنم رسید کرتی ہیں:

اولاً، احادیث سے ثابت کہ صحابہ کرام نے یہ جملہ کہ:

''اللہ و رسول چاہیں تو یہ کام ہو جائے یا اللہ اور تم چاہو تو ایسا ہوگا''

شائع و ذائع تھا۔ حضور ﷺ اس پر مطلع تھے بلکہ عالم یہود کے ظاہر الفاظ تو یہ ہیں کہ خود حضور ﷺ بھی ایسا فرماتے تھے اور امام الوہابیہ اس کو شرک کہتا ہے۔ معاذ اللہ تو اس کے نزدیک سب مشرک ہوئے۔

ثانیاً، حدیث طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تو یہ بھی ہے کہ حضور نے فرمایا، اس لفظ کا خیال مجھے بھی گزرتا تھا مگر تمہارے لحاظ سے منع نہ کرتا تھا، تو معاذ اللہ امام الوہابیہ کے نزدیک حضور نے دانستہ شرک کو گوارہ فرمایا اور صحابہ کے لحاظ پاس کو اس میں دخل دیا۔

ثالثاً، گویا یہودی کے قول سے ممانعت ہوئی اور سچی توحید اس مشرک نے سکھائی۔

رابعاً، قتیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے تو یہ بھی ثابت کہ ایک عرصہ تک حضور نے ممانعت نہ فرمائی اور پھر خیال آیا۔

خامساً، ان سب کے باوجود حضور نے جو تعلیم دی وہ یہ تھی کہ (اور) نہ کہا کرو بلکہ (پھر) کہا کرو۔ یعنی شرک سے بچنے کی تعلیم ایسی دی کہ پھر بھی وہ شرک ہی ٹھہری۔ معاذ اللہ۔ ان تمام مواخذوں کے بعد معارضہ قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مسلمانو! للہ انصاف، جو بات خاص شان الٰہی عزوجل ہے اور جس میں کسی مخلوق کو کچھ دخل نہیں اس میں دوسرے کو خدا کے ساتھ ''اور کہہ کر ملایا تو کیا اور ''پھر'' کہہ کر ملایا تو کیا۔ شرک سے کیونکر نجات ہو جائے گی۔ مثلاً

زمین و آسمان کا خالق ہونا، اپنی ذاتی قدرت سے تمام اولین و آخرین کا رزاق ہونا خاص خدا کی شانیں ہیں۔ کہ اگر کوئی یونہی کہے کہ اللہ و رسول خالق السموات ولارض ہیں، اللہ و رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق عالم ہیں، جبھی شرک ہوگا؟

اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔

مسلمانو! گمراہوں کے امتحان کے لئے ان کے

سامنے یونہی کہہ دیکھو کہ اللہ پھر رسول عالم الغیب ہیں، اللہ پھر رسول ہماری مشکل کھولدیں، دیکھوتو یہ حکم شرک جڑتے ہیں یانہیں اسی لئے تو عیار مشکوٰۃ کی اس حدیث متصل صحیح ابی دلعاد کی میر بحری بچا گیا تھا جس میں لفظ ''پھر'' کے ساتھ اجازت ارشاد ہوتی تھی تو ثابت ہوا کہ اس مردک کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے یہودی کا اعتراض پا کر بھی جو تبدیلی کی وہ خود شرک کی شرک ہی رہی۔

یہ تو ان (امام الوہابیہ اور اس کے اذیال واذناب) کے طور پر نتیجۂ احادیث تھا، ہم اہل حق کے طور پر پوچھوتو۔

اقول، وباللہ التوفیق، بحمد اللہ تعالیٰ نہ صحابہ نے شرک کیا اور نہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ نے شرک سنکر گوارہ فرمایا، کسی کے لحاظ پاس کو کام میں لانا ممکن تھا نہ یہودی مردک تعلیمِ توحید کرسکتا تھا، بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ مشیت حقیقیہ ذاتیہ مستقلہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اور مشیت عطائیہ تابعہ لمشیۃ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد کو عطا کی ہے، مشیت محمد رسول اللہ ﷺ کو کائنات میں جیسا کچھ دخل عظیم بعطائے رب جلیل وکریم جل جلالہ ہے وہ ان تقریرات جلیلہ سے کہ ہم نے زیر حدیث ۱۲۶/ (حضرت علی کیلئے سورج پلٹانا) ذکر کیں واضح آشکار ہے۔

جب اس یہود خبیث نے جس کے خیالات امام الوہابیہ کے مثل تھے اعتراض کیا اور معاذ اللہ شرک کا الزام دیا حضور اقدس ﷺ کی رائے کریم کا زیادہ رجحان اسی طرف ہوا کہ ایسے لفظ کو جس میں احمق بدعقل، مخالف، جائے طعن جانے دوسرے سہل لفظ سے بدل دیا جائے کہ صحابہ کرام کا مطلب تبرک وتوسل برقرار رہے اور مخالف کج فہم کو گنجائش نہ ملے مگر یہ بات طرز عبارت کے ایک گونہ آداب سے تھی معناً تو قطعاً صحیح تھی لہٰذا اس کافر کے بکنے کے بعد بھی چنداں لحاظ نہ فرمایا گیا یہاں تک کہ طفیل بن سخبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خواب دیکھا اور رویائے صادقہ القائے ملک ہوتا ہے اب اس خیال کی زیادہ تقویت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ بارگاہ عزت میں یہی ٹھہرا ہے کہ یہ لفظ مخالفوں کا جائے طعن ہے بدل دیا جائے جس طرح رب العزت جل جلالہ نے راعنا کہنے سے منع فرمایا تھا کہ یہود وعنود اسے اپنے مقصد مردود کا ذریعہ کرتے ہیں اور اس کی جگہ انظرنا، کہنے کا ارشاد ہوا تھا ولہٰذا خواب میں کسی بندۂ صالح کو اعتراض کرتے نہ دیکھا کہ یوں تو بات فی نفسہ محل اعتراض ٹھہرتی بلکہ خواب بھی دیکھا تو انہیں یہود ونصاریٰ اس امام الوہابیہ کے خیالوں کو معترض دیکھا تا کہ ظاہر ہو کہ صرف دہن دوزیٔ مخالفان کی مصلحت داعیِ تبدیلِ لفظ ہے اب حضور اقدس ﷺ نے خطبہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یوں نہ کہو کہ اللہ ورسول چاہیں تو کام ہوگا بلکہ یوں کہو اللہ پھر اللہ کا رسول چاہے تو کام ہوگا (پھر) کا لفظ کہنے سے وہ تو ہم مساوات کہ ان وہابی خیالات کے یہود ونصاریٰ یا یوں کہیے کہ ان یہودی خیالات کے وہابیوں کو گزرتا ہے باقی نہ رہے گا ''الحمدللہ علی تو اتر الائه والصلوٰۃ والسلام علی انبیاء'' اہل انصاف ودین ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تقریر منیر کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر القاہوئی کیسی واضح ومستنیر ہے جسے ان احادیث کو ایک مسلسل سلک گوہرین میں منظوم کیا اور تمام مدارج ومراتب ومرتبہ کا بحمد اللہ تعالیٰ نورانی نقشہ کھینچ دیا الحمد للہ کہ یہ حدیث فہمی ہم اہلسنت ہی کا حصہ ہے وہابیہ وغیر ہم بدمذہبوں کو اس سے کیا علاقہ ہے ''ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم، والحمدللہ رب العلمین۔(الامن والعلی ۲۲۱)

☆☆☆

علامہ محمد یوسف العطاری المدنی*

نہیں کیا گیا بلکہ مشیت الٰہی عزوجل یہی تھی کہ قرآن پاک کے جملہ علوم و معارف، حضور پرنور، شافعِ یوم النشور، سرورِ دوعالم، نور مجسم، تاجدار عرب و عجم، شاہِ بنی آدم، سرکار ذی وقار، جناب احمد مختار ﷺ کو سکھائے جائیں اور پھر دوسرے لوگ آپ ﷺ کی بارگاہ میں اپنی جبینِ نیاز جھکا کر علوم و معارف سے اپنی جھولیاں بھرتے جائیں، چنانچہ شہنشاہِ کائنات، حضور فخرِ موجودات ﷺ نے قرآنی اجمال کی تفسیر اپنی زبانِ حق ترجمان سے فرمائی اور اپنے جاں نثار صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو زمانے بھر کے لئے ہدایت کے درخشندہ ستارے بنا دیا ان سے ہدایت کا یہ نور تابعین، اکابر علمائے دین اور اولیائے کرام علیہم الرحمۃ نے حاصل کیا اور اپنی تصنیفات کے ذریعے رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کے لئے اس کے فیض کو عام کر دیا ان تمام باتوں کے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دراصل نورِ ہدایت وہی ہے جس کا سرچشمہ حضور ﷺ ہیں اور اسے عامۃ المسلمین تک پہنچانے والے اکابر علماء و اولیائے کرام علیہم الرضوان ہیں ورنہ آج اگر کوئی محض قرآن پاک کا اردو، فارسی یا انگریزی ترجمہ پڑھ کر محض اپنی قوتِ تخیل کے بل بوتے پر حقیقت کا سراغ لگانا چاہے اور اسلاف کرام علیہم الرضوان کا دامن جھٹک کر صرف اپنی ننھی سے کھوپڑی پر بھروسہ کرے تو اسے راہ حق سے بھٹکنے میں ایک لمحہ کی تاخیر نہیں ہوگی اور نفسِ امارہ اور شیطان لعین اسے اس طرح اپنے شکنجے میں لے لیں گے کہ پھر شاید موت آنے تک اس کی آنکھیں خواب غفلت سے بوجھل ہی رہیں گی اور دنیا کی کوئی طاقت اسے تباہی و بربادی سے نہیں بچا سکے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے محض اپنی عقل اور لفظی ترجمے کو معیار بنانا پرلے درجے کی بے وقوفی ہے اگر ایسی بات ہوتی تو صحابۂ کرام علیہم الرضوان جو کہ اہل زبان تھے وہ سب کے سب منشائے قرآن خود سمجھ جاتے اور حضور ﷺ کو کسی بات کی بھی وضاحت نہ فرمانی پڑتی۔ تیسری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ حضور آقائے دو عالم ﷺ چونکہ افصح العرب ہیں یعنی عرب و عجم میں حضور ﷺ جیسا قادر الکلام اور کم الفاظ میں بے شمار نکات بیان کرنے والا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ اس لئے عام صحابۂ کرام علیہم الرضوان بھی حضور اقدس ﷺ کے احکامات کو سمجھنے کے لئے اکابر صحابہ کرام مثلاً خلفائے راشدین، سیدنا عبداللہ بن

(فاضل جامعۃ المدینہ، کراچی)

دعا

دعا میں صرف مدعا پر نظر نہ رکھے بلکہ نفس دعا کو صرف مقصود بالذات جانے کہ وہ خود عبادت بلکہ مغز عبادت ہے مقصد ملنا نہ ملنا در کنار لذتِ مناجات نقد وقت ہے۔ (قولِ اعلیٰ حضرت: ذیل المدعا لاحسن الوعاء)

مسعود، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنھم وغیرہ کی بارگاہ میں جایا کرتے تھے اور حدیث پاک کا لفظی ترجمہ جاننے اور صحابی ہونے کے باوجود اپنی رائے پر اکابر صحابہ رضی اللہ عنھم کی رائے کو فوقیت دیتے تھے اور اسی کو تقلید کہتے ہیں گویا تقلید کی اصل ہمیں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی سیرت و کردار میں ملتی ہے پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے شاگردوں (تابعین) نے قرآن و حدیث کے احکامات کو اپنے اساتذہ یعنی صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے عمل کی روشنی سے سمجھا اور محض لفظی ترجمے اور اپنی عقل پر بھروسہ نہیں کیا اس طرح وہ گمراہی سے محفوظ رہے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہدایت کے چراغ بن گئے ہدایت کے انہی مقدس چراغوں میں سے ایک سراج الائمہ حضرت سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے کوفہ میں آنکھ کھولی جو اس وقت علم و علماء کا مرکز تھا۔ پھر تقریباً بیس (۲۰) صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ان اکابر تابعین سے علم دین حاصل کیا جو اس وقت مرجعِ خلائق تھے آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن و حدیث کے احکامات کو اکابر علماء کی تعلیمات کی روشنی میں سمجھا، اخذ کیا اور کمالِ تفتیش کے بعد انہیں باقاعدہ مدون کرلیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ مسائل کے فقہی مجموعے کو روز اول ہی سے علمائے حق کی تائید

بدعا

اپنے اور اپنے احباب کے نفس و اہل و مال و ولد پر بددعا نہ کرے۔ کیا معلوم کہ وقت اجابت (قبولیت) ہو اور وقوع بلا پر ندامت ہو۔

(قول اعلیٰ حضرت: ذیل المدعا لاحسن الوعاء)

حاصل رہی اور آج تقریباً ایک ہزار تین سو سال کے بعد بھی امت مسلمہ کا تین چوتھائی کے لگ بھگ حصہ اسی فقہی مجموعے کی پیروی کرتا نظر آتا ہے۔ قرآن و حدیث اور اکابر علماء علیہم الرضوان کے اقوال کی روشنی میں کمال احتیاط کے ساتھ فقہ حنفی کی تدوین فرمانے والے کروڑوں حنفیوں کے اس امام کے خوفِ خدا اور تقویٰ و اخلاص کا یہ عالم تھا کہ ارشاد فرمایا:

"اذا صح الحدیث فھو مذھبی"

"یعنی جب تمہیں میرے فتوے کے خلاف کوئی صحیح حدیث ملے تو پھر میرا فتویٰ بھی وہی ہوگا جو حدیث میں بیان کیا گیا ہے"

یہاں دو باتیں سمجھنی نہایت ضروری ہیں:

(۱) یہ اجازت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کسے عطا فرمائی یعنی آپ رضی اللہ عنہ کا مخاطب کون؟ عام شخص یا عام عالم یا کوئی مخصوص صلاحیت والا عالم؟

(۲) اس فرمان میں "صحیح حدیث" سے کون سے؟ "صحت" مراد ہے سند کے اعتبار سے صحت یا قابل عمل ہونے کے اعتبار سے حدیث کی صحت۔

مستطاب "الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" میں چودھویں صدی کے مجدد برحق، شیخ الاسلام امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے بطور خاص ان ہی

دوسوالوں کا جواب بڑے محققانہ انداز میں دیا ہے اور اس کتاب میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کی وہی آن بان نظر آتی ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کا خاصہ ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس مختصر کتاب میں مندرجہ ذیل امور کا بیان فرمایا:

(۱) ضعیف حدیث پر اگر علمائے مجتہدین عمل فرمائیں تو وہ قوی ہو جاتی ہے اس سلسلے میں تین اکابرین کے اقوال نقل فرمائے۔

(۲) بعض اوقات سنداً صحیح حدیث کو مجتہدین ترک فرمادیتے ہیں، اس ترک کرنے کے اٹھارہ (۱۸) اسباب بیان فرمائے اور صحابہ، تابعین و اکابر علماء مجتہدین علیہم الرضوان کے عمل سے اس کی سات امثلہ تحریر فرمائیں نیز پانچ اقوال بھی نقل کئے اور وہابیہ خذلھم اللہ کے شیخ الکل کی گواہی بھی پیش کی۔

(۳) قرآن وحدیث و اجماع سے احکام کے استنباط کے لئے جن چار منازل کا طے کرنا شرط ہے ان کی توضیح فرمائی۔

(۴) مجتہد کے قول کا انکار کرنا کیسا ہے؟ اس کا حکم ارشاد فرمایا

(۵) وہابیہ خذلھم اللہ کے شیخ کی جہالت عن الحدیث کے (۲۰) نظائر رقم فرمائے۔

(۶) سوال میں موجود مرزا صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کے کلام کی نفیس تنقیح فرمائی۔

(۷) حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ الربانی کے کلام سے دس (۱۰) فوائد اخذ کئے کتاب مستطاب کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں صحت حدیث سے مراد وہ صحت ہے جو اس حدیث کے قابل عمل ہونے کے لئے درکار ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی پتہ چلتا ہے کہ اس فرمان کا مخاطب نہ تو عوام ہیں نہ ہی عام علماء بلکہ وہ حضرات اس فرمان کا مخاطب ہیں جو مجتہد فی المذہب کے منصب پر فائز ہیں مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر رضی اللہ عنہم۔ اور ان کے نیچے پانچ (۵) درجات کے علماء رحمہم اللہ اس فرمان کے مخاطب ہرگز نہیں اس لئے آج کے کسی ''ننھے مجتہد'' کو اس سلسلے میں اپنی ننھی سے کھوپڑی پر زور ڈالنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

☆☆☆

''برصغیر میں تحریکِ ترکِ تقلید اور فتاویٰ رضویہ''

﴿ایک تحقیقی تجزیہ﴾

ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری*

دسویں صدی ہجری کے بعد برصغیر (پاک و ہند و بنگلہ دیش) کی دینی تحریکات میں کئی ایسی تحریکیں نمودار ہوئیں جن کے گمراہ کن افکار و نظریات سے معاشرے میں سخت منفی اثرات مرتب ہوئے اور سب سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) اور آپ کے خلفاء (اور حضرت شیخ محقق عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ) نے ان کے پھیلائے ہوئے گمراہ کن فتنوں کا قلع قمع کیا، انہیں تحاریک میں ایک تحریک مھدویت بھی تھی(۱)۔ پھر رفتہ رفتہ مختلف ادوار میں اور کئی تحریکوں نے جنم لیا، جن میں تحریک فرائضی (بانی شریعۃ اللہ بنگالی ۱۷۸۱ء) تحریک مجاہدین، (۱۷۸۶ء) (محرکین سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل الدہلوی) تحریک آزادی ہند (۵۶-۱۸۵۷ء) (محرکین مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ و مولانا صدر الدین الدہلوی، مولانا شاہ احمد سعید مجددی اور مفتی عنایت احمد کاکوروی علیہم الرحمۃ وغیرہ تھے) لیکن ان تحاریک میں تحریکِ ''ترک تقلید'' کو ایک بنیادی اہمیت اس لئے حاصل ہوگئی تھی کہ اس تحریک کے محرکین نے اپنی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت شاہ محمد اسحاق الدہلوی سے جوڑ لی تھی بلکہ بعض مؤرخین کے مطابق ۱۸۵۷ء سے قبل ہی اس تحریک نے بہت زور پکڑ لیا تھا اور تحریک کے بانیوں نے ایسی کتابیں تحریر کیں اور ایسے عقائد و نظریات کا پرچار کیا جو ہندوستانی مسلمانوں کے مابین شدید فرقہ ورانہ اختلافات کا باعث بنا۔(۲)

مولانا ابو الکلام آزاد مزید لکھتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کی جماعت سے علماء حجاز اور عوام کو سخت تعصب و عناد پیدا ہوگیا تھا اور انہوں نے غیر مقلد ہونے کو عملاً ایک بہت بڑا جرم قرار دے رکھا تھا اور وہ وہابیوں کی اس جماعت کو ایک باغیانہ جماعت سمجھتے تھے (۳)۔

اس کے برخلاف ہندوستان میں غیر مقلدوں کی تحریک روز بروز فروغ پارہی تھی اور شاہ محمد اسحٰق الدہلوی سے وابستگی کا اظہار کرنیوالے میاں نذیر حسین سورج گڑھی ''بہاری'' ثم الدہلوی غیر مقلدین کی جماعت کے امام قرار دیدیئے گئے تھے ان کی نگرانی میں اس جماعت کے عقائد و نظریات کی اشاعت و تبلیغ کا کام زوروں سے جاری تھا اور میاں نذیر حسین بہاری دہلوی کو ہندوستان میں برسر اقتدار انگریز حکمرانوں کی مکمل حمایت بھی حاصل ہوگئی تھی۔

اس وقت غیر مقلدوں سے ٹکر لینا یا ان کا محاسبہ کرنا

(صدر، شعبۂ علومِ اسلامی، جامعہ کراچی)

حکومت وقت کی مخالفت کے مترادف سمجھا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود ۱۸۵۷ء سے قبل امام المتکلمین مولانا فضل حق خیر آبادی، سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول بدایونی، قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، اور مولانا نقی علی خاں بریلوی اور ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا لطف اللہ علیگڑھی ،امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی، مولانا وصی احمد محدث سورتی (علیھم الرحمۃ والرضوان) اور دیگر علماء نے ''تحریک عدم تقلید'' کے فتنہ کی سرکوبی کے لئے کھل کر کام کیا اور مولانا ارشاد حسین رامپوری نے تو میاں نذیر حسین کے اعتقادات پر مشتمل ایک کتاب ''معیار الحق'' کا رد ''انتصار الحق'' کے نام سے لکھا اور اسی طرح اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے ایک خلیفہ مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدوں کے عقائد کے رد میں ایک کتاب ''تنزیہہ الرحمان'' تصنیف فرمائی۔ بعد میں مولانا لطف اللہ علیگڑھی نے بھی غیر مقلدون کے عقائد پر سخت تنقید کی۔

مکہ معظمہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا خیر الدین دہلوی (والد بزرگوار ابوالکلام آزاد) غیر مقلدوں کے رد میں بہت پیش پیش تھے اور انہوں نے حجاز کے ایک عظیم فقیہ و محدث و مفسر شیخ احمد سید دحلان مکی کے اصرار پر تقلید کے جواز میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ ایک کتاب لکھی۔ جو کہ دس جلدوں پر مشتمل تھی۔

بقول ابوالکلام آزاد سرزمین عرب پر رد وہابیت کے زور و شور نے ہندوستان کے غیر مقلدوں میں بڑی بے چینی پیدا کردی تھی چنانچہ وہ مسلسل اس کوشش میں لگے رہے تھے کہ ''عدم تقلید'' کی تحریک کو مستحکم بنانے کے لئے کسی صورت ''مرکز المسلمین'' مکہ معظمہ کے ارباب اختیار سے تائید وحمایت حاصل کی جائے۔ مگر ان کو اپنی ہر کوشش میں منہ کی کھانی پڑی، ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان سے علماء وہابیہ غیر تقلیدیہ ہندوستان کی ایک جماعت جو اکتیس افراد پر مشتمل تھی اپنے عقائد کی تائید حاصل کرنے کیلئے مکہ معظمہ پہنچی۔ اس جماعت میں مولوی محمد انصاری، مفتی محمد مراد بنگالی ،شیخ عبداللطیف، قاضی محمد سلیمان جونا گڑھی اور کئی افراد شامل تھے۔ اس جماعت کے مکہ معظمہ پہنچنے پر مولانا خیر الدین الدہلوی والد مولانا ابوالکلام آزاد نے جو ان دنوں مکہ میں ہی تھے شدید احتجاج کیا اور شریف مکہ سے مطالبہ کیا کہ ان کے عقائد کی تحقیقات کریں۔ چنانچہ شریف مکہ نے ایک مجلس مقرر کردی اور مولانا خیر الدین نے اس مجلس کے سامنے علماء غیر تقلیدیہ کی اس جماعت سے سترہ سوالات کئے جن میں ''وجوب تقلیدِ شخصی'' استحبابِ قیام، زیارتِ قبور کے لئے سفر اور استمد اد و توسلِ اولیاء بالصالحین وغیرہ سے متعلق جوابات طلب کئے گئے تھے۔ بقول مولانا ابوالکلام آزاد ،اس موقع پر بجز، تین شخصوں کے اور سب غیر مقلد مولویوں نے تقیہ کیا اور کسی نے بھی استقامت نہ دکھائی۔ چنانچہ اکتیس افراد پر مشتمل اس جماعت کو خارج البلد کر دیا گیا، اور حجاز کی پولیس نے انہیں جدہ ،لاکر ''برٹش کونسل'' کے حوالہ کر دیا، جہاں سے یہ لوگ جہاز میں بیٹھ کر ممبئی واپس آ گئے۔

حضور ﷺ کے اسم گرامی لکھنے کا ادب

قلم بھی ایک زبان ہے ''ﷺ'' کی جگہ مہمل بے معنی ''صلعم'' لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے یونہی کچھ الم غلم بکنا۔ (قول اعلیٰ حضرت: فتاویٰ افریقہ)

سرزمینِ حجاز سے غیر مقلدین کی جماعت کا اخراج

بظاہر تو علماءِ اہل سنت کے نزدیک بڑا مستحسن عمل تھا لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان میں غیر مقلدون (وہابیوں) کی سرگرمیوں کا دائرہ اور وسیع ہوگیا۔ تحریکِ عدمِ تقلید والوں نے فقہ کی عدمِ ضرورت پر نہ صرف اصرار کیا بلکہ بعض متشدد افراد نے مقلدوں پر کفر کے فتوے لگادئے، جیسا کہ کتاب ''اعتصام السنہ'' مطبوعہ کانپور مصنفہ مولوی عبداللہ محمدی ساکن الہ آباد میں درج ہے کہ چاروں ائمہ اربعہ کے پیروکار اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور اسی طرح چشتی، قادری، نقشبندی، ومجددی یہ سب لوگ کافر ہیں۔ (۴)

غیر مقلدوں کی ان فتنہ سامانیوں نے سواد اعظم اہل سنت احناف میں ایک ہیجان پیدا کردیا تھا، علماء اہل سنت نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس گروہ کے سربراہ میاں نذیر حسین الدہلوی کو انگریز حکمرانوں کی پوری طرح تائید وحمایت حاصل ہے۔ بلاخوف وخطر اور مصلحت سے بالاتر ہوکر اس فتنہ کی شدید مذمت کی۔

اس کے علاوہ جب ۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۸۸۳ء میں میاں نذیر حسین نے سفرحج کا ارادہ کیا تو ان کو خیال پیدا ہوا کہ شاید مخالفین مکہ میں کوئی رکاوٹ پیدا کریں چنانچہ انہوں نے اس ارادہ کا اظہار فرنگی حکمرانوں سے کیا بقول ابوالکلام آزاد:

> ''مولانا نذیر حسین نے ایامِ غدر میں نوجوان انگریز خاتون ''مسز لیسنس'' کی جان بچائی تھی اس لئے حکام سے ان کے تعلقات اچھے تھے۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر دہلی کے ذریعہ سے فارن آفس (دفتر خارجہ) میں سلسلہ جنبانی کی اور جدہ میں برٹش کونسل کے نام ایک سفارشی چھٹی بھجوائی جس میں لکھا تھا کہ ان کی حفاظت کی جائے اور جو ضرورت انہیں پیش آئے حتیٰ الامکان اس میں پوری مدد دی جائے''

میاں نذیر حسین نے ۱۰/ اگست ۱۸۸۳ء بمطابق ۵ ذی قعد ۱۳۰۰ھ کو کمشنر دہلی مسٹر جے. ڈی. ٹریلیٹ اور مسز لیسنس کے شوہر سے بھی سفارشی خطوط حاصل کئے جن میں لکھا گیا کہ، مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں۔ جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے وہ اپنے فرض زیارتِ کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور پر اس مدد کے مستحق ہیں۔ انگریزی عبارت ''الحیات بعد المممات'' نامی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ (۵)

مولانا ابوالکلام آزاد کا بیان ہے کہ ہندوستان میں اس وقت چونکہ تقلید اور عدمِ تقلید کا فتنہ زوروں پر تھا اور مولوی نذیر حسین غیر مقلدین کے سب سے بڑے شیخ سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے فوراً مکہ اطلاع دی گئی کہ جماعت وہابیہ کا سب سے بڑا سرغنہ آرہا ہے اگر یہاں کوئی کاروائی نہ کی گئی تو اس بات کو وہابی حجاز میں اپنی فتح سے تعبیر کریں گے اور عوام میں اس سے بہت بڑا فتنہ ہوگا۔

ساتھ ہی ساتھ مولوی نذیر حسین کی کتابوں اور فتاویٰ کے بعض مطالب کا عربی ترجمہ کرکے پیش کیا گیا۔

جامع الشواھد کی اشاعت:

میاں نذیر حسین کی سفرحجاز پر روانگی سے قبل یعنی ذیقعد ۱۲۷۸ھ میں غیر مقلدوں اور مقلدوں کے درمیان شہر دہلی میں جو میاں نذیر حسین کا ہیڈ کوارٹر تھا شدید تنازعہ بھی پیدا ہوگیا تھا۔ نزاع

کی یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ دیوانی اور فوجداری عدالت میں مقدمات دائر ہوگئے، میاں نذیر حسین نے اس سلسلہ میں کمشنر دہلی سے مدد چاہی تھی، اور کمشنر نے فریقین کے بعض افراد کو اپنی کوٹھی پر طلب کر کے باہم ملاپ اور دفعہ فساد کرانا چاہا۔ چنانچہ ۲۸ ذیقعد ۱۲۹۸ھ کو ایک معاہدہ پر فریقین میں موجود علماء طلباء اور شہریوں کے دستخط موجود تھے۔ دہلی کے عوام اہل سنت نے اس معاہدہ کا مکمل احترام کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرلی۔ لیکن غیر مقلدوں نے اس معاہدے کو بڑی تعداد میں شائع کرا کے پورے ہندوستان میں تقسیم کردیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ معاہدہ نہیں فتویٰ ہے، جو فریقین کے علماء نے مشترکہ دستخطوں سے جاری کیا ہے۔

غیر مقلدوں کی یہ حرکت سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے لئے بہت تکلیف کا باعث ہوئی۔ خصوصاً دہلی کے علماء اہل سنت نے اس کا سختی کے ساتھ نوٹس لیتے ہوئے ہندوستان کے علماء سے اپیل کی کہ وہ غیر مقلدوں کے اس پروپیگنڈہ کا جواب دیں اور غیر مقلدوں کی مذہبی حیثیت مسلمانان ہند پر واضح کریں علماء کی اس اپیل کا پورے ہندوستان میں خیر مقدم کیا گیا اور متعدد کتابیں، رسالے ردغیر مقلدین میں شائع ہوئے۔

تنازعۂ دہلی سے پیدا ہونے والی کشیدگی ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی کہ میاں نذیر حسین کے ارادہ حج نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ایک مرتبہ پھر علماء اہل سنت، کمربستہ ہوگئے۔ ادھر مکہ مکرمہ سے مولانا خیر الدین دہلوی (والد ابوالکلام آزاد) نے علماء ہند کے نام مکتوب ارسال کئے کہ وہ میاں نذیر حسین کے عقائد کے سلسلے میں فتویٰ ارسال کریں تاکہ یہاں ان کی مضبوط گرفت کی

سختی و نرمی

دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔ (قول اعلیٰ حضرت: الملفوظ)

جا سکے۔ اس موقع پر فقیہ اعظم، محدث کبیر، مولانا وصی احمد محدث سورتی شیخ الحدیث مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت نے میاں نذیر حسین دہلوی اور ان کے تلامذہ کی عبارتوں سے ایک فتویٰ ''جامع الشواھد فی اخراج الوہابیین عن المساجد'' ترتیب دیا جس پر علماء دہلی، دیوبند، لدھیانہ، کانپور، فرنگی محل اور ممبئی کے دستخط و مواھیر ثبت تھے (۶)۔ یہ فتویٰ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے ''دارالافتاء'' سے جاری ہو کر ''مطبع فیض محمدی''، لکھنؤ سے شائع ہوا، اور پورے ہندوستان میں تقسیم کیا گیا حضرت فقیہ اعظم مولانا وصی احمد محدث سورتی نے اس فتویٰ کی کچھ کاپیاں ہندوستان کے عازمین حج کے ساتھ حجاز بھی روانہ کیں۔ مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ ﷺ خلف مولانا فضل رسول بدایونی (رحمۃ اللہ علیہ) ﷺ بھی اس سال حج بیت اللہ کی زیارت کو جا رہے تھے چنانچہ مولانا وصی احمد نے ان کے ہاتھ جامع الشواہد مولانا خیر الدین، مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمات میں ارسال کیں۔ جو اس وقت حجاز میں ردّ وہابیت و غیر مقلدین کی تحریک میں پیش پیش تھے۔

غرض میاں نذیر حسین جب اپنی جماعت کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچے تو وہاں صورتحال ہی مختلف تھی۔ مولانا خیر الدین حجاز کے حکام کو تمام حقائق سے آگاہ کر چکے تھے اس لئے مکہ مین میاں نذیر حسین اور ان کی جماعت کی نگرانی شروع ہوگئی۔ ابوالکلام آزاد نے میاں نذیر حسین کی ورود مکہ، اور قیام حجاز کی بڑی جامعہ تفصیلات

بیان کی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں ہندوستان میں ایک فتویٰ "جامع الشواھد فی اخراج الوہابیین عن المساجد" کے نام سے مرتب ہوا تھا۔ والد مرحوم (مولانا خیر الدین) نے نذیر حسین مرحوم کے عقائد کی فہرست زیادہ تر اسی "جامع الشواھد" سے اخذ کی تھی البتہ معیار الحق (میاں صاحب کی کتاب) سے تقلید شخصی کے عدم وجوب اور التزام و تعین تقلید شخصی کے مفاسد اور امام صاحب کی تابعین سے تاریخی طور پر انکار اور تحدید ظل مثلین کی عدم صحت اور بعض دیگر مسائل مختلف فیہ میں مذہب محدثین کی توثیق وغیرہ کا ترجمہ کیا گیا تھا اور استدلال کیا گیا تھا کہ ان سے امام صاحب کی تحقیر و توہین ہوتی ہے بہر حال نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا نذیر حسین اور مولانا لطف حسین عظیم آبادی مع ایک اور رفیق کے گرفتار کر لیے گئے اور ایک نہایت ہی تنگ و تاریک کوٹھری یعنی جیل خانہ میں قید کر دیئے گئے۔ چند دن بعد شریف مکہ نے بلایا اور جب انہوں نے اپنی گرفتاری کی وجہ دریافت کی تو بتایا گیا کہ تمہیں "غیر مقلدیت" کی وجہ سے گرفتار کیا گیا ہے۔ مکہ معظمہ اسلام کا اصل مرکز ہے، اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ فاسد خیالات و عقائد رکھنے والوں کا احتساب کریں تاکہ وہ لوگوں کو یہاں گمراہ نہ کر سکیں دوسرے دن شریف کے یہاں ایک مجلس منعقد ہوئی اور اس میں والد مرحوم (مولانا خیر الدین) سے کہا گیا کہ ان کے عقائد کی فہرست پیش کریں۔ فہرست میں سے پہلا الزام امام صاحب (امام ابوحنیفہ) کی توہین کا تھا اور باقی مذکورہ الزامات تھے۔ مولوی نذیر حسین کی طرف سے مولوی لطف حسین تقریر کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہم پر یہ جو الزام ہے کہ ہم وہابی اور غیر مقلد ہیں اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کی جماعت سے ہیں بالکل غلط ہے۔ ہم قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

مختصراً مولانا خیر الدین نے شریف مکہ کی مجلس میں میاں نذیر حسین کے عقائد فاسدہ کی کھل کر تفصیلات پیش کیں اور میاں نذیر حسین اپنی اور اپنے شاگردوں کی تحریر کردہ باتوں سے کھلے بندوں سے منکر ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنی کتاب "معیار الحق" کے بعض مندرجات سے بھی برأت چاہی تھی۔ بقول ابو الکلام آزاد اس پر ثبوت میں "جامع الشواھد" پیش کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ مخالفین کی چیز ہے اور ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ اس پر کسی پشاوری کا ایک رسالہ پیش کیا گیا جو میاں نذیر حسین کا شاگرد تھا۔ مگر انہوں نے بھی اس سے بے تعلقی کا اظہار کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی نذیر حسین مجمل و مختصر بیان دے کر معاملے کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ آخر انہوں نے اس بیان پر اکتفا کیا کہ ہمارا عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ ائمہ اربعہ کو ہم مانتے ہیں۔ چاروں کو حق پر سمجھتے ہیں۔ "امام ابوحنیفہ" کو اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ ان سے بغض کو خلاف شیوہ ایمان سمجھتے ہیں اور کتب فقہ پر عمل کرنا جب تک قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو خود ہمارا شیوہ ہے۔

مکہ معظمہ میں میاں نذیر حسین کی اس پر بھی جان بخشی نہ ہوئی۔ بلکہ "شریف" مکہ کے یہاں تیسری پیشی پر انہوں نے اور ان کے رفیق مولوی سلیمان ابن الحاج اسحٰق جوناگڑھی نے اپنے عقائد کے انکشاف پر شریف مکہ کے روبرو ایک توبہ نامہ تحریر کیا اور تحریر میں "حنفی العقیدہ" ہونے کا اعلان کیا جب یہ اطلاعات ہندوستان پہنچیں تو ہر طرف اس فتنہ عظیم کے استیصال پر خوشیاں منائی گئیں مگر، مکر کے بندوں کا کیا علاج ہو سکتا ہے-؟ ان افراد نے مکہ سے ہندوستان واپسی پر اپنی اس شکست کو مصلحت پر تعبیر کیا اور

از سرنو غیر مقلدیت و وہابیت کی تبلیغ شروع کردی۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں والئی حجاز نے اپنی توہین محسوس کی اوران افراد کے توبہ نامے بڑی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کروادیئے، تا کہ عوام اہل سنت پر صحیح صورتحال واضح ہو سکے۔

۱۳۳۷ھ بمطابق ۱۹۱۹ء میں ایک غیر، مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ہندوستان خصوصاً پنجاب میں آئمہ اربعہ کی تکفیر کرنے اور فتنہ انگیزی میں تمام غیر مقلدوں کو پس پُشت ڈال دیا چنانچہ امرتسر ہی کے ہفت روزہ اخبار ''الفقیہ'' نے اپنی ۵رجولائی ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں یہ توبہ نامے من وعن شائع کردیئے۔ اخبار لکھتا ہے کہ--- ناظرین باتمکین۔ یہ وہ توبہ نامہ ہے کہ مذہب وہابیہ کے غیر مقلدیہ کے امام مولوی نذیر حسین بہاری سورج گڑھی ثم الدہلوی مع جماعت وہابیہ ۱۳۰۰ھ میں جب حج کے واسطے ''مکہ معظمہ'' گئے تھے اور ''والی حجاز'' کوان کی لامذہبیت کی اطلاع ہوئی تو ان کو گرفتار کرا کے محکمہ علیا میں طلب کیا ''مولوی نذیر حسین'' نے وہابیت سے توبہ کی اور بقلم خاص تحریر کیا کہ اب میں وہابیت سے تائب ہوا اور مذہب حنفی اختیار کیا۔ چنانچہ وہ توبہ نامہ حسب الحکم ''والی حجاز'' کے (مطبع امیریہ واقع مکہ معظمہ) ۲۶رذی الحجہ میں ۱۳۰۰ھ میں طبع ہو کر اطراف عالم میں پہنچا، ہر ملک کے لوگ اس توبہ نامہ سے واقف ہوئے۔ اصل توبہ نامہ مطبوعہ مکہ معظمہ حافظ عبداللہ مرحوم (امام مسجد جامعہ بہار) کے مکان میں موجود ہے اور اسکی نقل عالم اہل اسلام کی یاددہانی کے واسطے شائع کی جاتی ہے۔

نقل توبہ نامہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد، فان السید المولوی محمد نذیر

علم ذاتی

علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے۔ اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگر چہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر، غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر ومشرک ہے۔

(قول اعلیٰ حضرت: خالص الاعتقاد)

حسین الدهلوی والحاج المولوی سلیمان ابن الحاج اسحاق الجوناگڑی من غیر المقلدین و صلا، الیٰ مکة المکرمه، فلما ظهر حالهما احضرا، فی المحکمة العلیا واستناما عن العقیده الضالة الجدیدة والطریقة الخبّیثیة الوهابیة، بین یدی حضرة المشیرة المفتخم، والوزیر المعظم، والی ولایة الحجاز، دوالتا، والسید عثمان نوری، لازالت شمس اجلاله، من افق الاقبال، بازغةً، وکتبا بقلمهِمَا ماترجمته هذا، وکذلک تاب کل من کان عقیدة کعقیدتهما من رفقائهما وممن اقام بکة المکرمة وذالک فی السادس والعشرین بین من ذی الحجة من عام ۱۳۰۰ھ۔

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد، مولوی سید نذیر حسین دہلوی اور مولوی الحاج سلیمان ابن الحاج اسحاق جوناگڑھی جو کہ سردار ہیں ایک گمراہ فرقہ غیر مقلدین وہابیہ کے یہ دونوں اشخاص

مکہ مکرمہ میں آئے جب ان کی حقیقت کھلی تو ان دونوں کو محکمہ علیا میں طلب کیا گیا، باز پرس ہوئی، پس دونوں نے توبہ کی اس نئے گندے عقیدے اور طریقہ خبیثہ وہابیہ سے، حجاز مقدس کے فرمانروا و والی سید عثمان نوری (ان کے اقبال کا سورج ہمیشہ ضوفگن رہے) کے دربار میں دونوں اشخاص نے اپنے قلم سے ایک توبہ نامہ لکھا جو درج ذیل ہے اور اس طرح تمام حاضرین میں سے جو لوگ اس عقیدہ کے حامی تھے اور جو ان کے ہم عقیدہ رفیق تھے اور مکہ میں مقیم تھے سب نے توبہ کی۔ ۲۶/ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ"

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً مصلیاً امابعد

"ناچیز سید محمد نذیر حسین متبع ہے سنت و جماعت کا، از روئے عقیدہ و عمل، کہ مجھے معلوم ہے کہ مسلک اہل سنت کے علاوہ ہر مذہب بُرا ہے۔ خواہ رافضیہ کا ہو، خواہ خارجیہ کا ہو، یا وہابیہ کا، اور میں مذہب حنفی پر فتویٰ دیتا ہوں، اور حنفی ہوں، جو مجھ سے لغزشیں ہوئی ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں۔ صلوٰۃ وسلام نازل ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر، صحابہ پر، اور سب پر۔ (الراقم السید محمد نذیر حسین، بقلم خود)

کہا جاتا ہے کہ بنیادی طور پر جامع الشواھد کی ترتیب و اشاعت کا مقصد سرزمین حجاز میں میاں نذیر حسین کے عقائد کی گرفت تھا لیکن بعد میں یہ فتویٰ غیر مقلدوں کے رد میں ایک جامع دستاویز کی شکل اختیار کر گیا اور تقریباً نصف صدی تک اس فتویٰ کی گونج ہندوستان میں سنائی دیتی رہی۔ غیر مقلدوں کے رد میں لکھی جانے والی بیشتر کتابوں میں جامع الشواھد کو علماء نے اپنا ماخذ بنایا اور بیشتر کتابوں میں بطور ضمیمہ بھی اسے شامل کیا۔ ہرچند اس فتویٰ پر مختلف بلاد، و امصار کے علماء کی مواہیر ثبت ہیں اور اس فتویٰ کی عبارتوں کی تصدیق موجود ہے لیکن اس کے باوجود غیر مقلدین ہمیشہ اس کی صحت سے انکار کرتے رہے، چنانچہ ایک غیر مقلد مولوی (شاگرد میاں نذیر حسین) ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے اپنے پرچے "اشاعۃ السنہ" نمبر ۵/جلد ششم بابت ماہ رجب ۱۳۰۰ھ میں ایک اشتہار دیا تھا جس کی عبارت یہ تھی کہ "جو شخص ان اعتقادات اور عملیات کو جو کہ فرقہ غیر مقلدین کی طرف ہے ایک پرچہ جامع الشاھد مطبوعہ فیض محمد لکھنؤ میں منسوب کردیئے گئے ہیں ان کی کتب معتبرہ سے ثابت کردے تو ہزار روپے نقد پائے۔ چنانچہ مولانا عبدالعلی آسی مدراسی نے اپنے رسالہ "تنبیہ الوہابین میں اس اشتہار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ غیر مقلدوں نے "عوام مقلدین حنفیہ" کو بہکانے اور شک ڈالنے کے واسطے یہ ایک نیا طریقہ نکالا ہے تاکہ وہ عوام پر یہ تاثر دے سکیں کہ جو کچھ ہمارے بارے میں تحریر کیا جارہا ہے، یا کیا گیا ہے وہ سب غلط اور بے بنیاد ہے، جبکہ فتویٰ جامع الشواھد میں مفتی لبیب نے پہلے ہی سے باین خیال کہ کسی منکر کو ان کے مان لینے میں گنجائش انکار کی نہ ہو، ہر ایک عبارت کو صفحہ نام کتاب مع تصریح نام، مطبع و مصنف، کتاب کے صاف صاف لکھدیا تھا اور ان ہی غیر مقلدین کی چھپی ہوئی تحریر سے ان کے عقائد فاسدہ اور اعمال کو بخوبی ثابت کردیا ہے پھر ان مسائل کے طلبِ ثبوت میں اشتہار دینا کس قدر تجاھل اور فریب دہیِ عوام ہے؟ اور کتنی بڑی دھوکہ بازی کا یہ کام ہے؟(۷)

اسی زمانہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی سے ایک شخص نے سوال کیا کہ زید اپنے آپ کو حنفی بتاتا ہے اور وہ مولوی نذیر حسین کا مداح ہے اور یوں کہتا ہے کہ جامع الشواھد میں جو عقائد غیر مقلدین کے درج ہیں وہ غلط ہیں۔ صاحب جامع الشواھد نے غیر مقلدوں پر تہمت کی ہے؟

مولانا رشید احمد گنگوھی نے جواب دیا کہ۔ غیب کی بات کو اللہ جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلد تقیہ کر کے اپنے آپ کو حنفی کہہ دیتے ہیں اور واقعہ میں حنفیہ کو مشرک بتلاتے ہیں۔ خود میاں نذیر حسین نے مکہ معظمہ میں غیر مقلد ہونے سے تبری اور حلف کیا اور حنفی اپنے آپ کو بتلایا اور ہندوستان میں وہ ہر روز سخت غیر مقلد تھے اور اب بھی وہ ایسے ہی ہیں۔ سو امام کا جب یہ حال تو ان کے مقتدی کیسے کچھ ہوں گے؟ اور مولوی نذیر حسین کا حنفیوں کو بدتر از ھنود کہنا معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے اور خود ان کے شاگردان، کہ تقلید شخصی کو شرک بتلاتے ہیں تو یہ شخص مداح ان کا کس طرح حنفی ہو سکتا ہے؟ یہ دعویٰ اس کا قابل قبول نہیں بظاہر حال اور جامع الشواھد سے لاریب، دوسرے غیر مقلدین بھی تبریٰ کہتے ہیں مگر جس جس رسائل سے صاحب جامع الشواھد نے عبارتیں نقل کی ہیں ان میں ہرگز تحریف نہیں چند موقع سے بندہ نے بھی اس کا مطالعہ کر دیکھا ہے اور یہ عقائد بعض غیر مقلدین کے بعض معتبروں کی زبانی دریافت ہوئے اور وہ اس کا اقرار کرتے ہیں (۸)

اسی اثنا میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۰ رشوال ۱۳۰۵ھ میں مولانا محمد فضل الرحمٰن امام جامع مسجد صدر بازار، فیروز پور پنجاب نے غیر مقلدوں کے سلسلہ میں ایک مسئلہ دریافت کیا جس کا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ''النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید'' ۱۳۰۵ھ کے تاریخی نام کیساتھ جواب دیا جو ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گیا۔

چنانچہ رسالہ المذکورۃ ''النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید'' سے بعض اقتباسات درج کیئے جاتے ہیں تاکہ عوام و خواص پر یہ واضح ہو سکے کہ برصغیر میں غیر مقلدیت یعنی تحریک ترک تقلید، تمام دینی تحریکات میں کس قدر مضر، گمراہ کن، اور سواد اعظم اہل سنت و جماعت حنفی مسلمانوں کے خلاف، بالخصوص اور تمام فقہاء کے خلاف بالعموم وجود میں لائی گئی تھی اگر امام اہل سنت فاضل بریلوی اور ان کے ہم خیال وفکر، علماء و مشائخ اور خلفا، اس تحریک کا دروازہ نہیں بند کرتے تو شرق تا غرب اس گمراہ کن تحریک کی لپیٹ میں آ چکا ہوتا اور برصغیر میں تو حنفی مسلمانوں کا صفایا ہی ہو چکا ہوتا۔ حضرت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:(۹)

''یا معشر المسلمین یہ فرقہ غیر مقلدین کہ ''تقلید آئمہ دین'' کے دشمن اور بیچارے عوام، اہل اسلام، کے رہزن ہیں مذاہب اربعہ کو چوراھا بتائیں، آئمہ ھدیٰ کو احبار و رہبان ٹھہرائیں سچے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنائیں، قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشادات آئمہ کو جانچنا پرکھنا، ہر عامی جاھل کا کام نہیں ہے، راہ چل کر، نگاہ مچل کر حرام خدا کو حلال کریں اور حلالِ خدا کو حرام کہیں، ان کا بدعتی، بدمذہب، گمراہ ضال، مضل غوی، مبطل، ہونا نہایت جلی واظہر بلکہ عندالانصاف یہ طائفہ تالفہ اھل بدعت سے اَشَرو اَضَرّو اَشنع وَاَفجر، کَمَالَا یَخفٰی عَلٰی ذی بَصَرٍ، ہے صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور شرح السنۃ امام

بغوی، و تهذیب الآثار، و امام طبری، میں موصولاً، وارد ہے کہ "کان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما، یری الخوارج شرار خلق الله، وقال "انهم انطلقوا" نزلت فی الکفار، فجعلوها علی السوم"نین، یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے تھے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں، بعینہ یہی حالت ان حضرات کی ہے کہ آیہ کریمہ "اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًامِنْ دُونِ اللّٰهِ" (القرآن ۹/۳۱) کہ کفار، اہلِ کتاب اور ان کے عمائد وارباب میں اتری، ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہل سنت و آئمہ اہل سنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں، علامہ طاہر پر رحمت غافر کہ "مجمع بحار الانوار" میں قول ابن عمر رضی اللہ عنہما نقل کر کے فرماتے ہیں

یعنی "ان "خارجیون" سے بدتر وہ لوگ ہیں کہ اشراء یہود کے حق میں جو آیتیں اتریں، انہیں امت محفوظہ مرحومہ کے علماء پر ڈھالتے ہیں اللہ تعالیٰ زمین کو ان کی خباثت سے پاک کرے، آمین"

اصل اس گروہ ناحق پژوہ کی کہ نجد سے نکلی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے

یعنی "حضرت نافع سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی، الہٰی! ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں، الہٰی ہمارے لئے برکت رکھ ہمارے یمن میں، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اور ہمارے نجد میں؟، حضور ﷺ نے دوبارہ وہی دعا کی الہٰی! ہمارے لئے برکت کر ہمارے شام میں، الہٰی! ہمارے لئے برکت بخش ہمارے یمن میں، صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اور ہمارے نجد میں؟،

علم عطائی

اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد ﷺ کا حصہ تمام انبیاء، تمام جہاں سے اتم واعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطاء سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ ہی جانتا ہے۔

(قول اعلیٰ حضرت: خالص الاعتقاد)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے گمان میں تیسری دفعہ پر حضور ﷺ نے نجد کی نسبت فرمایا "وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گی سنگت شیطان کی" اس خبرِ صادقِ مخبرِ صادق ﷺ کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پیرو واتباع نے بحکم آنکہ "پدر اگر نتواند پسر تمام کند" تیرھویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا اور ناکردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا م اٹھا نہ رکھا۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ، (القرآن ۷/۱۲۷) حاصل ان کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں، باقی تمام مؤمنین معاذ اللہ مشرک، اسی بنا پر انہوں نے حرمِ خدا، وحریم مصطفےٰ علیه افضل الصلاة والثناء کو، عیاذاً بالله دار الحرب اور وہاں کے سکانِ کرام ہمسایگانِ خدا و رسول کو (خاکم بدھانِ گستاخان) کافر ومشرک ٹھہرایا، اور بنامِ جہاد خروج کر کے لوائے فتنہ عظمیٰ پر شیطنت کبریٰ کا پرچم اڑایا، علامہ فہامہ خاتمۃ المحققین مولانا امین الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی، نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائلہ کا فرمایا، رد المحتار حاشیہ در مختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد، باب البغاۃ میں، زیرِ بیانِ خوارج فرماتے ہیں:

یعنی "خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ

عبدالوہاب سے واقع ہوا، جنہوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے، مگر ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بس وہی مسلمان اور جو ان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اہل سنت وعلمائے اہل سنت کا قتل مباح ٹھہرالیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی، اور ان کے شہر ویران کئے اور لشکر مسلمین کو ان پر فتح بخشی (۱۲۳۳ھ میں) والحمدللہ رب العلمین''۔

غرض یہ کہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود، اور خدا اور رسول پاک کے شہروں سے مدفوع ومردود، ہوکر اپنے لیئے جگہ ڈھونڈھتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دارالفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی، آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے، بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا، رنگ وآہنگِ کفر وشرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ بحکم "اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعاً o (القرآن ۶/۱۵۹) خود متفرق ہوگیا، ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں ''تقلید'' آئمہ کا نام لیتا رہا، دوسرے نے ''قدمِ عشق پیشتر بہتر'' کہہ کہ اسے بھی بالائے طاق رکھا، چلیئے آپس میں چل گئی وہ انہیں گمراہ انہیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفت اہل سنت وعداوت اہل حق میں پھر ملت واحدۃ رہے''

''واقعی یہ لوگ ان پرانے خوارج کی ٹھیک ٹھیک بقیہ یادگار ہیں، وہی مسلے، وہی دعوے، وہی انداز، وہی وتیرے، کہ خارجیوں کا داب تھا، اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے ہیں کہ عوام مسلمین انہیں نہایت پابندِ شرع جانتے، پھر بات بات پہ عمل بالقرآن کا دعویٰ، عجب دام درسبزہ تھا، اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں، باقی سب مشرک، یہی رنگ ان حضرات کے ہیں، آپ موحد اور سب مشرکین، آپ محمدی، اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب چنین وچناں بزعم خبیث، پھر ان کے اکثر مبلغین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں -؟ اہل سنت کان کھول کر سن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہوجائیں، ہمارے نبی ﷺ نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ:

''تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَکُمْ وَصِیَامُکُمْ مَعَ صِیَامِهِمْ وَعَمَلَکُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ''

(تم اپنی نماز انکے آگے حقیر جانو گے، اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال ان کے اعمال کے مقابل)

بااینہمہ ارشاد فرمایا کہ:

هم يقرؤن القرآن لايجاوز حناجرهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية o

''ان اعمال پر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے پرگلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے''

(رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پھر شان خدا کہ ان مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا، درکنار، خارجی بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے۔ انہیں ابوسعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حدیث میں ہے کہ:

قيل ما سيما هُم؟ قال سِمَاهُم التحليق

عرض کی گئی یارسول اللہ ان کی علامت کیا ہوگی؟

فرمایا سرمنڈانا، یعنی ان کے اکثر سرمنڈے ہوں گے

(رواہ البخاری فی الجامع الصحیح)

بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کا پتا بتایا "مشمّری الإزار"، (گھٹنی ازار والے) (اوکما وردعنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اللہ تعالیٰ کی بے شمار درودیں حضور عالم ما کان وما یکون پر (ﷺ) بالجملہ یہ حضرات خوارج نہروان کے رشید پس ماندے، بلکہ غلو و بیبا کی، میں ان سے بھی آگے ہیں یہ انہیں بھی نہ سوجھی تھی کہ شرک و کفرِ تمام مسلمین کا دعویٰ اس حدیث صحیح سے ثابت کردکھاتے، جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا،

"طرفہ شاگردے کہ میگوید سبق استادرا"

مگر حضرت حق عزوجل کا حسن انتقام لائق عبرت ہے، چاہکن راچاہ درپیش یعنی "مَنْ حَفَرَ بیراً لِاَ خِیهِ فَقَدْ وَقَع فِیهِ o" (جو شخص کسی کیلئے کنواں کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے) حدیث سے سند لائے تھے مسلمانوں کے کافر مشرک بنانے کو، اور بحمد اللہ خود اپنے مشرک کافر ہونے کا اقرار کرلیا، کہ جب یہ وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں، تو یہ متدل بھی انہیں کافروں کا ایک ہے، "قَضَیٰ الرَجُلُ عَلٰی نَفْسِهِ،" "المرء مواخذ باقراره" (آدمی اپنے اقرار پر گرفتار ہوتا ہے) مدھوش بیچارہ خود کردہ اقرار مرد آزار مرد راعلاجے نیست، میں گرفتار ہوا، اور مسلمانوں کو تو خدا کی امان، ہے ان کے لیئے ان کے سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی ہے کہ یہ امتِ مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔ امام احمد، مسند اور ابن ماجہ، سنن، اور حاکم "متدرک" اور بیہقی "شعب الایمان" میں حضرت شداد بن اوس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے راوی حضور پر نور سید عالم ﷺ اپنی امت کی نسبت فرماتے ہیں "اَمَـــا اَنَّهُـمْ

لَایَعْبُدُونَ شَمْسـاً وَلَا قَمراً وَلَا حِجراً وَلَا وَثَناً وَلٰكِنْ يـراؤن بـاعمالهم" (خبردار ہو بیشک وہ نہ سورج کو پوجیں گے نہ چاند کو، ہاں یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لئے اعمال کریں گے)

"انصاف کیجئے تو تو یہ حدیثیں اور اس کی امثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی وافی و برہان شافی کہ اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ مکہ و اھل حجاز و اہل عرب اور اھل تمام بلاد دار الاسلام، سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان صرف یہی صرف ہند کے یہ چند بے لجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار بقیۃ السیف،

انا للہ وانا الیہ راجعون"

(۴) یامعشر المسلمین! :

"بلا شبہ غیر مقلدین کے پیچھے نماز مکروہ وممنوع ولازم الاحتراز، انہیں باختیار خود امام کرنا تو ہرگز سنی محب سنت وکارہِ بدعت کا کام نہیں اور جہاں وہ امام ہوں اور منع پر قدرت نہ ہو، سنی کو چاہیے کہ دوسری جگہ امام "صحیح العقیدہ" کی اقتدا کرے، حتیٰ کہ جمعہ میں بھی، جبکہ اور جگہ مل سکے، امامِ محقق ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں "یُكرهُ فی الـجـمـعةِ اذا تـعـددت

> ## بدعت
>
> فلاں کا بدعت حادث (نیا) ہے اگلوں سے ثابت نہیں۔ اس کا ثبوت لاؤ، سب کا جواب یہی ہے کہ...... دو باتوں میں سے ایک ثبوت دو یا تو یہ کہ فی نفسہ اس کام میں شر (برائی) ہے یا یہ کہ شرع مطہرہ نے اسے منع فرمایا ہے۔ جب نہ شرع سے منع نہ کام میں شر تو رسول اللہ ﷺ بلکہ قرآن عظیم کے ارشاد سے جائز۔
>
> (قول اعلیٰ حضرت: فتاویٰ افریقہ)

اقامتها، فی المصر علی قول محمد وهو المفتی به لانه بسبیل من التحول "(یعنی امام محمد علیہ الرحمۃ کے مفتی بہ قول کے مطابق جمعہ میں فاسق وبدعتی کی اقتداء مکروہ ہے جبکہ شہر میں جمعہ متعدد مقامات پر قائم ہوتا ہو کیونکہ اس صورت میں دوسرے مقام ر منتقل ہونا ممکن ہے) اور اگر بمجبوری ان کے پیچھے پڑھ لی، یا پڑھنے کے بعد حال کھلا، تو نماز پھیرے، اگر چہ وقت جاتا رہا ہو، اگر چہ مدت گزر چکی ہو، کماحققہ المولی الفاضل امین الدین محمد بن عابدین الشامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فی ردالمحتار۔

یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی، بلکہ بدترین اھل بدعت سے ہے اور فاضل علامہ سیدی احمد مصری طحطاوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حاشیہ درمختار میں ناقل کہ ''جو شخص جمہور اھل علم وفقہ وسواد اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہو جو اسے دوزخ میں لے جائے گی، تو اے گروہ مسلمین، تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ، خدا کی مدد، اور اس کا حافظ وکارساز رہنا موافقت اہل سنت میں ہے، اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے، اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے یعنی حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔ علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ انہوں نے ان کے اسلافِ نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ اخلاف اصول میں انکے مقلد اور فروع میں اعلان بے لگامی سے ان پر بھی زائد کہ وہ بظاہر ادعائے حنبلیت رکھتے تھے، اس نام کو بھی سیمائے شرک، اور اپنے حق میں دشنامِ سخت جانتے ہیں، کیونکہ خوارج میں داخل اور اپنے اگلوں سے بڑھ کر گمراہ ومبطل نہ ہوں گے ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا، جنہیں ''ظاہریہ'' کہتے ہیں جن کی نسبت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ داؤد ظاھری ومتابعانش را، از اہل سنت شمردن، درجہ مرتبہ از جہل و سفاہت ست الخ (داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کو اہلسنت سے شمار کرنا بڑی جہالت وبیوقوفی ہے الخ)۔ مگر وہ بیچارے باایں ہمہ ''تقلید'' کو شرک اور مقلدانِ ائمہ کو مشرک نہیں جانتے تھے جب بتصریح شاہ صاحب انہیں سنی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے'' تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں ان سے ہزار قدم آگے، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ بدعتی اور گمراہ نہ ٹھہریں، بالجملہ ان کا مبتدع ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے، اور اھل بدعت کی نسبت تمام کتب فقہ ومتون وشروح و فتاوے میں صریح تصریحیں موجود کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے، یعنی حرام کی مقارب، گناہ کی جالب، اعادۂ نماز کی موجب، کما اثبتنا علیہ ربنا وبی التوفیق " کہ یہ حضرات غیر مقلدین وسائر ''اخلاف طوائف نجدیہ'' مسلمانوں کو ناحق کافر ومشرک ٹہرا کر ہزار، ھا، اکابر ائمہ کے طور پر کافر ہوگئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے؟ والعیاذ باللہ (سبحنہ وتعالیٰ)'' تو بحکم شرع ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم، اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدیدہ کریں اور'' اہل سنت کو چاہیے کہ ان سے بہت پرہیز رکھیں، ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں انہیں شریک نہ کریں، ہم اوپر حادیث نقل کر آئے کہ اھل بدعت بلکہ فساق کی صحبت ومخالفت سے ممانعت آئی ہے، اور بیشک بدمذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر، اور طبیعتیں سراقہ، اور قلوب منقلب، حضور سید عالم ﷺ فرماتے

ہیں:

یعنی ”نیک ہمنشین اور جلیس کی مثال یوں ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور وہ دوسرا دھونکنی دھونکتا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ہبہ کرے گا، یا تو اس سے خریدے گا، اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی؟ اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑا جلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا“ (رواہ الشیخان عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ ایسے ہی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی حدیث ہے کہ حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

یعنی ”بد کی صحبت ایسی جیسے لوہار کی بھٹی، کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں، جب بھی پہنچے گا“ (رواہ ابوداؤد والنسائی) حاصل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے (والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یعنی ”دل“ کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے دل کی، کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے پلٹا دے رہی ہیں، کبھی سیدھا، کبھی الٹا (رواہ الطبرانی فی الکبیر سند حسن عن ابی موسی الاشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفظہ عند ابن ماجہ) مثل القلب مثل الریشه نقلبها الریاح بفلاةٍ (اسنادهٗ جيدٌ) اور فرماتے ہیں ﷺ ”اعتبر الارض باسمائها، واعتبروا لصاحبالصاحب“ ”زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اس کے ہمنشیں پر (اخرجہ ابن عدی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ والبیهقی فی الشعب عنه، موقوفا، وله شواهد، یرتقی الی درجة الحسن“ اور مروی کہ فرماتے ہیں! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”ایاک وقرینَ السوء فانک به تعرف“ بُرے مصاحب سے بچ، کہ تو اسی سے پہچانا جائے گا (رواہ ابـــن عساکر عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه) یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست برخاست ہوتی ہے اسے ویسا ہی جانتے ہیں اور بدمذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے، اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا ہے سخت ہولناک ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ ”المقالة المسفرة عن احکام بدعة المکفرة“ میں ذکر کیں بالجملہ ہر طرح ان سے دوری مناسب، خصوصاً ان کی پیچھے نماز سے تو احتراز واجب اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں مداھن یا عقل سے مجانب جیسا کہ امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابوامامہ باھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤ مکم خیار کم“ یعنی اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہیے کہ تمہارے نیک تمہاری امامت کریں“ ”دارقطنی و بیہقی اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے راوی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: ”اجعلو ائمتکم خیارکم فانهم وفد کم فیما بینکم وبین ربکم“ اپنے نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے وسائط ہیں درمیان تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے اقول (میں کہتا ہوں) یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ تائید کر رہی ہیں کیونکہ یہ تین صحابۂ کرام سے مروی ہیں جن پر اللہ جل وعلا وتقدس تعالیٰ کی رضا وارد ہے“

خلاصہ بحث:

(۱) برصغیر کے اجلۂ علماء کرام اور فقہاء عظام، کے علاوہ فقہاء حجاز نے بھی تحریکِ ترکِ تقلید کے کردار کو امت اسلامیہ کیلئے ایک نہایت ہی گمراہ کن اور بدعتی وجہنمی تحریک قرار دیا۔ اور یہ قطعی

فیصلہ دیدیا کہ ترکِ تقلید کے داعیوں کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ،حرام حرام ہے، انجانے میں پڑھنے اور پھر بعد میں خیال آ جانے کے بعد اس کا اعادہ نہایت ضروری اور واجب ہے۔(۱۰)

(۲) فتاویٰ رضویہ میں شائع شدہ فتویٰ کے مطابق دور حاضر میں کسی بھی فقہاء سے الگ تھلگ رہنا یا ان کی تقلید کو حرام قرار دینا بھی گمراہیت اور دین اسلام سے دوری پر غماز و مستدل ہے۔

(۳) غیر مقلدوں کے سربراہ میاں نذیر حسین دہلوی انگریزوں کے ہمدرد اور ایجنٹ تھے اسی وجہ سے انہوں نے دہلی میں انگریز خاتون کو تین ماہ تک اپنے گھر میں بغیر کسی پردے کے رکھا، جبکہ اس وقت مسلمانوں کا دہلی اور اطراف میں قتل عام ہو رہا تھا اور بعد میں انہیں انگریزوں نے ان کی انگریز دوستی کے سرٹیفکیٹ دیئے، جس کا عکس الحیات بعد الممات نامی کتاب میں شائع ہو چکا ہے۔(۱۱)

(۴) علماء حجاز کے روبرو مولانا نذیر حسین دہلوی نے حلفیہ بیان دیا تھا کہ وہ اور ان کے ساتھی حنفی ہیں۔لیکن ہندوستان واپس آ کر اپنے ساتھیوں سمیت حلف سے منحرف ہوگئے اور مقلدین کے خلاف کفر و شرک کا محاذ کھول دیا اور ہر قسم کی احادیث کو ضعیف قرار دینے کا بیڑا اٹھایا، چنانچہ امام اہل سنت فاضل بریلوی (علیہ الرحمہ) اور ان کے خلفاء و تلامذہ نے اس فرقۂ غیر مقلدیہ کے رد میں کئی کتابیں تحریر کیں اور بالخصوص فتاویٰ رضویہ کے مختلف جلدوں میں تو ان کے مصنوعی علم کا نقاب چاک کر کے نمایاں کردار ادا کیا(۱۲)۔

☆☆☆

مراجع و مصادر

(۱) مولانا ابوالکلام آزاد کی کہانی ،خود ان کی زبانی / مؤلفہ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی ،مطبوعہ چٹان لاہور، ۱۹۶۰ء۔

(۲) تذکرہ محدث سورتی / مؤلفہ خواجہ رضی حیدر ،مطبوعہ محدث سورتی اکیڈمی کراچی۔اور مولانا ابوالکلام آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی

(۳) حوالہ بالا (۲)

(۴) اعتصام السنۃ/ مؤلفہ مولوی عبداللہ محمدی مطبوعہ کانپور۔

(۵) الحیات بعد المماۃ / مولوی افضل حسین بہاری / مطبوعہ مکتبہ شعیب کراچی ۱۹۵۱ء

(۶) جامع الشواھد / مؤلفہ محدث عظیم وصی احمد محدث سورتی مطبوعہ فیض محمدی لکھنؤ۔بتصرف تذکرہ محدث سورتی۔

(۷) تنبیہ الوہابین / مؤلفہ مولانا عبدالعلی مدراسی / مطبوعہ آسی لکھنؤ ۱۳۰۸ھ۔

(۸) تذکرۃ الرشید / مولانا عاشق الٰہی میرٹھی مطبوعہ مکتبہ عاشقیہ قیصر گنج روڈ میرٹھ۔

(۹) فتاویٰ رضویہ جلد ششم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن ۱۹۹۴ء، لاہور، ۶۵۶ تا ۷۲۱۔

(۱۰) ہفت روزہ الفقیہ / امرت سر / ۵ جولائی ۱۹۱۹ء۔

(۱۱) مجلۃ العربیہ ''الدعوۃ'' کراچی ۱۹۸۴ء۔

(۱۲) رسالہ ''النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ) مؤلفہ امام احمد رضا البریلوی مطبوعہ بریلی۔

☆☆☆

محمد رضوان احمد خان نقشبندی*

دنیا میں اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے سب نے اپنے اپنے زمانہ میں جن بنیادی عقائد کی تبلیغ و تشہیر فرمائی ان میں عقیدۂ توحید سرفہرست رہا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر بار بار آیا ہے۔ توحید اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور اس کی ذات و صفات اور کسی بھی کمال میں اس کے غیر کو شریک نہ ٹھہرانے کا نام ہے۔ یہ دین اسلام کا بنیادی ستون ہے۔ جبکہ شرک کو دنیا کے کسی بھی آسمانی دین و مذہب میں برداشت نہیں کیا گیا اور قرآن حکیم نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے توحید اور شرک دونوں بالکل مختلف اور قطعاً جدا جدا راستے ہیں ان کا ایک ہونا قطعاً ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی مشرک موحد نہیں ہوسکتا اور کسی موحد کو مشرک نہیں گردانا جاسکتا۔ چہ جائیکہ شرک کا فتویٰ جاری کیا جائے۔

چونکہ توحید بنیاد ہے ہو نظریہ و عمل کی یہی وجہ ہے کہ تمام انبیائے کرام اور علمائے وقت نے توحید کی دعوت کو عام کیا ہے اور دنیائے انسانیت کو ایک خدا وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا ہے۔ یہ حضرات قدسیہ ہر دور اور ہر زمانہ میں انسانی معاشرے میں پائے جانے والے کفر و شرک اور مشرکانہ نظریات و رسومات کا مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ انبیاء کا سلسلہ اختتام کو پہنچا۔ علمائے اعلام ان کے وارث بن کر آنا شروع ہوئے۔ وارثین انبیاء ہونے کی حیثیت سے ان کے ذمہ بھی یہ فرض عائد رہا کہ وہ موحد بن کر اٹھیں اور توحید کا علم ہاتھ میں لیکر شرک کی ظلمتوں کا مقابلہ کریں۔ اس سلسلے میں علمائے امت کی شہادت کو قرآن مجید میں ایک خاص مقام دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (۳/۱۸)

ترجمہ: ''شہادت دی اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی کہ) بیشک نہیں کوئی خدا سوائے اس کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں اور اہل علم نے (ان سب نے یہ بھی گواہی دی کہ وہ) قائم فرمانے والا ہے، عدل و انصاف کو''

قابل غور مقام ہے کہ توحید باری تعالیٰ کی گواہی کے سلسلے میں علماء و فضلاء کی شہادت کو کتنا عظیم درجہ دیا گیا ہے کہ ان کی شہادت و گواہی کو اپنے اور اپنے ملائکہ کی شہادت و گواہی کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ یہ خصوصیت صرف اہل علم حضرات ہی کی ہوسکتی

(ناظم تعلیمات: جامعہ نصرۃ العلوم، بادشاہی روڈ، کراچی)

ہے ورنہ علم وفضل سے کورے عابدوں اورزاھدوں کا یہ مقام کہاں
وہ تو بے چارے نابینا ہیں اوراس راہ پر چلنے کے لئے انہی علماء کے
محتاج اوردست نگر ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا شمار بھی ایسے ہی
علمائے ربانیین میں ہوتا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب
خاص سے وسیع علم اور بلند پایہ بصیرت سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ
آپ اپنے علم وبصیرت کے حوالے سے اپنے ہم عصروں پر غالب
آ گئے تھے۔ ایک صاحب بصیرت موحد، مدبر، دانشور اور مصلح وداعی
الی الحق ہونے کے ناطے آپ نے کفر وشرک کی سرزمین پر توحید کا
علم لہرایا اور مشرکانہ افکار ونظریات اور طور طریقوں کی ہر سطح پر بیخ کنی
فرمائی۔ فاضل بریلوی نے قلمی جہاد کیا۔ ان کے قلم سے لاکھوں
کلمات موتی بن کر نکلے، ہزاروں جملے ادا ہوئے اور سینکڑوں کتابیں
وجود میں آئیں اور جب شعر وسخن کی بات کی تو گویا اشعار کا مینھ
برسنے لگا۔ لیکن انہوں نے نظم ہو کہ نثر جو کچھ بھی کہا وہ توحید کے سوا
کچھ نہ تھا۔ وہ جب ذات الوھیت کی بات کرتے ہیں تو اس کے
ساتھ کسی کو شریک وسہیم نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ ان کا حال تو یہ ہے ذات
رسالتمآب کو بھی خلق میں ہر قسم کی شراکت اور حصہ داری سے مبرا
اور منزہ قرار دیتے تھے چہ جائیکہ کہ خالق کائنات کے ساتھ کسی کو
شریک ٹھہرائیں۔ ان کے نزدیک توحید کی ایک نہیں بلکہ دوصورتیں
ہیں۔ توحید الوھیت اور توحید رسالت اور توحید رسالت ہی توحید
الوھیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرا پائے کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

ایک اور جگہ اس طرح فرمایا ؎

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُنکا تمہارا ہمارا نبی

فاضل بریلوی یک مخالفین میں سے جن لوگوں نے ان
کے عقیدۂ توحید کو مشکوک گردانا ہے اور معاذ اللہ شرک جیسی لعنت کو
ان سے منسوب کر دیا ہے تو ان کے اس مغالطہ یا خود فریبی کی اصل
وجہ یہی ہے کہ آپ کے یہاں ذات الوھیت کے ساتھ ذات
رسالتمآب کا ذکر بھی عموماً کیا جاتا ہے۔ یہ مخالفین اس بات کو کیوں
نہیں سمجھتے کہ فاضل بریلوی ذات رسالت کے کمال کو ذات
الوھیت کے کمال کی سب سے بڑی دلیل کے طور پر بیان کرتے
ہیں۔ جس طرح کہ قرآن مجید میں اکثر وبیشتر اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے۔

فاضل بریلوی مشرک نہیں موحد ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو
خالق حقیقی اور متصرف بالذات جانتے ہیں۔ وہ اس کے کاموں میں
کسی کو شریک وسہیم نہیں قرار دیتے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا
محتاج ہے بلکہ سب اس کے محتاج ہیں اور جو کچھ بھی ہے سب اس
کے ارادہ، منشا اور فعالیت سے ہے۔ چنانچہ جب کسی ملحد فلسفی نے
اللہ تعالیٰ کو تدبیر وتصرفِ مادیات سے بے علاقہ مانا اور بدن انسانی
میں کارفرما اس کی تدبیروں اور تصرفات کو نفسِ ناطقہ سے منسوب
ٹھہرایا تو اس کے جواب میں فاضل بریلوی نے جو کچھ فرمایا ذرا
آپ بھی ملاحظہ فرمایئے اور مخالفین کے مزعومہ اور مخترعہ مشرک کا
جائزہ بھی لیتے رہیئے۔

"آسمان میں اس کے کام، زمین میں اس کے کام۔ ہر
بدن میں اس کے کام کہ غذا پہنچاتا ہے پھر اسے روکتا ہے پھر ہضم
بخشتا ہے پھر سہولتِ دفع کو پیاس دیتا ہے۔ پھر پانی پہنچاتا ہے، پھر
اس کے غلیظ کو رقیق، لزج کو منزلق کرتا ہے، پھر ثفل کیلوس کو امعا کی

طرف پھینکتا ہے۔ پھر ماساریق کی راہ سے خالص کو جگر میں لیجاتا ہے وہاں کیموس دیتا ہے تلچھٹ کا سودا، جھاگوں کا صفرا، کچے کا بلغم، پکے کا خون بناتا ہے فضلہ کو مثانہ کی طرف پھینکتا ہے پھر انہیں باب الکبد کے راستے سے عروق میں بہاتا ہے۔ پھر وہاں سہ بارہ پکاتا ہے۔ بے کار کو پسینہ بنا کر نکالتا ہے۔ عطر کی بڑی رگوں سے جداول، جداول سے سواقی، سواقی سے باریک عروق، پیچ در پیچ، تنگ برتنگ راہیں چلاتا ہوا رگوں کے دہانے سے اعضاء پر انڈیلتا ہے۔ پھر یہ مجال نہیں کہ ایک عضو کی غذا دوسرے پر گرے جو جس کے مناسب ہے اسے پہنچاتا ہے پھر اعضاء میں چوتھا طبخ دیتا ہے کہ اس صورت کو چھوڑ کر مقام عضو یہ لیں (مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید)

(قطع نظر اس کے کہ اس مختصر سے اقتباس میں امام احمد رضا نے بحیثیت ایک ماہر طبیب اور استاذ میڈیکل سائنس انسانی جسم کے اندرونی اعضا کے فنکشن کی جو تصویر کشی کی ہے وہ نہایت جامع اور حیرت انگیز ہے، اور یہ بذات خود حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت کا ایک علیحدہ موضوع ہے جو اس وقت ہمارا مطمح نظر نہیں) جامعیت، گہرائی اور توحید الٰہی کی روشنی سے معمور فاضل بریلوی کے یہ رشحات قلم اس حکمت الٰہیہ کو بے نقاب کر دینے کے لئے کافی ہے جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے ان علماء کی شہادت توحید کو اپنی اور ملائکہ کی شہادت کے ساتھ ملا لیا ہے۔

توحید کے تصور سے لبریز فاضل بریلوی کی اس تحریر کی ایک ایک سطر سے خالق کائنات کی وحدانیت کا نور پھوٹ رہا ہے اور ہر ہر کلمہ اسی کی ترجمانی کرتا نظر آ رہا ہے۔ وہ کس پائے کے موحد ہیں اور ان کی توحید پرستی کا اور مشرکانہ رسومات سے نفرت کا کیا عالم ہے، اس کا اندازہ آپ کو ان بہت سے فتاویٰ سے بھی ہو سکتا ہے کہ جو ان کے قلم سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتے رہے ہیں جن میں آپ نے ہر قسم کی ترغیب ترھیب، رورعایت اور لومۃ لائم کا خیال کیے بغیر شرک و بدعت پرستی اور مشرکانہ طور طریقوں اور رسومات کی بیخ کنی فرمائی ہے۔ مشرکوں کے ساتھ اتحاد و داد سے لیکر ان کے مشرکانہ طریقوں جیسے ہولی دیوالی، قشقہ، زنار اور رام وکرشن کی جے پکارنا وغیرہ ان سب امور کو فاضل بریلوی نے عقیدۂ توحید کے منافی اور خارج از اسلام قرار دیا اور ان افعال کی مرتکبین کو خواہ نام نہاد مذہبی لوگ ہوئے یا سیاسی رہنما کسی رورعایت کے زبردست تنقید اور مذمت کا نشانہ بنایا۔ یہ تو پھر مشرکانہ معاملات ہیں فاضلؒ بریلوی کی توحید پرستی تو مزارات اولیاء وانبیاء پر حاضری دینے کر طریقوں اور آداب میں بھی حدّ اعتدال کو پار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ چنانچہ وہ کسی غیر اللہ کے آگے سجدہ کرنے، حد رکوع تک جھک کر آداب بجالانے، طواف کرنے اور زمین بوسی کرنے کو بھی خلاف شرع اور ناجائز تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح قبور اولیاء کو بوسہ دینے سے بھی روکا ہے بلکہ کچھ فاصلہ رکھ کر حاضری دینے کو ادب واحترام کا تقاضا بتایا ہے۔ فاضل بریلوی کے نزدیک یہ امور مطلقاً کفر و شرک تو نہیں ہیں البتہ کیسی ہی حسنِ نیت اور عقیدت واحترام سے انجام دیئے جائیں شرک کے قریب لے جانے والے ضرور ہیں۔ اس قسم کے معاملات میں غلو کرنا اور بے احتیاطی دکھانا نیز آداب شرع کو ملوحوظ نہ رکھنا کھلی گمراہی اور ضلالت پر منتج ہوتا ہے ان کے نزدیک عقیدت ومحبت میں بھی آداب شرع کی رعایت ضروری ہے چنانچہ فرماتے ہیں ۔

پیش نظر وہ نو بہار سجدہ کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

☆☆☆

امام احمد رضا اور علم ریاضی

مولانا قاضی شهید عالم *

امام احمد رضا قدس سرہ کا خاص موضوع اور فکر و نظر کا خاص محور علوم دینیہ ہی رہا دیگر علوم وفنون کی طرف التفات، وہ صرف اس غرض سے ہے کہ ان میں جو اسلامی نظریات وعقائد سے متصادم ہیں ان کا رد بلیغ کر کے مسلمانوں کے عقول واذہان کو ان سے نجات دلائی جائے اور جو مقاصد شرعیہ میں مفید ہیں ان کی تحقیق وتنقیح کے بعد حصول مقاصد میں مفید سے مفید تر بنایا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ علوم عقلیہ خاص کر علم ریاضی کے مختلف شعبوں میں وہ قیمتی جواہر پارے عطا فرمائے کہ بڑے سے بڑا ریاضی داں انہیں دیکھ کر انگشت بدنداں نظر آتا ہے۔ علم ریاضی کے شعبۂ موسیقی میں اب تک کوئی تصنیف نظر سے نہ گزری وہ اس لئے کہ مقاصد شرع سے دور ہے۔ اس کے علاوہ کون سا شعبہ ہے کہ ان کی نگاہ التفات سے محروم رہا ہو؟

ھیئت ہو یا ہندسہ، علم مثلث کروی ہو یا سطحی، ارثھمیٹک ہو یا الجبرا، زیج ہو یا تکسیر کوئی صنف آپ کی تحقیق وتدقیق اور تحریر و تنقیح سے محروم نہیں۔ یہ محض دعویٰ نہیں ان علوم وفنون میں تقریباً پچاس کتب ورسائل فقیر کی دسترس میں ہے۔

(۱) المعنیٰ المجلی للمغنی والظلی

(۲) الھنئ النمیر فی الماء المستدیر

(۳) حآشیه زیج بهادر خانی

(۴) حاشیه شرح زیج جدید سلطانی

(۵) حاشیه جامع بهادر خانی

(۶) فوز مبین در رَدِّ حرکت زمین

(۷) اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا

(۸) البرهان القویم علیٰ العرض و التنویم

(۹) مسفر المطالع للتنویم و الطالع

(۱۰) هدایة المتعال فی حدالاستقبال

(۱۱) کشف العلة عن سمت القبله

(۱۲) قانون رویت اہله

(۱۳) رویت الهلال،

اسی سلسلہ کی چند اہم کڑیاں ہیں۔

یہ علوم وفنون امام احمد رضا قدس سرہٗ نے کسی بڑی یونیورسٹی یا اعلیٰ تعلیمی ادارے میں نہ سیکھے بلکہ اپنے مکان کی

* (استاذ جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف، رکن: امام احمد رضا اکیڈمی، حسین باغ، بریلی)

(رکن: امام احمد رضا اکیڈمی، حسین باغ، بریلی شریف)

چہار دیواری کے اندر رہ کر صرف اور صرف مطالعہ سے اتنی مہارت حاصل کی کہ آج دنیا حیرت زدہ ہے:

"ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء"

وہ خود فرماتے ہیں، یہ اللہ عزوجل کا فضل اپنے اس بندے پر جس نے علوم اصلاً کسی سے نہ سیکھے نہ ان میں کوئی کتاب پڑھی مگر تحریر اقلیدس کی صرف پہلی شکل اور دو جز تصریح حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد سے اور شرح چغمینی، صرف پندرہ ورق جناب مولانا مولوی عبدالعلی صاحب رامپوری مرحوم و مغفور سے۔ وہ بھی جناب موصوف کے فرمانے ہی سے اس وقت عمر ۱۹/سال تھی، درس مدتوں کا ختم ہوگیا تھا، رامپور بوجہ قرابت جانا اور کچھ دن ٹھہرنا ہوا تھا صاحب مکان مرحوم کے یہاں حضرت موصوف تشریف لائے۔ مسئلہ امتناع نظیر کا تذکرہ ہوا فقیر نے اس میں وہ تقریرات بیان کیں کہ مولانا ان پر متعجب ہوئے اور فرمایا "کیا پڑھتے ہو" عرض کی! درس کئی سال پیشتر ختم ہوگیا۔ سب کچھ اپنے حضرت والد ماجد سے پڑھا۔ فرمایا "شرح چغمینی پڑھی ہے" عرض کی! "نہ" فرمایا! "اسے ہم سے پڑھ لو کہ اس فن کا ایسا جاننا والا نہ پاؤ گے"

ان کے فرمانے سے چند روز قیام میں یہ پندرہ ورق پڑھے۔ کسی دن ڈھائی ورق ہوتے کہ فقیر صرف عبارت پڑھتا چلا جاتا جہاں حضرت کو خیال ہوتا کہ نہ سمجھا ہوگا، استفسار فرمالیتے، مطلب عرض کر دیا کسی دن آدھی سطر ہوتی جس دن فقیر کو کوئی شبہہ ہوتا اس کی تقریر و بحث میں وقت ختم ہو جاتا۔ مولانا موصوف کی اس نعمت کا اظہار ضروری تھا کہ ناشکری نہ ہو۔

جب حضرت والد قدس سرہ الماجد سے تحریر اقلیدس کی پہلی شکل پڑھی اور اس کی تقریر عرض کی۔ ارشاد فرمایا! تم علوم دینیہ کی طرف توجہ رکھو ان علوم کو خود حل کر لو گے۔ ان کے ارشاد کی برکت کہ تمام علوم، ہیئت و ھندسہ و ریاضی و حساب و جبر و مقابلہ و مساحت و مثلث کروی وغیرہا جس فن کی اپنے کام میں ضرورت پڑی بفضلہ تعالیٰ کام رکا نہ رہا اور ان میں بکثرت رسائل رائقہ تصنیف کئے اب اور قواعد جدیدہ ایجاد کئے وللہ الحمد (کشف العلہ، ص۹۹)

ایک اندازے کے مطابق امام احمد رضا نے ریاضی کے مختلف شعبوں میں تقریباً ڈیڑھ سو کتب و رسائل اور حواشی کا بیش بہا ذخیرہ عطا فرمایا اس وقت میرا روئے سخن مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف ہے:

(۱) کشف العله عن سمت القبله ۱۳۲۴ھ

(۲) الهنی النمیر فی الماء المستدیر ۱۳۳۴ھ

"کشف العله عن سمت القبله" یہ کتاب سمتِ قبلہ کے عنوان پر ہے جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے اس عنوان پر اب تک جتنی کتابیں یا مضامین لکھے گئے ان میں سب سے زیادہ تفصیلی آسان، تحقیقی اور تمام روئے زمین کے لئے جامع، مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی یہی معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ امام احمد رضا نے پوری دنیا کی سمت قبلہ دریافت کرنے کے لئے قاعدے خود ایجاد کئے ہیں۔

(۱) ان قواعد سے کن کن مقامات کی سمت قبلہ دریافت کر سکتے ہیں؟

(۲) ان کے ذریعہ استخراجِ سمتِ قبلہ میں کتنی آسانی ہے؟

(۳) ان سے آسان کوئی اور قاعدہ موجود ہے یا نہیں؟

(۴) یہ قواعد کس حد تک تحقیقی ہیں؟

ان سب سوالوں کے جواب کے لئے امام احمد رضا کا ارشادِ گرامی ملاحظہ فرمائیں۔

الحمدللہ ہمارے یہ دسوں قاعدے تمام زمین زیر و بالا، بحر و بر، سہل و جبل، آبادی و جنگل، سب کو محیط ہوئے کہ جس مقام کا عرض و طول معلوم ہو نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے آسانی اتنی کہ ان سے سہل تر بلکہ ان کے برابر بھی اصلاً کوئی قاعدہ نہیں اور تحقیق ایسی کہ عرض و طول اگر صحیح ہو اور ان قواعد سے سمت قبلہ نکال کر استقبال کریں اور پردے اٹھا دیئے جائیں تو کعبہ معظمہ کو خاص روبرو پائیں۔ (کشف العلہ باب سوم، ص ۷۰)

یہ قواعد علم مثلث کروی (Spherical Trigonometry) کے فارمولوں پر مبنی ہیں اور تحقیق و تسہیل کے پیش نظر شکل مغنی و شکل ظلی دونوں سے کام لیا ہے مطلوب کو ثابت کرنے کیلئے جو فارمولے خود ایجاد کئے ہیں ان کو علم مثلث کروی کے مسلمہ اصول کے ذریعہ اس طرح ثابت کر دیا ہے کہ کسی کے لئے شک و ریب کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

نمونہ کے طور پر قاعدہ نمبر ۹ پیش کرتا ہوں کہ ان دس قاعدوں میں سب سے زیادہ عام، یہی قاعدہ ہے، روئے زمین کا بیشتر حصہ اسی قاعدہ کے تحت آتا ہے۔

"قاعدہ نمبر ۹ جم عرض موقع + ظل فصل طول = محفوظ

اب اگر فصل طول شرقی خواہ غربی کم اور عرض شمالی ہے یا زائد اور عرض جنوبی۔ بہر حال عرض البلد مساوی عرض موقع نہیں بلکہ کم ہے یا زائد، تو ان آٹھوں صورتوں میں عرض البلد و عرض موقع کا تفاضل لیں اب محفوظ۔ جیب تفاضل = ظل انحراف از نقطہ جنوب یا شمال بنقطہ اعتدال عرض البلد شمالی ہو خواہ جنوبی اگر عرض موقع سے کم ہے تو نقطۂ شمال سے انحراف ہوگا اور زائد ہے تو نقطہ جنوب سے"۔ (کشف العلہ عن سمت القبلہ، ص ۶۲-۶۳)

اس کے بعد اس قاعدہ کے جملہ مندرجات کو علم مثلث کروی کے مسلمہ فارمولوں سے ثابت کیا ہے۔ اس کے مباحث بہت طویل ہیں اس مختصر مضمون میں پیش کرنے کی گنجائش نہیں۔

عملاً ان قواعد کو جاری کر کے متعدد مقامات کی سمت قبلہ استخراج فرمادی ہے۔ اسی قاعدہ نمبر ۹ کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

مثال: سرکار نور بار اجمیر مقدس کا مکہ معظمہ سے فصل طول شرقی ۳۴ر درجے ۳۱ دقیقے اور عرض شمالی ۲۶ر درجے ۲۸ر دقیقے ہے۔

(لو) ظم عرض حرم ۱۰٫۴۰۶۴۵۷۷
+(لو) جم فصل ۹٫۹۱۵۹۰۶۹
= ۱۰٫۳۲۲۳۶۴۶

قوس ایں ظل ۶۴

(لو) جیب ۶۴ ۳۳ ۹٫۹۵۵۶۶۸۸
+(لو) ظل فصل ۹٫۸۳۷۴۰۴۹
= ۹٫۷۹۳۰۷۳۷ محفوظ

-لو جیب تفاضل کہ ایک درجہ ایک دقیقہ ہے ۸٫۲۴۹۰۳۳۲
= ۱۱٫۵۴۴۰۴۰۵

قوس ایں ظل = ۸۸٫۲۲ء، پس نقطۂ مغرب سے جنوب کو انحراف ایک درجہ ۳۸ر دقیقے۔ (کشف العلہ، ص ۶۴-۶۵

تنبیہ: امام احمد رضا کے مندرجہ بالا مباحث کو سمجھنے کے لئے ان میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کو جان لینا ضروری ہے۔ فقیر ان کے انگریزی مترادفات تحریر کر دیتا ہے تا کہ جو حضرات علم مثلث

کروی (Shperical Trigonometry) کے اصول و قواعد سے آگاہ ہیں لیکن ان اصطلاحات کو انگریزی ناموں سے جانتے ہیں۔ عربی زبان کے ناموں سے نہیں جانتے ان کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

جیب سے مراد Sine، جم جیب التمام کا مخفف ہے یعنی Cosine۔ ظل Tangent۔ ظم، ظل التمام کا مخفف ہے یعنی Colangent۔ عرض Latilude طول Longitude۔ فصل طول Longiterdinal Distance درجہ Digree۔ دقیقہ minute ''لو'' لوگارثم کا مخفف ہے یعنی Logarithm۔

الھنئی النمیر فی الماء المستدیر: یہ بھی ریاضی میں اہم ترین رسالہ ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز سے سوال ہوا کہ کوئیں کا دور کتنے ہاتھ ہونا چاہیے کہ دہ، دہ، دردہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے۔ بینوا تو جروا۔

بظاہر یہ ایک سطر کا سوال ہے لیکن اس کا جواب خاصا دشوار ہے اس لئے کہ اگر کسی سطح کا رقبہ معلوم ہو اور اس کا احاطہ دریافت کرنا ہو تو دَوری شکل کے علاوہ دوسری شکلوں مثلاً مربع یا مستطیل وغیرہ میں احاطہ یعنی چوحدی دریافت کرنا زیادہ مشکل نہیں مثلاً ایک سطح بشکل مربع ہے اس کا رقبہ دہ دردہ یعنی ۱۰۰/ ہاتھ ہے۔ تو پہلے اس کا جزر نکال لیں اس کے بعد ۴/ میں ضرب دیدیں۔ حاصل ضرب سطح مذکور کا احاطہ ہوگا۔

اسی طرح اگر بشکل مستطیل دہ دردہ حوض جس کی لمبائی ۱۲/ ہاتھ ہو اس کی چوڑائی اور احاطہ یعنی چوحدی معلوم کرنا ہو تو حساب کا عمل اس طرح کریں ۱۰۰/۲۳=۱/۳-۸ ہاتھ حوض کی چوڑائی ہے۔ (۲×۱۲)+(۱/۳-۸×۲)= ۲۴+۲/ ۳/۲۔ ۱۶=۳/۲-۴۰ ہاتھ حوض مذکورہ کا احاطہ ہوگا اور حوض یا کنواں دوری شکل میں بنانا ہو تو حساب کا عمل خاصہ دشوار ہے اسی وجہ سے فقہاء کے مابین اس کی تعیین وتحدید میں اختلاف واقع ہو گیا امام احمد رضا فرماتے ہیں ''اس میں چار قول ہیں ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جدا ہے۔

قول اول: اڑتالیس ہاتھ، خلاصہ وعالمگیریہ میں اسی پر جزم فرمایا اور محیط امام شمس الائمہ سرخسی وفتاویٰ کبریٰ میں اسی کو احوط بتایا، سید طحطاوی نے اس کا اتباع کیا۔

دوم: چھیالیس ہاتھ، بعض کتب میں اس کو مختار و مفتی بہ بتایا۔

سوم: چوالیس ہاتھ، اس کی ترجیح اس وقت کسی کتاب سے نظر میں نہیں۔

چہارم: چھتیس ہاتھ، ملتقط میں اس کی تصحیح کی۔ امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا یہی صحیح اور فن حساب میں مبرہن ہے۔ اسی پر ملاخسرو نے متن غرر میں مع افادہ تصحیح اور مدقق علائی نے درمختار اور علامہ فقیہ ومحاسب شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں جزم فرمایا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے علم مساحت اور علم ہندسہ کے قواعد سے ثابت فرمایا ہے کہ اس کا دور ساڑھے پینتیس ہاتھ ہونا چاہیے۔ یعنی ۳۵٫۴۴۹ تو قطر تقریباً ۵ گز ساڑھے دس گرہ ہوگا بلکہ دس گرہ ایک اونگل یعنی ۱۱٫۲۸۴ ہاتھ''

اپنے دعویٰ کو اس طرح ثابت فرمایا:

''بیان اس کا یہ ہے کہ اصول ہندسہ مقالہ ۴/ شکل ۱۲/ میں ثابت ہے کہ محیط دائرہ کو ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے۔ یا قطر دائرہ کو ربع محیط۔ یا نصف قطر کو نصف محیط میں ضرب دیجئے۔ یا قطر و محیط کو ضرب دے کر ۴/ پر تقسیم کیجئے کہ حاصل

سب کا واحد ہے۔ہم نے اپنی تحریرات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ
قطر، اجزاءِ محیطیہ سے قیدجہ لہ کط لو مہ ہے۔نصف قطر نز
یہ مدمج کب، یعنی محیط جس مقدار سے ۳۶۰ درجہ ہے قطر اس
سے ۱۱۴/درجے ۳۵/دقیقے ۲۹/ثانئے ۴۵/رابعے ہے۔تو قطر اگر
ایک ہے محیط ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ ہے ۔ فان
۳۶۰÷۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵=۱۱۴٫۵۹۱۵۵۹۱۵۷ تحویلہ الی الستینی
قیدجہ لہ کط لو مر یہاں سے ہمیں دو مساواتیں حاصل ہوئیں
قطر و محیط و مساحت کو علی التوالی ق، ط، م، فرض کیجئے پس:
(۱) ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ق=ط۔اس لئے کہ ۱:۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵::ق:ط
(۲) ق ط/۴=م۔ان کے بعد قطر و محیط و مساحت سے جو چیز گز،
ہاتھ فٹ گرہ، وغیرہا جس معیار سے مقدر کی جائے اسی معیار سے
باقی دو کی مقدار معلوم ہو جائے گی جس کی جدول ہم نے یہ رکھی:

معلوم/مطلوب	قطر	محیط	مساحت
قطر	—	۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ق	۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵ق۲
محیط	ط/۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵		ط۲/۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶
مساحت	√(م/۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵)	√(۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶م)	

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے دوری شکل سے متعلق ایسے
فارمولے بنادیئے ہیں کہ قطر، محیط، اور مساحت میں کوئی ایک بھی
معلوم ہے بقیہ دو کو معلوم کیا جاسکتا ہے جدول میں بیان کردہ
فارمولوں کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔مثلاً کسی دائرہ کا قطر معلوم ہے تو
قطر کو ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ میں ضرب دیں حاصل ضرب مذکورہ دائرہ کا
محیط ہے اور اگر قطر کے مربع کو ۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵۔ میں ضرب
دیں حاصل ضرب اس دائرہ کی مساحت یعنی رقبہ ہوگا اور اگر محیط
معلوم ہے اور بقیہ دو مجہول، تو محیط کو ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵ پر تقسیم کریں
حاصل قسمت دائرہ مذکورہ کا قطر ہے اور اگر محیط کے مربع کو
۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶ پر تقسیم کریں تو ۔ حاصل قسمت دائرہ مذکورہ کی
مساحت ہوگا اور فرض کریں کے مساحت معلوم اور بقیہ دو مجہول
ہیں تو مساحت کو ۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵ پر تقسیم کریں پھر حاصل قسمت
کا جزر نکالیں یہی جزر مذکورہ دائرہ کا قطر ہوگا اور اگر محیط معلوم کرنا
ہے تو مساحت کو ۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶ میں ضرب کریں حاصل ضرب
کا جزر دائرہ مذکورہ کا محیط ہے۔

استخراج مطالب میں امام احمد رضا کے وضع کردہ یہی
فارمولے کافی تھے۔لیکن امام احمد رضا ریاضی جیسے ادق اور مشکل فن
میں بھی اتنی اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہیں کہ استخراج کو آسان سے
آسان تر بنادیا ہے۔اس کے لئے انہوں نے ایک لوگارثمی جدول
بنادی ہے۔وہ خود فرماتے ہیں:

''پھر آسانی کے لئے لوگارثم سے کام کرنے کو یہ
دوسری جدول رکھی اور اس میں متممات حسابیہ
سے وہ تصرفات کردیئے کہ بجائے تفریق بھی
جمع ہی رہے''

معلوم/مطلوب	لوقطر	لومحیط	لومساحت
لوقطر		لوق+۰٫۴۹۷۱۴۹۹	۲لوق+۱٫۸۹۵۰۸۹۹
لومحیط	لوط+۱٫۵۰۲۸۵۰۱		۲لوط+۲٫۹۰۰۷۹۰۱
لومساحت	لوم+۰٫۱۰۴۹۱۰۱	(لوم+۱٫۲۰۹۹)/۲	

یہاں مساحت معلوم ہے ۱۰۰ ہاتھ جس کا لوگارثم ۲٫۰ ، ۲٫۱۰۴۹۱۰۱/۲ = ۱٫۰۵۲۴۵۵۰ کہ لوگارثم ۱۱٫۲۸۴ کا ہے یہ قدر قطر ہوئی نیز ۳٫۲۰۹۹۲۰۹۹/۲ = ۱٫۵۴۹۶۰۴۹ کہ لوگارثم ۳۵٫۴۴۹ کا ہے یہ مقدار دور ہوئی۔ ہمارے بیان کی تحقیق یہ ہے کہ ۱۱٫۲۸۴ × ۳۵٫۴۴۹ = ۴۰۰٫۰۰۶۵۱۶ ÷ ۴ = ۱۰۰٫۰۰۱۶ کہ سو ہاتھ سے صرف ۱۶/۱۰۰۰۰ یعنی ۱/۶۲۵ زائد ہے کہ ایک اونگل عرض کا ۲۴/۶۲۵ یعنی اونگل کے پچیسویں حصے سے بھی کم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد اول، ص ۳۲۳)

مذکورہ بالا مباحث کو دیکھنے کے بعد علم ریاض میں امام احمد رضا کی غیر معمولی مہارت کا اندازلگانا مشکل نہیں۔

محققین رضویات کے لئے اہم اطلاع

الحمد للہ ۲۰۰۳ء سے ہم نے پہلی بار ''معارف رضا'' کا عربی اور انگریزی سالنامہ علیحدہ شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ ان زبانوں سے واقف قارئین کرام اور محققین حضرات ہی اس سے مناسب استفادہ کرسکیں۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ''معارف رضا'' (عربی اور انگریزی) کی اشاعت سے دنیائے عرب اور امریکہ، افریقہ و یورپ کی جامعات میں امام احمد رضا کی شخصیت پر تحقیقی اور تصنیفی کام کرنے والوں کی نہ صرف مواد و مآخذ تک رسائی ممکن ہوسکے گی بلکہ ''رضویات'' پر مزید کام کرنے کی ترغیب بھی ملے گی۔ جو اسکالرز، اساتذہ اور طلباء حضرات عربی یا انگریزی میں رضویات پر کام کرنے کی خواہش رکھتے ہیں ان کے لئے یہ ایڈیشن پچاس فیصد رعایتی قیمت پر دستیاب ہے۔ ﴿ادارہ﴾

علم الالعباد والا جرام

میں امام احمد رضا کا تفرّد

علامہ خواجہ مظفر حسین

امام احمد رضا اس شخصیت کا نام ہے جو سن شعور میں پہنچتے ہی بلند پرواز شاہین کی طرح اونچی اڑان بھر کر علوم وفنون کے آفاق پر چھا گیا۔ اس چودھویں صدی کے امام نے چودھویں کے چاند کی طرح چمک کر پورے کرۂ ارض کو منور فرما دیا۔ دورِ حاضر کا وہ کون سا فن ہے، کہ جس میں انہیں ملکۂ راسخہ، دسترسِ کامل اور مہارتِ تامّہ نہیں؟ آیئے ''علم الابعاد والاجرام'' کی ایک ایسی جھلک پیش کروں جس سے آپ کے دل ودماغ میں ایک تہلکہ مچ جائے۔

''علم الابعاد والاجرام'' کون سا علم ہے؟ اس کے متعلق مختصراً عرض ہے کہ اس علم کے ذریعہ کسی بھی کم متصل یعنی مقدار کی عددی قسمت معلوم کی جاتی ہے۔ مثلاً کسی سطح کا رقبہ کتنا ہے؟ کسی جسم کی کمیت کتنی ہے؟ دو کم متصل میں کون سا تناسب ہے؟ کسی حوض کی وہ دردہ ہونے کے لئے اس کی ضلع کے مقدار کتنی چاہیے؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں زیر بحث بات یہ ہے کہ زمین کی بہ نسبت سورج کتنا بڑا ہے؟

''علم الابعاد والاجرام'' کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ آفتاب زمین سے ۱۶۶/ اور ربع وثمن یعنی ۳/۸ ۱۶۶/ گنا بڑا ہے۔ اس کی دلیل دو مقدمہ پر موقوف ہے۔

(۱) صاحب تذکرہ نے بتایا ہے کہ اگر زمین کے قطر کو ایک فرض کیا جائے تو اس پیمانہ سے آفتاب کا قطر ساڑھے پانچ یعنی ۲/۱۱ ہے۔

(۲) اور اقلیدس نے ثابت کیا ہے کہ اگر دو کُرّوں کے قُطروں کی باہمی نسبت کو مثلثہ بالتکریر کر دیا جائے تو دونوں کُرّوں کے مابین کی نسبت نکل آتی ہے۔ بلفظ دیگر اگر دونوں کروں میں سے ہر ایک کرہ کے قُطر کا مکعب نکالا جائے تو جو ان دونوں مکعبوں میں نسبت ہوگی وہی نسبت دونوں کروں کے مابین ہوگی۔ یہاں آفتاب کا قطر، زمین کے قطر کی بہ نسبت ۲/۱۱ گنا بڑا ہے۔ اس لئے جب ہم اسے تین بار لکھ کر ضرب دیتے ہیں یعنی ۲/۱۱ × ۲/۱۱ × ۲/۱۱ یعنی مثلثہ بالتکریر کرتے ہیں تو حاصل ۳/۸ ۱۶۶ ہوتا ہے اور افضل المہندسین علاّمہ غیاث الدین جمشید کاشی کے حساب پر آفتاب زمین سے تین سو چھپن اور تحقیقات جدیدہ کی رو سے بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک سو تئیس گنا بڑا ہے مگر یہ ان کے حساب کی غلطی ہے۔

امام احمد رضا نے بَرِ بنائے مُقرراتِ تازہ اصل کُرّوی پر حساب لگایا تو اس سے زائد آیا یعنی آفتاب زمین سے تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن گنا بڑا ثابت ہا۔ وہ مُقرراتِ تازہ اور پورا عملِ استخراج درجِ ذیل ہے۔ (نوٹ) اس کا پورا عمل جس طرح عام اعداد سے کیا جائے، اسی طرح اعداد کے لوگارثم (لاگرتھم) سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ امام احمد رضا نے پورا عمل لوگارثم ہی سے کیا ہے اس لئے ہم بھی اس کی توضیح لوگارثم ہی سے کر رہے ہیں۔ بذریعہ لوگارثم عمل کرنے میں یہ دھیان میں رکھا جائے:

(بشکریہ، ماہنامہ جامِ نور، دہلی، جنوری ۲۰۰۳ء)

(۱) مضروب اور مضروب فیہ کے لوگارثموں کا مجموعہ حاصلِ ضرب کا لوگارثم ہوتا ہے۔

(۲) مقسوم کے لوگارثم سے مقسوم علیہ کے لوگارثم کی تفریق، حاصلِ قسمت کا لوگارثم ہوتا ہے۔ اس لئے جہاں عام اعداد میں ضرب مقصود ہو وہاں لوگارثم میں جمع کا عمل اور جہاں عام اعداد میں تقسیم مقصود ہو وہاں لوگارثم میں تفریق کا عمل کرنا چاہیے۔

مقررات:

(۱) قُطرِ مدارِ شمس=185800000 میل (اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل)

(۲) قطرِ مُعدل زمین=7913.086 میل (سات ہزار نو سو تیرہ، اعشاریہ صفر، آٹھ، چھ)

(۳) قُطرِ اوسط شمس از دقائقِ محیط = 32 دقیقہ، 4 ثانیہ (32.06667) دقیقے

ضوابط:

(۱) قُطر محیط: 3.14159265:1 (یعنی تقریباً ۲۲/۷)

(۲) میل قطرِ شمس × 14159265 = میل محیط مدار شمس

(۳) میل محیط ÷ دقائق محیطہ یعنی 21600 = میل دقیقہ واحدہ

(۴) میل دقیقہ واحدہ × ۳۲ دقیقہ ۴ ثانیہ (یعنی 32.06667) = میل قطرِ شمس

(۵) میل قطرِ شمس ÷ میل قطرِ ارض = نسبت بین القطرین

(۶) نسبت بین القطرین کا مثلثہ بالتکریر (یعنی مکعب) = نسبت بین الکرتین

عمل بذریعہ لوگارثم:

لوگارثم میل قطر مدار شمس 8.269057 + لوگارثم (22/7) 0.4971499 = لوگارثم میل محیط مدار 8.766156 - لوگارثم دقائق محیطیہ (21600) 4.3344538 = لوگارثم میل دقیقہ واحدہ 4.4317418 + لوگارثم (32 دقیقہ 4 ثانیہ) 1.5060539 = لوگارثم میل قُطرِ شمس 5.9377957 = لوگارثم میل قطرِ ارض 3.8983459 = لوگارثم نسبت بین القطرین 2.0394498 اس لئے لوگارثم مکعب النسبۃ = 6.1183494 اس لوگارثم کا عدد تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن ...... یعنی محیط فلک شمس اٹھاون کروڑ تین لاکھ آٹھ ہزار میل ہے اور ایک دقیقہ 27023.5 میل اور قُطرِ شمس 86554.2 میل ہے اور وہ قُطرِ ارض سے 109.509 گنا بڑا ہے اور جرم شمس تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن گنا بڑا ہے۔

فائدہ:

حجم ارض درج ذیل قاعدہ سے بذریعہ لوگارثم معلوم کریں:

(۱) قُطرِ کُرہ × 22/7 = محیط کُرہ (۲) محیط کُرہ × قُطرِ کُرہ = سطحِ کُرہ

(۳) قُطرِ کُرہ کا نصف × سطحِ کُرہ کا ثلث = حجم کُرہ

لوگارثم قُطرِ ارض 3.8983459 + لوگارثم (22/7) 0.4971499 = لوگارثم محیط ارض 4.3954958 + لوگارثم قُطرِ ارض 8.3983459 = لوگارثم سطحِ ارض 8.2938417 ...... لوگارثم نصف قُطرِ ارض 3.5973159 + لوگارثم ثلثِ سطحِ ارض 7.8167204 = لوگارثم حجم ارض 11.4140363 اس لوگارثم کا عدد 259439620300 = حجمِ اَرض

نتائج:

قُطرِ ارض 7913.086 میل، محیطِ ارض = 24859.69284 میل، سطحِ ارض = 196716887.4 مربع میل، حجمِ ارض 259439620300 مکعب میل یعنی 2 کھرب 59 ارب 43 کروڑ 96 لاکھ 20 ہزار 300 سو مکعب میل۔

(نوٹ) دس پر لگا ہوا وہ قوت نما جو دس کو مفروضہ عدد کے برابر کر دیتا ہے اسی قوت نما کو مفروضہ عدد کا لوگارثم کہتے ہیں۔ دورِ حاضر میں لوگارثم کبھی ٹیبل اور کبھی کلکولیٹر سے معلوم کیا جاتا ہے مندرجہ بالا اعمال میں اسے ٹیبل سے اخذ کیا گیا ہے

امام احمد رضا

اور

جدید اسلامی بینکاری

مفتی ڈاکٹر محمد ابوبکر صدیق قادری عطاری*

دور حاضر میں نظام بینکاری کسی بھی معاشرے کی معیشت میں ڈھانچے کی حیثیت رکھتا ہے حتیٰ کہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ساری دنیا کی جدید معیشت نظام بینکاری ہی کی مرہون منت ہے۔ اگر جدید معیشت سے نظام بینکاری کو ختم کر دیا جائے تو ساری دنیا کا نظام معیشت ناممکن ہو جائے۔ مگر موجودہ بینکاری کی بنیاد سود پر ہے۔ اور سود انسانی معاشرے کے لئے کسی طرح بھی سودمند نہیں ہے۔ یہ از روئے عقل بھی قبیح ہے کہ اس میں انسانی مجبوریوں سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے اور از روئے شرع بھی ممنوع وحرام کہ سودی معاملہ کرنا رب کائنات سے اعلان جنگ کرنا ہے اور اس کا کم ترین گناہ اپنی ماں سے زنا کرنا ہے۔ چنانچہ موجودہ نظام بینکاری کی تمام تر اہمیت کے باوجود یہ حقیقت چھپی ہوئی نہیں ہے کہ سودی نظام سازی انسانیت کے لئے عمومی طور پر اور متوسط اور غریب طبقے کے لئے خصوصی طور پر نفع سے خالی اور سخت ضرر پر مبنی ہے۔ شیخ الاسلام امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے سودی نظام کی تباہ کاریوں کا اسی وقت اندازہ کر لیا تھا کہ جب کہ ہندوستان میں بہت ہی کم تعداد میں بینک تھے۔ لہذا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ شریف میں متعدد مقامات پر اس کا عقلاً اور شرعاً رد فرمایا اور امت مسلمہ کو اس کی ہلاکتوں سے آگاہ فرما کر اس سے بچنے کا مشورہ دیا۔ اور اس سلسلے میں کئی آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ سے سود کی شناخت کو واضح فرمایا۔

اسی طرح فتاوی رضویہ شریف میں متعدد مقامات پر سود اور سودی نظام کا شدت سے رد فرمایا اور مسلمانوں کو اس کی مضرت سے بچانے کی پوری پوری کوشش کی حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ جس میں بعض نام نہاد علماء نے اپنے غلط فتاویٰ کی بنیاد پر ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں ہی کے مابین سود کو حلال کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر شیخ الاسلام امام احمد رضا خان دنیائے اسلام کے ایک بے مثال مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مجدد اور مصلح بھی تھے۔ چنانچہ ایک جانب تو بحیثیت مفتی اسلام آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دلائل شرعیہ سے یہ ثابت کیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے دارالحرب نہیں ہے اور اس سلسلے میں کئی

(مہتمم پرنسپل: جامعۃ المدینۃ، گلستان جوہر، کراچی)

فتاویٰ جاری کرنے کے ساتھ ساتھ ایک مستقل رسالہ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" تصنیف فرمایا۔ اور دوسری جانب بحیثیت مصلح ومجدد سودی نظام کی مذمت میں نہ صرف کئی درجن فتاویٰ صادر فرمائے بلکہ اس کے جائز متبادل نظام کی طرف بھی رہنمائی فرمائی۔ جب ایک مستفتی نے دریافت کیا کہ کیا مسلمانوں کی معاشی حالت سنوارنے کے لئے سودی لین دین جائز ہے؟ تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں سود کی مذمت بیان فرمائی پھر اس کے متبادل نظام کی طرف رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اگر قرآن عظیم پر ایمان ہے تو سود کا انجام یقیناً تباہی وبربادی ہے۔ سائل لین دین پوچھتا ہے مسلمانوں کے پاس مال کہاں اور کفار بڑے بڑے مال دار ہیں انہیں آپ سے سودی قرض لینے کی کیا ضرورت ہوگی اگر ہوگی تو ان کی قوم کے ہزاروں لینے دینے کو موجود ہیں۔ اور سود لینے دینے سے قوم (مسلمانوں) کا نفع ہے یا کفار کا؟ سود دینے سے قوم کی حالت سنورتی تو لاکھوں مسلمان بنیوں کو سود دیتے اور اپنی جائیدادوں کو تباہ کرتے ہیں۔ ہزار کا مال دوڈھائی سو میں بہہ جاتا ہے اسی حالت کو سنورنا کہتے ہیں؟ نفع لینے کی بعض جائز صورتیں نکل سکتی ہیں جن میں سے بعض تو ہمارے فتاویٰ میں ذکر کردی گئی ہیں اور بہت کا ذکر ہمارے رسالہ نوٹ میں کیا گیا ہے کہ مع ترجمہ چھپ رہا ہے۔"

(سود ایک بدترین جرم صفحہ ۴۲ مطبوعہ: پروگریسو بکس لاہور)

سودی نظام کی جن برائیوں اور خرابیوں سے شیخ الاسلام امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے آج سے تقریباً نوے سال پہلے خبردار کردیا تھا آج الحمد للہ تعالیٰ امت مسلمہ کے ہوشمند طبقے نے بھی اس کا اندازہ کرلیا ہے۔ چنانچہ اس وقت دنیا بھر میں ڈیڑھ سو سے زائد ادارے غیر سودی بنیادوں پر نظام بینکاری چلارہے ہے۔ ان میں سے بعض کا تعلق عرب ریاستوں، بحرین، متحدہ عرب امارات، کویت، قطر، سعودی عرب اور اردن وغیرہ سے ہے۔ بعض کا تعلق ایشیائی ریاستوں مثلاً ایران، بنگلہ دیش اور ملائیشیا وغیرہ سے ہے۔ بعض کا تعلق افریقی ممالک مثلاً مصر، سوڈان، ساؤتھ افریقہ، سینیگال، کینیا وغیرہ سے ہے اور بعض کا تعلق مغربی ممالک مثلاً ترکی، سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، ڈنمارک اور لگزمبرگ وغیرہ سے ہیں۔

جب 1912ء میں منشی لعل محمد نے امت مسلمہ کی اس زبوں حالی اور معاشی تنزلی کا حل دریافت کیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح امت کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے اپنی خداداد فہم وفراست سے ایک عظیم چارنکاتی معاشی منصوبہ پیش فرمایا جو کہ مسلمانوں کی دنیاوی اور اخروی ترقی کا بہترین ذریعہ تھا۔ ان چار نکات میں سے تیسرا نکتہ اسلامی بینک کاری کی ابتداء سے متعلق تھا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بینک کھولتے۔ سود شرع نے حرام قطعی

مالک الملک

ہمارا اور ہماری جان کا مالک وہ ایک اکیلا، پاک، نرالا، سچا، مالک ہے۔ اس کے احکام میں کسی کو مجالِ زدن کیا معنی! کیا کوئی اس کا ہمسر یا اس پر افسر ہے۔ جو اس سے کیوں اور کہا کہے؟ مالک علی الاطلاق ہے، بے اشتراک ہے، جو چاہا کیا اور جو چاہے کرے گا۔

(قولِ اعلیٰ حضرت: ثلج الصدر الایمان القدر)

فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا مفصل بیان کتب فقہ میں ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کفل الفقیہ الفاہم میں چھپ چکا ہے۔ ان جائز طریقوں سے نفع لیتے کہ انھیں بھی فائدہ پہنچتا اور مسلمان بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی۔ اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے۔ اگر بنیوں کی جائداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا مسلمان ننگے اور بنئے تنگے (خوشحال) (تدبیر فلاح ونجات صلاح مع حاشیہ معاشی ترقی کا راز، صفحہ ۱۲ مطبوعہ: المدینۃ العلمیہ)

چنانچہ یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ مسلمان مفکرین میں سے شیخ الاسلام امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ہی وہ عظیم مدبر ہیں کہ جنہوں نے امت مسلمہ کی سب سے پہلے اسلامی بینکاری کی طرف نہ صرف رہنمائی فرمائی بلکہ اس کے چلانے کے جائز طریقے بھی بیان فرمائے۔ مذکورہ بالا سطور میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خط کشیدہ الفاظ میں مشارکہ، مضاربہ، اجارہ، بیع مؤجل، بیع مرابحہ اور بیع استصناع کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ان تمام طریقوں سے نفع لینے کی عملی مثالیں فتاویٰ رضویہ شریف کی ساتویں اور آٹھویں جلدوں میں مفصل موجود ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں،

بیع مؤجل کے ذریعے حصول نفع کی جائز صورت:

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ کیا تجارتی غلہ کو ادھار میں موجودہ تجارتی قیمت سے زیادہ میں بیچنا درست ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فتویٰ صادر فرمایا کہ درست ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۷۴ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی)

یونہی اگر کوئی اپنے سامان کی نقد قیمت کچھ بتائے مگر ادھار بیچنے پر کل نقد قیمت کا دس فیصد اضافہ کر کے بیچے اور خریدار اس قیمت پر عقد کے وقت راضی ہو جائے تو بھی جائز ہے۔ مثلاً ایک کتاب سو روپے کی نقد ملتی ہے مگر کتاب کا مالک ادھار خریدنے والے سے کہے کہ اگر ایک ماہ کی ادھار پر لو گے تو اس کی کل قیمت سے دس فیصد زائد دام میں فروخت کرونگا یعنی ایک سو دس میں دونگا۔ اگر خریدار اس پر راضی ہو جائے تو یہ بیع درست ہے۔ فقیہ اسلام امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب اسی قسم کا سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا جو کہ درج ذیل ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ موتی کے بیپاری (بیوپاری) موتیوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں قیمت سو روپیہ اور بر وقت قیمت (Cash Payment) لینے دینے کے فیصدی دس روپے کم کے حساب سے معاملہ طے ہوتا ہے پھر بھی اگر خریدنے والا نقد روپے ادا کرے تو فیصد پندرہ روپے کم سے معاملہ طے ہوتا ہے ورنہ مہینے تک کی میعاد (Period) کے بعد ادا کرے تو وہی فیصدی دس روپے کم دینے لینے کا رواج ہے۔ ایا (آیا کہ) اسطرح کا معاملہ طے کرنا اور خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جبکہ باہمی تراضی (Mutual Agreement) سے ایک امر (Form) متعین (Fix) منقطع (Done) ہو کوئی حرج نہیں قال تعالی الا ان تکون تجارۃ من تراض منکم۔ واللہ تعالی اعلم۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۲۴۷ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

بیع مرابحہ کے ذریعے حصول نفع کی جائز صورت:

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ کو شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ

سے بیع مرابحہ کے ذریعے سے حصول نفع کے سلسلے میں استفتاء کیا گیا کہ زید نے عمر سے کہا کہ تم ایک روپیہ کا مال اپنے روپے سے خریدلو بعد خرید نے تمھارے کے میں تم سے ایک روپیہ ایک آنہ دیکر خریدلوں گا اور ایک ماہ میں دونگا۔ کیونکہ میرے پاس روپیہ نہیں تو اس صورت میں نفع جائز ہے یانہیں؟ بینوا توجروا۔ تو امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ نے قوانین شریعت کی رو سے اس کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ" جائز ہے مگر یہ ثمن کی زیادتی اگر معمولی نرخ سے اس بنا پر بڑھائی گئی کہ زید قرض خریدتا ہے تو بہتر نہیں"

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۵۷ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی)

مضاربت کے ذریعے حصول نفع کی جائز صورت:

۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کو محمد صدیق بیگ نے شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ سے عقد مضاربت کے ذریعے سے حصول نفع کے سلسلے میں استفتاء کیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہل ہنود کو روپیہ تجارت کے لئے دیا جائے اور اس طرح پر کہ وہ کہے کہ جو نفع ہو اس میں سے نصف نصف تقسیم کرلیں گے۔ اکثر اس طریقے سے روپیہ دیا تھا؟ تو امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "یہ طریقہ مضاربت کا ہے۔ مسلمان کے ساتھ بھی جائز ہے مگر اس پر نقصان کی شرط حرام ہے اور ہندو کے ساتھ شرط نقصان بھی کرلینا جائز لانہ من عقد فاسد وھم لیسوا باھل ذمة ولا مستامنین (کیونکہ یہ عقد فاسد کے ذریعے ہے اور ہندوستان کے کفار نہ تو ذمی ہیں اور نہ ہی مستامن ہیں)۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۸ صفحہ ۱۶ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ، کراچی)

ہنڈی کے ذریعے حصول نفع کی جائز صورت:

۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ کو حاجی عیسیٰ خان محمد صاحب نے ہنڈی سے متعلق کئی سوالات کئے اور اس کے جواز کی صورت دریافت کی تو امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے تو ہنڈی کی تعریف اور شرعی حکم درج ذیل الفاظ میں بیان کیا:

"زید عمر کے پاس کچھ روپیہ بطور قرض اس شرط پر جمع کرے کہ روپیہ فلاں شہر میں فلاں شخص کو ادا کیا جائے یا یہ کہ میں خود فلاں شہر میں پاؤں اس کا نام ہنڈی ہے یہ ناجائز و گناہ ہے اور اس پر جو بعض وقت کمی بیشی ہوتی ہے جسے متی کہتے ہیں وہ نرا سود اور حرام قطعی ہے اور بطور قرض دینے سے یہ مراد نہیں کہ قرض کہہ کر دے بلکہ جب معاملہ یوں ہو کہ اگر یہ روپیہ عمر کے پاس سے بے اس کے قصور کے گم جائے، چوری ہو جائے، کسی طرح جاتا رہے جب بھی زید اپنا روپیہ اس سے بھروالے تو اسی کا نام قرض ہے اگرچہ دیتے وقت قرض کا لفظ نہ کہا ہو جمع کرنا کہا ہو جو امانت کو بھی شامل ہے اور یہاں عام طور پر یہی ہے کہ عمرو کو ہر طرح اس روپیہ کا دین دار جانیں گے اور کسی طرح ضائع ہو بے تاوان لئے نہ مانیں گے تو معلوم ہوا کہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے۔ امانت ہوتی تو بے اس کے قصور کے اگر روپیہ جاتا رہتا تو اس سے کچھ نہ لیا جاتا مع ہذا یہاں جمع کرنا اور دوسری جگہ اس کا عوض لینا یہ خود ہی حاصل قرض ہے۔ امانت تو بعینہٖ واپس لی جاتی ہے نہ اس کا عوض اور جب یہ قرض دینا ہوا اور زید اس میں یہ فائدہ پاتا ہے کہ اگر روپیہ کسی کے ہاتھ اس شہر کو بھیجتا یا اپنے ساتھ لے جاتا راستے میں جاتے رہنے کا اندیشہ تھا عمرو کو بطور قرض دینے سے یہ اندیشہ جاتا رہا

تو یہ ایک نفع ہے جو زید نے قرض دے کر حاصل کیا اور قرض دینے والے کو قرض پر جو نفع جو فائدہ حاصل ہو وہ سب سود اور نرا حرام ہے حدیث میں ہے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جر منفعة فھو ربا قرض سے جو فائدہ حاصل کیا جائے وہ سود ہے لہذا ہنڈی ناجائز ہوئی ''

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۷، صفحہ ۲۸۹ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ، کراچی)

پھر اس کے جواز کی درج ذیل صورت بیان کی:

ہاں ممکن ہے روپیہ (فتاویٰ رضویہ شریف میں روپیہ سے مراد چاندی کا روپیہ ہوتا ہے) نہ دے بلکہ نوٹ اور قرض نہ دے بلکہ بیع کرے اس شرط پر کہ خریدار اس کی قیمت کا حوالہ فلاں شہر کے فلاں تاجر پر کر دے کہ ہم خود یا اپنے وکیل کے ذریعے سے وہاں وصول کرلیں یہ جائز ہے اور مطلب پورا حاصل ہے اور اب کمی بیشی بھی روا ہے سو کا نوٹ ننانوے کو بیچیں یا ایک سو ایک کو کما حققناہ فی کفل الفقیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق ہماری کتاب کفل الفقیہ الفاہم میں کی ہے۔ (ایضا)

یہ اسلامی بینک کے لئے حصول نفع کی چند عملی مثالیں ہیں۔ اب درج سطور میں حصول نفع کی وہ جائز صورتیں بیان کی جاتی ہیں کہ جنہیں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کفل الفقیہ میں فقہ حنفی کے عظیم ائمہ مجتہدین مثل قاضی خان اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے نقل فرمایا ہے

''جہاں تک پہلی وجہ کا تعلق ہے تو وہ تو بالکل واضح ہے کہ سود (Usury) کو ساقط کرنے کا حیلہ سود (Usury) سے بھاگنے کا ذریعہ ہے اور وہ منع نہیں بلکہ ممنوع تو سود (Usury) میں پڑنا ہے اور بے شک ہمارے علماء کرام رضی اللہ عنھم نے اس کے متعدد حیلہ بیان فرمائے ہیں کہ زیادہ چیز لیں مگر سود (Usury) نہ ہو۔ نیز امام فقیہ النفس قاضی خان نے تو اپنے فتاویٰ میں اس کے لئے ایک مستقل فصل واضح فرمائی اور فرمایا کہ یہ فصل (Chapter) سود (Usury) سے بچنے کے حیلوں کے بیان میں ہے''

اس میں ایک حیلہ یہ بیان فرمایا کہ اگر کسی کے کسی شخص پر دس روپے قرض ہوں اور وہ اس قرض کو ایک معینہ مدت (Term) تک موخر کر کے دس کی جگہ تیرہ روپے وصول کرنا چاہے تو علماء فرماتے ہیں کہ اسے چاہئے کہ وہ مقروض سے کوئی چیز ان دس روپوں کے عوض خرید کر اس پر قبضہ کرے پھر یہی چیز اس مقروض کو ایک سال کی مدت کے لئے تیرہ روپے میں بیچ دے اس طرح یہ حرام سے بچ جائے گا اور اسے تیرہ روپے بھی حاصل ہو جائیں گے نیز اس طرح کا عمل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔'' انتہیٰ ''

یہی حیلہ بحر الرائق میں بھی خلاصہ اور نوازل امام فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے موجود ہے۔

دوسرا حیلہ یہ بیان فرمایا کہ ایک شخص نے کسی سے دس روپے یہ کہہ کر قرض مانگے کہ میں ان کے عوض تمہیں بارہ روپے دوں گا تو اس کا حیلہ یہ ہوگا کہ قرض لینے والا دینے والے کے سامنے کوئی سامان (Chattel) رکھ کر کہے کہ میں نے تجھے یہ سامان سو روپے کے عوض بیچا قرض دینے والا وہ سامان خرید کر قرض لینے والے کو اس کی قیمت ادا کر دے اور سامان پر قبضہ کرے پھر قرض لینے والا کہے یہ سامان مجھے ایک سو بیس روپے میں بیچ دو تو قرض دینے والا وہ سامان اسے فروخت کر دے تاکہ اسے سو روپے وصول ہو جائیں

اور سامان قرض لینے والے کو واپس مل جائے اور قرض دینے والے کے لینے والے پر ایک سوبیس روپے لازم ہو جائیں نیز احتیاط اس صورت میں زیادہ ہے کہ معاملہ طے پا جانے کے بعد قرض لینے والا دینے والے سے کہے کہ ''ہمارے درمیان جو گفتگو ہوئی اور جو شرائط طے پائیں میں نے انہیں ترک کیا'' پھر سامان کی خرید و فروخت کریں۔''انتہی''

تیسرا حیلہ یہ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ سامان بھی قرض دینے والے ہی کا ہو اور وہ دس روپے دے کر ایک معینہ مدت (Term) پر اس سے تیرہ روپے وصول کرنا چاہے تو قرض دینے والے کو چاہئے کہ وہ کوئی چیز قرض لینے والے کو تیرہ روپے میں بیچ دے اور وہ چیز اس کے قبضہ میں دے دے پھر قرض لینے والا وہ سامان کسی اجنبی کو دس روپے میں بیچ کر وہ چیز اس اجنبی کے قبضہ میں دیدے اور وہ اجنبی قرض دینے والے کو وہی چیز دس روپے میں بیچ دے اور اس سے دس روپے لے کر قرض لینے والے کو وہ دس روپے ادا کردے اس طرح اجنبی پر جو قرض لینے والے کے دس روپے ادھار تھے وہ بھی ادا ہو جائیں گے اور وہ چیز بھی دس روپے میں قرض دینے والے کے پاس پہنچ جائے گی اور اس کے تیرہ روپے قرض لینے والے پر ایک معینہ مدت تک کے لئے قرض ہو جائیں گے۔''انتہی''

چوتھا حیلہ یہ بیان فرمایا کہ قرض دینے والا لینے والے کے ہاتھ کوئی چیز ایک معینہ مدت تک کے لئے تیرہ روپے میں فروخت کرکے وہ چیز اس کے قبضہ میں دیدے اور قرض لینے والا وہ چیز کسی اجنبی کو بیچ دے پھر قرض لینے والا اس اجنبی سے بیع فسخ کردے خواہ وہ چیز اجنبی کے قبضہ میں دی ہو یا نہیں اس کے بعد قرض لینے والا دینے والے کو وہی چیز دس روپے میں بیچ کر دس روپے اس سے وصول کرے اس طرح قرض دینے والے کو تیرہ اور لینے والے کو دس روپے حاصل ہو جائیں گے اور متاع (Chattel) اصل مالک کے پاس پہنچ جائے گی اگر قرض دینے والے نے اپنی شے قیمت ادا کرنے سے پہلے جس قیمت میں بیچی تھی اس سے کم قیمت میں خرید لی مگر یہاں یہ جائز ہے کیونکہ بیچ میں دوسری بیع آ گئی جو قرض لینے والے اور اجنبی کے درمیان ہوئی تھی۔''انتہی''

اور اس میں ایک حیلہ یہ بیان فرمایا کہ قرض دینے والا لینے والے کے ہاتھ کوئی سامان ادھار بیچے اور وہ چیز اس کے قبضہ میں دیدے پھر قرض لینے والا اس سامان کو کسی دوسرے کے ہاتھ قیمت خرید سے کم قیمت کے عوض بیچ دے پھر وہ دوسرا شخص اس قرض دینے والے کو وہ سامان اسی قیمت میں بیچے جس میں اس نے خریدی تاکہ وہ متاع (Chattels) اس کو مل جائے اور اس سے قیمت لے کر قرض لینے والے کو دیدے تو قرض لینے والے کو قرض مل جائے گا اور دینے والے کو نفع حاصل ہو جائے گا۔''انتہی''

میرے خیال میں یہ وہی حیلہ ہے جس کا ذکر گزر چکا امام قاضی خان نے فرمایا کہ اسی حیلہ کا نام بیع عینہ (Credit Sale) ہے جسے امام محمد علیہ الرحمۃ نے ذکر فرمایا نیز مشائخ بلخ فرماتے ہیں کہ بیع عینہ (Credit Sale) ہمارے بازاروں میں رائج آج کل کی بیعوں سے بہتر ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیع عینہ (Credit Sale) کو جائز فرمایا ہے اور فرمایا کہ اس پر ثواب ملے گا ثواب کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اس میں حرام یعنی سود (Usury) سے بھاگنا ہے۔''انتہی''

پانچواں حیلہ یہ فرمایا کہ ایک شخص کے پاس دس کھرے چاندی کے روپے (Silver Coins) ہیں اور وہ یہ چاہتا ہے کہ ان کو بارہ کھوٹے روپوں کے عوض بیچے تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ سود

(Usury) ہے پھر اگر وہ حیلہ کرنا چاہئے تو اسے چاہئے کہ خریدار سے بارہ کھوٹے روپے بطور قرض لے لے پھر دس کھرے روپے اسے ادا کردے پھر وہ خریدار اسے باقی دو روپے معاف کردے تو یہ حیلہ جائز ہے۔"انتہی"

چھٹا حیلہ یہ بیان فرمایا اگر کسی شخص پر دس کھوٹے روپے ایک معین دن (Term) تک کے لئے قرض تھے جب وہ معین دن (Term) آیا تو قرض خواہ شخص نو کھرے روپے لایا اور کہا کہ ان دس کھوٹے روپوں کے بدلے یہ نو کھرے روپے لے لو تو یہ صورت جائز نہیں کیونکہ اس میں سود (Usury) ہے لہٰذا اگر وہ حیلہ کرنا چاہئے تو نو کھوٹے روپوں کے بدلے نو کھرے روپے لے لے اور ایک روپیہ معاف کردے اس صورت میں مقروض کو اگر یہ اندیشہ ہو کہ قرض خواہ ایک روپیہ معاف نہیں کرے گا تو قرض خواہ کو نو کھرے روپے ادا کرے اور ایک پیسہ یا کوئی اور چھوٹی سی چیز اس باقی روپے کے عوض دیدے تو اب یہ صورت بھی جائز ہو جائے گی اور وہ اندیشہ بھی جاتا رہے گا۔"انتہی"

(کفل الفقیہ المعروف کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات صفحہ ۷۷ تا ۸۰ ناشر: المدینۃ العلمیہ)

احکام الٰہی

جب بادشاہ کمال عادل اور جمیع کمال صفات میں یکتا و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال کہ نظام مملکت خویش خسرواں دانند۔ افسوس! کہ دنیوی مجازی جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور ملک الملوک بادشاہ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے۔ (قولِ اعلیٰ حضرت: تجلی الصدر الایمان القدر)

مذکورہ بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ شیخ الاسلام امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی وہ ذات ہے کہ جس نے سب سے پہلے نہ صرف اسلامی بینکاری کا تصور پیش فرمایا بلکہ چلانے کا طریقہء کار بھی بیان فرمایا۔ لہٰذا آج بھی اگر امت مسلمہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کردہ معاشی نکات کو اپنالیں تو پھر سے اسلامی نظام معیشت کی برتری ساری دنیا تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیگی اور نہ صرف مسلمان بلکہ ساری انسانیت سود کی لعنت سے چھٹکارا پا جائیگی۔

☆☆☆

امام احمد رضا جامع العلوم شخصیت

کتاب الصمصام کی علمی تحلیل

از: مولانا محمد اسحاق رضوی مصباحی*

الحمدللہ تعالیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الا علیٰ وآلہ واصحابہ ذوی العلی

مسلمانوں کی ایک بے مثال علمی تاریخ ہے جو اپنی وسعت کے اعتبار سے کسی قوم کے پاس نہیں۔ لیکن مسلمانوں میں ان علمی شخصیات پر بہت زیادہ نہیں لکھا گیا بلکہ اکثر فلاسفہ اسلام کی تحقیقات سے مشرق کے مقابلہ میں مغرب نے زیادہ فائدہ حاصل کی۔ کولمبس کے ساتھ ابن خلدوں خلیج بنگال پر اترے تھے۔ اب خلدون کی جغرافیائی مہارت سے پرتگالیوں نے بہت فائدہ اٹھایا اور پھر ابن خلدون کو تاریخ کے پردوں میں لپیٹنے کی کوشش کی گئی۔ اکثر محققین کی تحقیقات کو غیروں نے اپنے طرف منسوب کیا یا جان بوجھ کر ان کو بیچ سے اور تاریخی ذکر سے ہٹا دیا گیا۔

امام احمد رضا بریلی میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی اس بوریا نشین نے کتنی تحقیقات دنیا کو دیں اس وقت لوگوں کو اندازہ نہ تھا۔ سیاسی ہنگامہ آرائی اور مخالفین کی دروغ گوئی، ایسے اسباب تھے کہ اکثر کو ان کی تصانیف میں بہت وقت دینے سے الگ رہنا پڑا۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور جدید علمی ترقی کے بعد اندازہ ہوا کہ اس مفکر خاک نشین نے کس آسمان پر پرواز کی تھی۔ انہوں نے دوسو سے زائد فنون پر کچھ نہ کچھ افادات چھوڑے ہیں اور تلاش کی جائے تو یہ سلسلہ اور بھی طویل نکلے گا۔ ان کا کمال یہ ہے کہ فنون کو بڑی صحت او مہارت سے برتا ہے لطیف عبارت کے ساتھ ساتھ ہر فن میں ضرور ایسی بات نکالتے ہیں جو اگلوں کے بیان میں نہیں ملتی۔ انہوں نے ہر فن میں تحقیقی اضافہ ضرور کیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس علمی ترقی کے دور میں ان کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد یہ تاثر ضرور قائم ہوجاتا ہے کہ دین اسلام ہی بہترین دین ہے۔ سرورِ کونین ﷺ انسان کامل ہیں اور علم و اسلام ایک شے کے دو رخ ہیں۔

ان کے دور میں مسلمانوں میں جتنی اصلاحی اور علمی تحریکیں شروع ہوئیں ان کے لٹریچر اور علمی مواد کا اتنا اثر نہیں جتنا کہ امام احمد رضا کی تصانیف کا ہوتا ہے۔

ان کی تصانیف سے صحیح فائدہ اٹھانے کیلئے بہت سے علوم سے تھوڑی بہت معرفت ضروری ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ایک دو شعبہ ہائے علم سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ

*(نائب ناظم: مجلس شوریٰ، امام احمد رضا اکیڈمی۔ انڈیا)

امام احمد رضا کی تصانیف سے اپنے مانوس علموں میں فائدہ اٹھا لیتے ہیں اور اس کا اندازہ کم ہوتا ہے کہ اس تصنیف میں اور کتنے علوم رہ گئے۔

پہلے ۵۰/علوم وفنون کی تعداد تصانیف امام احمد رضا میں پائی گئی۔ (ڈاکٹر مجید اللہ قادری جنرل سکریٹری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان، نے اپنی تالیف ''قرآن، سائنس اور امام احمد رضا'' میں یہ تعداد اپنی تحقیق سے ۷۰/ کے قریب بتائی پھر اسی ادارے کے بانی اور صدر سید ریاست علی قادری مرحوم مغفور نے اپنے ایک مضمون ''امام احمد رضا ایک عظیم سائنسدان'' مشمولہ معارف رضا ۱۹۸۹ء میں ۱۰۵/علوم وفنون کی فہرس شائع کی، وجاہت) اس کے بعد مولانا عبدالستار ہمدانی نے اپنی غیر مطبوعہ کتاب خزینۃ العلم میں یہ تعداد ۱۱۵/فنون تک پہنچائی۔ فقیر نے اندازہ کیا کہ یہ تعداد ۲۰۰/ سے بھی زائد ہے۔

امام احمد رضا کی تصانیف کے مطالعہ کا نہج معین کرنے کے لئے ہم نے ان کی کتاب ''الصمصام'' کو چنا ہے اس کتاب میں ۶۰/ کے قریب علوم ہیں اور حجم صرف ۲۵/صفحہ بمشکل۔ جن میں سے چند علوم کی طرف اشارہ کرنا ہے، ان علوم کو بڑی مہارت سے امام نے برتا ہے۔ پھر یہ رسالہ ایسا ہے کہ جس کو انہوں نے ایک ہی نشست میں لکھا ہے، اس اندازہ ہوتا کہ ان کو یہ علوم مستحضر تھے۔

غیر شفاف اجسام کے اندر کے زاویہ، ایکسرے سے معلوم کرنے کا رواج میڈیکل اور طبعیات میں انتہائی مرحلہ میں تھا اس میں اصلاح کے بعد ترجیعی شعاعوں کے ذریعہ ان اجسام کے مشمولات ومندرجات داخلہ کا طریقہ ایجاد اور برقی صوتی تکنیک کا مرحلہ شروع ہوا جواب الٹرا ساؤنڈ کے طریقہ سے مشہور ہے اس کے ابتدائی زمانہ میں اس تکنیک سے جینین کے اعضاء جنس ابھرنے کے بعد اس کی جنسی نوع کا پتہ چل جاتا تھا جینین کے یہ اعضاء حمل کے دوسرے مرحلہ میں نمایاں ہو جاتے ہیں گویا کہ ۴/ماہی حمل کی ذکورت وانوثت کا پتہ چل جاتا تھا یہ تحقیق بالکل ابتدائی دور میں تھی،

قرآن شریف میں بھی بعض آیات سے معلوم ہوتا کہ مافی الارحام یعنی جنین کی کیفیت کا علم صرف باری تعالیٰ کو ہے۔ اس تکنیک اور آیت کے ظاہر سے عیسائیت کے مبلغ مسلمانوں میں قرآن کی صداقت کو چیلنج کرنا چاہتے تھے اس اعتراض کا علم جب حضرت قاضی عبدالوحید حنفی الفردوسی مرحوم مغفور، پٹنہ، کو ہوا تو انہوں نے عیسائیت کے اعتراض کو رد کرنے کے لئے امام احمد رضا کی خدمت میں عرضی پیش کی، سوال کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قاضی صاحب اس سے کافی پریشان تھے حالانکہ وہ بھی بڑی عالم تھے۔ سوال میں فرماتے ہیں:

> ''حضرت اقدس قبلہ وکعبہ مدظلہ دست بستہ تسلیم رسانی کے بعد التجا ہے ایک ضروری مسئلہ، جلد، اندر ہفتہ مدلل ومکمل عقلی ونقلی طور پر لکھ کر ایک مسلمان کی جانی یعنی ایمان کی حفاظت کیجئے۔
>
> ایک پادری کا کہنا ہے کہ قرآن میں ہے کہ پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ بچہ ذکور ہے یا اناث حالانکہ ہم نے ایک آلہ نکالا ہے جس سے سب حال معلوم ہو جاتا ہے اور پتہ ملتا ہے''

امام نے جو جواب اس شبہ کا لکھا ہے اس کی مثال نہیں، حاصل یہ ہے کہ آیات میں جس علم کو باری تعالیٰ سے خاص بتایا گیا ہے وہ کسی مخلوق کیلئے ممکن نہیں پھر انسانی علم کی حقیقت بیان کر کے

اس آلہ سے ثابت ہونے والے علم کی کیفیت سے ثابت کیا ہے کہ یہ علم باری تعالیٰ کیلئے ثابت کرنا جائز نہیں ۔لہٰذا آلہ سے یا خود انسان کو جو علم حاصل ہوتا ہے، اس کو ذات واجب سے اختصاص نہیں اور جو واجب کے ساتھ خاص ہے وہ انسان اور آلہ کیلئے ثابت ہونا ممکن نہیں لہٰذا قرآنی آیات بے غبار۔ قرآن کا اعلان برقرار اور یہ شبہات بے اعتبار۔

لیکن اس ساری بحث میں بڑے حسن کے ساتھ حضرت امام نے بہت سے علوم کو برتا ہے، خاص کر درج ذیل علوم جدیدہ و قدیمہ:

(۱) علم تفسیر (۲) تصوف
(۳) لغات قرآن (۴) علم علمیات
(۵) ترتیب آیات قرآن (۶) تطبیق علمیات
(۷) علم کلام (۸) علم الاضواء
(۹) جدلیات علم کلام
(۱۰) علم ایجاد آلات وٹیکنکل سائنس
(۱۱) علم الٰہیات قدیمہ (۱۲) معالجات
(۱۳) علم الٰہیات جدیدہ (۱۴) علم تشریح الابدان
(۱۵) علم المقابلہ (۱۶) علم منافع الاعضاء
(۱۷) علم فلکیات (۱۸) علم قیافہ
(۱۹) فن فلک بینی (۲۰) علم بشریات
(۲۱) علم ہیئت (۲۲) علم منطق
(۲۳) علم نجوم (۲۴) علم مناظرہ
(۲۵) علم المساحات (۲۶) جیومیٹری
(۲۷) علم ادیان عالم (۲۸) کیمیاء طبیعات
(۲۹) علم تاریخ عقائدی
(۳۰) علم نحو وادب کی اکثر اقسام
(۳۱) علم المناظر والمرایا (۳۲) علم طبعیات
(۳۳) علم الجنین (۳۴) نسخہ نویسی
(۳۵) علم حیات

تفصیل سے دیکھا جائے تو تقریباً ۶۰ ر علوم کے قضایا اس رسالہ میں ہے مگر ہم اختصار کیلئے ان میں بعض کے قضایا گناتے ہیں:

(۱) شروع میں اسی موضوع سے متعلق آیات کو جمع کر کے ترجمہ، وضاحت، تفسیر اور تطبیق کی ہے۔ جس سے غرائب القرآن، اصولِ تفسیر، تریب سور وآیات، تاریخ وتفسیر، تطبیق الآیات وغیرہ علوم پر ان کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۲) ان ابتدائی صفحات میں وضاحت کے دوران الٰہیات کے مسئلہ ''علم واجب'' اور علم کلام کے مسئلہ ''صفت علم خالق'' کے بارے میں بہت تحقیقی اور بے مثال خصوصیات کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

> ''مفصلاً حق واضح کو واضح تر کروں اصل یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے نفی مطلقا چند وجوہ پر ہے (اول) علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطاء غیر ہو۔ (دوم) علم کا غناء کہ کسی آلہ وجارحہ وتدبیر وفکر ونظر و التفات و انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔ (سوم) علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو (چہارم) علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو (پنجم) علم کا ثبات واستمرار

کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر، تبدل، فرق، تفاوت کا امکان نہ ہو (ششم) علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات، ذاتیات، اعراض، احوال لازمہ، مفارہ، ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ، آتیہ، موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو"

مندرجہ بالا عبارت سے منطق، علم کلام، علم الٰہیات، علم تطبیق، علمیات، جدلیات، علم تصوف وغیرہ علوم پر مہارت کا بین ثبوت ہے۔

مطالعہ ادیان پر مندرجہ ذیل عبارت سے کیا خوب روشنی پڑتی ہے، فرماتے ہیں:

"بلکہ جس طرح معنیٔ اول (علم ذاتی) کا غیر کیلئے اثبات کفر ہے (اسی طرح) اس معنی کی (علم عطائی امکانی) کی غیر سے نفیٔ مطلق بھی کفر ہے کہ یہ خود صدہا نصوص قرآن عظیم بلکہ تمام قرآن عظیم بلکہ تمام ملل و شرائع، عقل و نقل، جس سب کی تکذیب ہوگی"

علم طب، علم جنین، علم القابلہ، علم تشریح الابدان، علم منافع الاعضاء پر نظر امام کا اندازہ کیجئے، فرماتے ہیں:

وعلیٰ ھذا القیاس اب اس آلہ محدثہ کی طرف چلئے فقیر اس پر مطلع نہ ہوا نہ کسی سے اس کا حال سنا، ظاہر ایسی صورت نہیں کہ جنین بحال وفی ظلمات ثلاث تین اندھیریوں میں رہے اور بذریعہ آلہ مشہود ہو جائے اور اس کا جسم بالتفصیل آنکھوں سے نظر آجائے کہ بعد میں علوق فم رحم سخت منضم ہو جاتا ہے جس میں میل سرمہ بدقت جائے اور اس جائے تنگ و تار میں جنین محبوس ہو جاتا ہے وہ بھی یوں نہیں بلکہ اس پر تین اور غلاف چڑھے ہوتے ہیں۔

ایک غشائے رقیق ملاقی جسم جنین جس میں اس کا فضلۂ عرق جمع ہو جاتا ہے اس پر ایک اور حجاب اس سے کثیف ترمسمیٰ بہ غشاء لفافی جس میں فضلۂ بول جمع رہتا ہے اس پر ایک اور غلاف اکثف کہ سب کو محیط ہے جسے مشیمہ کہتے ہیں"

اسی عبارت سے متصل عبارت میں، علم قیافہ، علم ادویہ، علم نسخہ نویسی و معالجات میں مہارت کا اندازہ کیجئے، آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"ایسی حالت میں بدن نظر آنے کا کیا محل ہے، تو ظاہراً آلہ کا محصل صرف بعض علامات و امارات ممیزہ من جملہ خواص خارجیہ کا بتانا ہوگا جس سے ذکورت و انوثت کا قیاس ہو سکے جیسے رحم کی تجویف ایمن یا ایسر میں حمل کا ہونا، یا اور بعض تجربیات کہ تازہ حاصل کئے گئے ہوں، اگر اسی قدر ہے جب تو کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی مجربین قیاسات فائقہ رکھتے تھے جیسے داہنے یا بائیں طرف جنین کی پیشتر جنبش یا حاملہ کی پستان راست یا چپ کے حجم میں افزائش یا سرہائے پستان میں سرخی یا اُوداہٹ آنا یا رنگ روئے زن پر شادابی یا تیرگی چھانا یا حرکت زن میں خفت یا ثقل پانا یا قارورے میں اکثر اوقات، حمرت یا بیاض غالب رہنی یا عورت کے خلاف عادت بعض اطعمۂ جیدہ یا ردیہ کی رغبت ہونی یا پشم کبود میں زراوند مدقوق بعسل سرشتہ کا صبح علی الریق جمول اور ظہر تک مثل صائم رہ کر مزہ دہن کا امتحان کہ شریں ہو یا تلخ"

اس عبارت میں مخصوص طبی و نسخہ نویسی کی اصطلاح سے

اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا ایک ماہر طبیب بھی تھے دیکھیے اصطلاحِ طب پشمِ کبود، زراوند، مدقوق بعسلِ سرشتہ علی الریق حمول

مندرجہ ذیل عبارت میں علم المناظرہ والمرایا، علم الاضواء، طبعیات، جیومیٹری کے اصول کو کتنی خوبصورتی اور اختصار سے بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں۔

''اور عجائب صنع الٰہی جلت حکمتہ سے یہ بھی متحمل کہ کچھ ایسی تدابیر القاء فرمائی ہوں کہ جن سے جنین مشاہدہ ہی ہوجاتا ہو مثلاً بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں میں بقدر حاجت کچھ توسیع وتفریج دیکر روشنی پہنچا کر شیشے ایسی اوضاع پر لگائیں کہ باہم تادیہ عکوس، کرتے ہوئے زجاج عقرب پر عکس لے آئیں یا زجاجات متخالفۃ الملا میں ایسی وضعیں پائیں کہ اشعۂ بصریہ کو حسب قاعدہ معروضہ علم مناظر، انعطاف دیتے ہوئے جنین تک لے جائیں''

مندرجہ بالا عبارت میں اس عبقری امام ویژنل اسکوب وغیرہ آلات کا صحیح نقشہ بنادیا تھا جو ان کے برسوں بعد علم سرجری و علم تشخیصِ امراض میں مستعمل ہوا، کیا حد ہے اس ذہین کی ذہانت کی پھر اسی عبارت سے متصل آگے چل کر قاعدۂ کلیہ علم المناظرہ والمرایا کی ہیئت وحساب ونجوم فلکیات وعلم الاضوا سے توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جس طرح آفتاب کا کنارہ کہ ہنوز افق سے دور اور مقابلہ نظر سے محجوب ومستور ہوتا ہے بوجہ اختلاف ملاو غلظتِ عالمِ نسیم ہمیں محاذات بصر سے پہلے ہی سے نظر آتا اور طلوع حقیقی سے طلوع مرئی کہ وہی ملحوظ فی الشرع ہے پیشتر ہوتا ہے یوں ہی جانب غروب بعدِ زوال محاذات ووقوعِ حجاب بھی کچھ دیر تک دکھائی دیتا اور غروب مرئی معتبر فی الشرع غروبِ حقیقی کے بعد ہوتا ہے''

اس عبارت کے باقی تمام حصہ میں علم فلک بینی، فن ٹیلسکوب کے بڑے عجیب طریقہ کی ایجاد ہے اور ماصد وغیرہ پر ان کی نظر کا اندازہ ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

''اسی لئے فقیر کا مشاہدہ ہے کہ قرص شمس تمام وکمال بالائے افق مشہور ہونے پر بھی ظلمت شب مطلع مغرب میں نظر آتی ہے حالانکہ مخروط ظلی وشمس میں ہرگز نیم دور سے کم فصل نہیں اور اختلافِ منظرِ آفتاب غایت قلت میں ہے کہ مقدار عشر قطر تک بھی نہیں پہنچتا''

سورج کی شعاعوں کی اختفاء کے وقت عالمِ ارض کے تغیرات کا مشاہدہ اس وقت کے سائنسدانوں کا ایک لطیف ذریعۂ تحقیق ہے اس کا پہلا محقق ہند میں امام احمد رضا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت کے باقی حصہ سے آپ سمجھ سکتے ہیں۔

علم حیوان وغیرہ پر ان کی نظر کا اندازہ اس عبارت سے کیجیے:

''کوئی پادری صاحب آلہ آپ لگا کر یا کسی ڈاکٹر صاحب سے لگوا کر بتائیں تو کہ چیونٹی کے پیٹ میں کتنے انڈے ہیں؟ ان میں کتنی چیونٹیاں؟، کتنے چونٹے ہیں؟ ایک چیونٹی کیا؟ خفاش کے سوا سب پرندے اور نیز مچھلیاں، سانپ، گرگٹ، گوہ، ناکا، شقنقور وغیرہا لاکھوں جانور کہ انڈے دیتے ہیں

پادری صاحب کی حکمت سب جگہ بیکار ہے''

امام احمد رضا نے اس کتاب میں دعویٰ کیا تھا کہ جسمِ انسانی کے تمام ذروں کو خصوصی نسبت حاصل ہے اس سے امام احمد رضا نے انسانی جنین اور انسانی بدن کی جین، کروموزوم، ڈی این اے، ان کی ساخت، ان کی جوڑی ان کے سیل کی طرف اشارہ کر گئے ہیں جواب جدید علم حیاتیات و کیمیاءِ حیاتیات کا دل چسپ موضوع ہے۔

اسی کتاب میں امام احمد رضا نے علمِ انسانی، اس کی وضعت، فکرِ انسانی عقل وجسم کا تعلق وغیرہ بھی اس انداز سے بیان کیا ہے کہ جس سے ان کی علمِ بشریات پر واقفیت یقینی ہوجاتی ہے یہ کتاب چونکہ ایک اعتراض کا جواب ہے۔ لہٰذا اس میں ترتیب بحث کے اندر علمِ مناظرہ کے تمام اصولوں کو برتا ہے، دعویٰ، دلیل، مقدمہ، نتیجہ وغیرہ دلچسپ انداز میں قائم کئے ہیں اور مخالف کو صرف مسلمات، بدیہیات، حسیات، حدسیات، نظریات مسلمہ اور ہر فن کے ان مقدمات سے نتیجہ اخذ کیا ہے جن میں سے مخالف ایک کا بھی منکر نہیں ہوسکتا ہے۔

اس کے آخر میں عیسائیت کے عمل وعقیدے اور عیسائیوں کی دینی کتابوں سے جن امور کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو علمِ تاریخ، تاریخ، عقائد، مطالعہِ ادیان، نفسیات وغیرہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔

امام احمد رضا کو وصال کئے ۸۰/سال سے زیادہ ہوئے بعض علوم وہ ہیں جن کے خدوخال آپ کے برسوں بعد منظم ہوئے لہٰذا اس مختصر رسالہ میں ۶۰/ سے زیادہ علوم کی مسلمات قضیے ہیں اور یہی حال ان کی اکثر تصانیف کا ہے اہلِ علم کو چاہیے کہ اس خزانے کی قدر کریں۔ اور امام کی تصانیف سے فائدہ اٹھائیں اس مضمون سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہم نے امام احمد رضا کو صرف حسن عقیدہ سے مجدد نہیں مانا ہے بلکہ وہ حقیقت میں ہر علم کے اندر اس منصب کے ہر میدان میں اس عہدہ کے مستحق ہیں اسی کتاب میں امام احمد رضا کو باری تعالیٰ کی صفتِ علم اور اس کے آثار، صفتِ خلق اور آثارِ مخلوق کے علم وقدرت واختیار سے موازنہ کر کے ایسی وضاحت کی ہے جس سے مقامِ کبریائی اور درجۂ عبدیت کا صحیح فرق معلوم ہوتا ہے اس کے بعد دھریوں، زندیقوں، سائنسدانوں، منافقوں، یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، اشتراکیوں، نیچریوں وغیرہ کے تمام شبہات دور ہوجاتے ہیں جو وہ قرآن اور اس کے بیان کے سلسلہ میں کرسکتے تھے۔

آپ نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ ''اس آلہ میں اصل کام، طبعیات، علم المناظر المرایا سے لیا گیا ہے اور اس کا فیصلہ یقینی بدیہی بھی نہیں بلکہ اس کا فیصلہ عام قبولیت کا مقام حاصل نہیں کرسکتا''۔ آخر ایسا ہی ہوا الٹرساؤنڈ کی مدد سے لئے گئے تشخیصات عدالتی کاروائی کے لئے بیکار ہیں خود اس فن کے ماہرین اس کو تقریبی تشخیص قرار دیتے ہیں۔ جیسا الٹراساؤنڈ کی رپورٹ پڑھنے والے جانتے ہیں۔ امام احمد رضا کی تصانیف حقیقت میں۔ ایمان کی محافظ، علم کا خزانہ اور اصل میں اسلامی تاریخ ورثہ ہے۔

مسلکِ سخن کو شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

☆☆☆

تعمیرِ شخصیت

اور تربیتِ اولاد کا اسلامی نفسیاتی ماڈل

(تعلیماتِ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی روشنی میں)

سلیم اللہ جندراں

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ فکرِ صحیح کے مالک ہی نہیں بلکہ محافظ اور داعی تھے، بچوں کی تعلیم و تربیت سے متعلق ان کے نظریات نہایت واضح اور مفید ہیں۔ انہوں نے تعلیم کا محور دین اسلام کو اور اس کا بنیادی مقصد خدارسی اور رسول شناسی کو قرار دیا ہے۔ ان کی تعلیمات کی روشنی میں اولاد کی تربیت اور اس کی شخصیت کی تعمیر کا اسلامی نفسیاتی ماڈل کیا ہونا چاہیے؟ ذیل میں ہم اس کا ایک خاکہ پیش کرتے ہیں:

انسانی معاشرہ میں والدین اور اولاد کے درمیان جو گہرا فطری تعلق ہے وہ کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ والدین خواہ کسی بھی مذہب و قوم سے تعلق رکھتے ہوں خدا تعالیٰ نے ان کے دل میں اپنی اولاد کی پرورش کا جذبہ ڈال دیا ہے۔ اسلام نے والدین پر اولاد کی پرورش کے ساتھ ان کی عمدہ تربیت اور نگہداشت کی ذمہ داری بھی عائد کی ہے اور اس کی اہمیت پر بے حد زور دیا ہے۔

ماں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ پیدائش کے بعد بچے کو دو سال تک دودھ پلائے اور اس کی خبر گیری کرے۔ اگر ماں نہ ہو یا کس وجہ سے اپنے شوہر سے علیحدہ ہو چکی ہو تو باپ کا فرض ہے کہ وہ بچے کے دودھ پلوانے کا انتظام کرے نیز جب تک اولاد خود کمانے کے قابل نہ ہو جائے اس کی نگہداشت اور خرچ بھی باپ کے ذمے ہے۔

جب بچوں میں سوجھ بوجھ پیدا ہو جائے تو والدین کا فرض ہے کہ انہیں بری باتوں سے روکیں، اچھی تعلیم دیں اور اعلیٰ اخلاق سکھائیں۔ بعض والدین، بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں سخت لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ چونکہ مستقبل کے جانشین یہی بچے ہیں، اس لئے ان کے دل میں اپنے مذہب، وطن اور قوم سے محبت کا جذبہ اجاگر کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ بچپن ہی سے انہیں گناہ سے بیزاری اور نیکی کی طرف مائل کرنے کا بندوبست بھی کیا جانا چاہیے۔ سب سے اول ان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت جاں گزیں کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ بچپن کی سکھائی ہوئی باتیں پتھر کی لکیر کی مانند ہوتی ہیں۔ بچوں کو بے شعور اور بے عقل نہیں سمجھنا چاہیے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول کا بڑی باریک بینی سے مشاہدہ کرتے ہیں، پھر ان میں نقال پن کی بے پناہ صلاحیت ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے ماحول سے گہرا اثر قبول کرتے ہیں۔

بچوں کو گھٹے ہوئے ماحول یا قید و بند میں رکھنے کے بجائے آزادانہ اور ہمدردانہ ماحول میں پروان چڑھایا جائے تو اس سے ان میں حوصلہ اور عزم پیدا ہوتا ہے۔ بچوں کی تربیت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ان سے شفقت کی جائے، پیار، محبت، نرمی اور حکمت کے ساتھ ان کی رہنمائی کی جائے۔

رسول کریم ﷺ بچوں سے اس قدر پیار کرتے تھے کہ سفر سے واپسی پر جو بچے ملتے انہیں اپنی سواری پر آگے یا پیچھے بٹھالیتے۔ آپ ﷺ کے پاس موسم کا نیا میوہ آتا تو سب سے پہلے بچوں میں تقسیم فرماتے۔ آپ ﷺ کو راستے میں بچے کھیلتے ہوئے مل جاتے تو انہیں سلام میں پہل کرنے کا موقع دینے کی بجائے نہایت محبت سے خود سلام کرتے اور پیار بھری باتیں کرتے۔ اپنے بیگانے میں کوئی تمیز نہ تھی یہاں تک کہ مشرکین کے بچوں سے بھی آپ ﷺ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی بچوں کو دکھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ خبردار کسی بچے کو مت مارنا۔ وہ بے گناہ ہیں، انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

نبی کریم ﷺ کی بچوں کے ساتھ اس عمومی شفقت کے علاوہ اسلام نے ان کی تعمیرِ شخصیت اور کردار سازی کے لئے باقاعدہ ہدایات دی ہیں۔

قرآن حکیم کی سورۂ تحریم آیت ۶ میں ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا ٥

''اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ''

حضرت ایوب بن موسیٰ بواسطۂ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

والدین پر اولاد کا حق

☆ بچے کو پاک کمائی سے پاک روزی دے، کہ ناپاک مال، ناپاک ہی عادت لاتا ہے۔

☆ بچے کے دل میں حضور اقدس ﷺ کی محبت و تعظیم ڈالے کہ اصلِ ایمان و عینِ ایمان ہے۔

(قولِ اعلیٰ حضرت: مشعلۃ الارشاد)

"ان رسول الله ﷺ قال مانحل والد ولداً من نحل افضل من ادب حسن" (جامع ترمذی، ابواب البر والصلہ)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کوئی اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ نہیں دیتا''

حضرت جابر بن سمرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آدمی کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے'' (جامع ترمذی، ابواب البر والصلہ)

علامہ قرطبی نے ایک قول نقل کیا ہے:

''ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اہل خانہ کو دین کی تعلیم دیں، اچھی باتیں سکھائیں اور وہ ادب و ہنر جس کے بغیر چارہ نہیں، کی تعلیم دیں''

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے ایک تحریری سوال کے جواب میں کہ شرعی طور پر باپ پر بیٹے کا کس قدر حق ہے، جو کچھ بیان کیا ہے وہ نشوونما اور بالیدگی کے مراحل (Stages of growth and development) کے لحاظ سے بچوں کی جذباتی، معاشرتی، ذہنی، جسمانی تربیت کیلئے بے حد مفید ہے۔ انہوں نے

والدین پر اولاد کے حقوق کے حوالہ سے مندرجہ ذیل مراحل بیان کیئے ہیں:

۱- شادی سے قبل حقِ اولاد
۲- پیدائش کے وقت حقِ اولاد
۳- چھٹپن میں حقِ اولاد
۴- بچپن میں حقِ اولاد
۵- سات برس کی عمر سے حقِ اولاد
۶- بلوغت کے بعد حقِ اولاد
۷- بیٹے کے حقوق
۸- بیٹی کے حقوق
۹- چند حقوق جن پر اولاد کو چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔

زیر بحث مضمون کا تعلق چونکہ ابتدائی عمر کی تربیت سے ہے جو تعمیرِ شخصیت کے لئے سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اس لئے یہاں امام احمد رضا کے ماڈل کے حوالے سے بچپن تک کے مراحل کی تربیت کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

شادی سے قبل حقِ اولاد:

۱.........سب سے پہلے، وجود اولاد سے بھی قبل، حقِ اولاد یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح نسب کے لحاظ سے اچھے افراد میں کرے۔

۲.........شادی دیندار لوگوں میں کی جائے کیونکہ بچے پر نانا، ماموں وغیرہ کی عادات وانعال کا بھی اثر پڑتا ہے۔

۳.........جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے تاکہ شیطان کا بچے میں کوئی حصہ نہ رہے۔ اس دوران بے حیائی کا کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے بعد میں بچے کے بھی بے حیا ہونے کا خدشہ ہو۔

اولاد کی شخصیت کی تعمیر میں توارث اور ماں باپ کے جنسی ملاپ کے ماحول کا بڑا عمل دخل ہے۔ سر فرانس گالٹن، گوڈرڈ، مارگن، وانسن، کنڈ وے اپنی اپنی تحقیقات کی روشنی میں تعمیر شخصیت کے لئے توارث اور ماحول کی اہمیت کے معترف ہیں۔ سائنسی طور پر بھی اب یہ بات مسلّم ہے کہ حمل کے دوران ماں کو پیش آنے والے حادثات، ناخوشگوار واقعات اور اسی طرح پرسکون اور خوشگوار ماحول بچے کی نشوونما کو متأثر کرتے ہیں اور یہ عمل (Zygote formation) سے شروع ہو جاتا ہے۔ جدید ایمبر یالوجی (Modren Embryology) کے مطابق جنین کے دو مرحلے ہیں:

۱- پہلا مرحلہ: Embryonic Period (۳ر ہفتے تا ۸ر ہفتے) کہلاتا ہے۔

۲- دوسرا مرحلہ: Fetal Period (تیسرے مہینے تا پیدائش) کہلاتا ہے۔

اگر جدید ایمبر یالوجی کو قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ انسانی جنین (Human Fetus) جب چار ماہ کا ہوتا ہے تو اس کے اعضائے حسّی کی نشوونما مکمل ہو جاتی ہے۔ (ڈاکٹر مالک ۱۹۹۹: ۱۸۱ تا ۱۸۳)

اس ساری تفصیل کا لبِ لباب یہ ہے کہ اولاد کی تربیت کے حوالہ سے والدین پر وجودِ اولاد سے بھی قبل ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ اولاد کی درست تربیت اور احسن شخصیت سازی کے لئے ماں باپ کو وقتِ نکاح، انتخابِ رفیقِ حیات، وقتِ جماع ماحول، زمانۂ حمل کے دوران خانگی ماحول وغیرہ کے سلسلے میں خصوصی دھیان رکھنا چاہیے کیونکہ بچے کی جسمانی، ذہنی، جذباتی اور معاشرتی نشوونما ان تمام مراحل سے کسی نہ کسی طرح ضرور متأثر

ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں امام احمد رضا کے ماڈل کے مزید اہم نکات ملاحظہ ہوں:

پیدائش کے وقت حقِ اولاد:

۱.........جب بچہ پیدا ہو تو فوراً سیدھے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہے تا کہ خللِ شیطان وامّ الصبیان سے بچے۔

۲.........چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوتِ اخلاق کا فالِ حسن ہے۔

۳.........ساتویں دن اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے۔ بیٹی کے لئے ایک، بیٹے کے لئے دو (بکری/بکرے)، گویا یہ بچے کا رہن سے چھڑانا ہے۔

۴.........سر کے بال اتروائے اور بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

۵.........نام رکھے، یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے، ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔

۶.........برا نام نہ رکھے کہ یہ فالِ بد ہے۔

۷.........عبداللہ، عبدالرحمٰن، احمد، حامد وغیرہ یا انبیاء، اولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجبِ برکت ہے خصوصاً نامِ پاک محمد ﷺ کے اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچے کے دنیا وآخرت میں کام آتی ہے۔

۸.........جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم وتکریم کرے۔

۹.........مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

چھٹپن میں حقِ اولاد:

۱.........مارنے برا کہنے میں احتیاط رکھے۔

۲.........جو مانگے بروجہِ مناسب دے۔

۳.........پیار میں جھوٹے لقب، بے قدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

۴.........ماں یا کسی نیک دایہ، نمازی، صالحہ، شریف القوم سے دو سال تک دودھ پلوائے۔ بد اخلاق یا بد انعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

۵.........بچہ کا نفقہ، اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا بھی واجب ہے جن میں حفاظت بھی داخل ہے۔

۶.........اپنے حوائج وادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے اس میں عزیزوں، قریبوں، محتاجوں، غریبوں وغیرہ میں سب سے پہلا حق عیال واطفال کا ہے، جو ان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

۷.........بچہ کو پاک کمائی سے پاک روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں لاتا ہے۔

۸.........اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کا تابع رکھے۔ جس چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے کہ ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے، زیادہ نہ ہو تو انہیں کھلائے۔

۹.........خدا کی اِن امانتوں کے ساتھ مہر ولطف کا برتاؤ رکھے۔

۱۰.........انہیں پیار کرے بدن سے لپٹائے، کندھے پر چڑھائے، ان کے ہنسنے کھیلنے، بہلنے کی باتیں کرے۔ ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت ومحافظت ہر وقت حتیٰ کہ نماز وخطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

۱۱.........نیا میوہ، نیا پھل پہلے انہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں۔

۱۲.........کبھی کبھی حسب مقدور انہیں کھانے کیلئے شیرینی وغیرہ اور پہننے اور کھیلنے کی اچھی چیزیں جو شرعاً جائز ہیں، دیتا رہے۔

۱۳.........بہلانے کیلئے بھی جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچہ سے بھی وہی وعدہ جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

۱۴.........بچے ایک سے زائد ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر و یکساں دے، ایک دوسرے پر ترجیح نہ دے۔

۱۵.........سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ تحفہ ضرور لائے

۱۶.........بیمار ہوں تو علاج کرائے اور حتی الامکان سخت موذی علاج سے بچائے۔

بچپن میں حقِ اولاد:

۱.........زبان کھلتے ہی اللہ اللہ اور پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔

۲.........جب تمیز آئے، ادب سکھائے۔

۳.........کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعلیم، ماں باپ اور استاد کی اطاعت کے طرق و آداب بتائے۔

۴.........قرآن مجید پڑھائے۔

۵.........بچے کو نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ اور عمر رسیدہ استاد کے سپرد کرے اور بیٹی کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے، بعد ختمِ قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید کرے۔

۶.........عقائدِ اسلام و سنت سکھائے۔

۷.........حضورِ اقدس، رحمتِ عالم ﷺ کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے۔

۸.........حضور پر نور ﷺ کے آل و اصحاب و اولیاء اور علماء کی محبت و تعظیم کی تعلیم دے۔

سات برس کی عمر سے حقِ اولاد:

۱.........سات برس کی عمر سے بچے کو نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

۲.........علمِ دین خصوصاً وضو، غسل، نماز، روزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، زبان کی حفاظت وغیرہ خوبیوں کے فضائل اور حرص و طمع، حبِ دنیا، حبِ جاہ، ریا، عُجب، تکبر، خیانت، جھوٹ، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ، وغیرہ برائیوں کے رذائل سکھائے۔

۳.........پڑھانے سکھانے میں مہربانی و نرمی ملحوظ رکھے۔

۴.........موقع کے مطابق سرزنش اور تنبیہ کرے مگر برا بھلا نہ کہے کہ کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔

۵.........مارے تو منہ پر نہ مارے، سرزنش اور ڈرانے پر قانع رہے۔

۶.........زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے تاکہ طبیعت میں نشاط باقی رہے۔

۷.........بری صحبت میں ہرگز نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بد، مارِ بد سے بدتر ہے۔

۸.........کتبِ عشقیہ و غزلیاتِ فسقیہ ہرگز نہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائیں، جھک جاتی ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ مندرجہ بالا نکات بچوں کی نشو و نما اور تربیت کے طور پر اپنائے جاسکتے ہیں۔ ان خطوط پر اگر بچوں کی تربیت کی جائے تو یقیناً وہ والدین، معاشرہ، ملک و ملت اور دین اسلام کے لئے قابل فخر سرمایہ ثابت ہوسکتے ہیں۔ بچوں کی شخصیت کی تعمیر اور تربیت کے حوالہ سے امام احمد رضا خاں نے اسلام کے آئینہ میں جو رہنما خطوط

والدین کیلئے مرحلہ وار متعین کئے ہیں یہ نفسیاتی، تعلیمی اور تربیتی لحاظ سے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں، نفسیات کی تعریف جدید ماہرینِ نفسیات نے یہ بیان کی ہے:

"Psychology is a scientific study of human and animal behaviour". (Rashid 1997:3)

انسانی کردار کے سائنسی مطالعہ کے بعد یہ تحقیق سامنے آتی ہے کہ اولاد کی تربیت پر گھر اور والدین کے اثرات بہت زیادہ مرتب ہوتے ہیں۔ جہاں اسلام نے والدین پر اولاد کی تربیت کے حوالہ سے مفصل انداز میں ذمہ داریاں عائد کی ہیں (امام احمد رضا خان نے ان میں سے چند ایک کا مرحلہ وار یہاں اجمالاً ذکر بھی کیا ہے) وہیں اسلام نے اولاد پر بھی والدین کے حقوق عائد کئے ہیں۔ والدین اور گھر کے افراد کے اس مؤثر کردار کے بارے مغربی ماہرین نفسیات بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف ایجوکیشن (1971:79) میں Personality Development پر طویل بحث کی گئی ہے اور والدین کے کردار کو یوں اجاگر کیا گیا ہے:

"Socialization is the process by which the child acquires the beliefs, motives, values, and skills necessary for the performance of appropriate role behaviours ---- During infancy, a child's parents are the most important agents of socialization ---- The parents interaction with the infant also gives the child sensory stimulation which is important for cognitive development".

امام احمد رضا خاں نے ''چھٹپن'' اور ''بچپن'' میں حق اولاد کے حوالہ سے والدین کیلئے جو صرف (۲) تربیتی شیڈول اسلام کی روشنی میں متعین کیا ہے اگر والدین اپنے پیش نظر رکھیں تو یقیناً ان کا اپنے بچوں کے ساتھ بڑا Pleasant and strong interaction استوار رہے گا۔ Woolfolk (۱۹۹۸:۹۱) اپنی تصنیف Educational Psycholology میں بچوں کی شخصیت کی تعمیر کے حوالے سے دو اہم ترین عوامل کا ذکر کرتی ہیں (جن کا ذکر اسلام کی روشنی میں امام احمد رضا خاں نے فتاویٰ رضویہ میں ایک صدی قبل کیا ہے) وہ یہ ہیں:

(۱) والدین، کنبہ (۲) مدرسہ

مدرسہ میں استاد کی شخصیت، گھر میں ماں باپ کی طرح بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ دار ہوتی ہے امام احمد رضا خاں ۵ تا ۶ سال کی عمر کے بچوں کے اسکول مدرسہ/ ایجوکیشن کے آغاز پر والدین پر یہ ذمہ داری عائد کرتے ہیں کہ والد ''بچے کو نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ اور عمر رسیدہ استاد کے سپرد کرے اور بیٹی کو نیک، پارسا عورت سے پڑھوائے''، اگر چہ آج کل کے حالات میں بچوں کیلئے نیک، متقی، صحیح العقیدہ اور عمر رسیدہ (کہنہ مشق/ تجربہ کار) استاد کامل جانا نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں ہے اور عام حالات میں نہایت کٹھن کام ہے۔ بچوں کی تعلیم کے ضمن میں والدین اگر اس

قدر دلچسپی لیں تو ان کے بچوں کے یقیناً بہتر شخصیت کی تعمیر ممکن ہے۔

مندرجہ بالا اسلامی نفسیاتی تربیتی ماڈل میں راقم الحروف نے Childrens' Personality Development کے شیڈول کے حوالے سے ایک امتیازِ فکر دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ مغربی سائیکولوجسٹس نے Personality Development stages کا شیڈول in fancy(5-6 year) پیریڈ سے شروع کیا ہے مگر امام احمد رضاخان نے تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں اولاد کی تعمیرِ شخصیت کے حوالہ سے شادی سے قبل حق اولاد کا پیریڈ بھی وہاں خصوصی طور پر شامل کیا ہے، اگر مندرجہ بالا ہدایات کی روشنی میں شادی سے قبل حقِ اولاد کو بھی بچوں کی مستقبل کی تعمیرِ شخصیت کے حوالے سے پیشِ نظر رکھا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ، زیادہ بہتر تعمیرِ شخصیت کے نتائج کی توقع ہوگی نیز یہ کہ بچوں کے Socialization Process اور Personality Development & Growth کے حوالہ سے آج جدید مغربی دنیا جس تحقیق کو آشکار کر رہی ہے اگر اس کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس کا اصل منبع و مبداء اسلام ہی نظر آتا ہے۔ نجاتی اپنی تصنیف ''القرآن اور علم النفس'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> ''میں یقینِ واثق کے ساتھ حلفیہ کہوں گا کہ انسان کی حقیقت کو اس کے خالق ''اللہ'' سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا اور قرآن مجید اسی کا کلام معجز ہے''۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اسلامی ماٰخذ تک رسائی اور اسلاف کے عظیم کارناموں سے شناسائی عطا کرے اور ان کا پیروکار بنائے (آمین) امام احمد رضا خان ان اہم اسلامی شخصیات میں سے ایک ہیں جنہوں نے خلقِ خدا کی بھلائی کیلئے اسلامی تحقیقات عامۃ الناس تک پہنچانے کی سعی بلیغ فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اسلاف کرام کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کی قبروں پر رحمت و رضوان کی بارش فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

حوالہ جات

(۱) القرآن

(۲) الحدیث

(۳) بریلوی، امام احمد رضا (۱۹۹۸ء) فتاویٰ رضویہ جلد دہم، ادارۂ تصنیفاتِ امام احمد رضا، کراچی۔

(۴) ڈاکٹر مالک، محمد (۱۹۹۹ء) امام احمد رضا کا نظریۂ شخصیت، معارف رضا، جلد XIX، ص ۱۸۱-۱۹۳

(۵) نجاتی، محمد عثمان، القرآن اور علم النفس، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب (سن ندارد)

(6) Encyclopaedia of Education (1971), New Yourk: Maemailan Company, pp.76-58

(7) Rashid, Muhammad (1997), Educational Psychology. Islamabad: Allama Iqbal open University.

(8) Woolfolk, Anita E (1998) Educational Psychology Boston, Singapore, Allyn & Beacom.

☆☆☆

امام احمد رضا خاں
ایک موسوعاتی سائنسداں

پروفیسر جمیل قلندر

قرآن حکیم نے انسانی ذات، خارجی کائنات اور خالق کائنات سے متعلق ایک نئے اسلوب بیان اور انداز فکر کی داغ بیل ڈالی، جسے آج کل کی اصطلاح میں Holistic یا Interdicciplinary approch کہتے ہیں۔ اس کی رو سے بزم ہستی کی مختلف اور متنوع اشیاء کو علیحدہ علیحدہ دیکھنے کی بجائے ان کو ایک دوسرے کے مشترکہ تناظر میں دیکھتے ہیں۔ قرآن حکیم کے بعد دو شخصیتیں قابل ذکر اور لائق توجہ ہیں۔ جنہوں نے خالص دینی پلیٹ فارم سے اس قسم کے بین الموضوعاتی اور کلیاتی موقف اپنا کر اس کی تعلیم دی۔ ایک شخصیت مبارکہ تو حضرت امام علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی قدر ہے، جن کا کم وبیش بیس مجلدات پر مشتمل کلام انفس وآفاق کے ہر گوشے پر محیط ہے، اور علم ومعرفت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے، اور دوسری شخصیت برگزیدہ حضور رسالتمآب علیہ الصلا والسلام کی ذرّیت میں سے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جنہوں نے اس قسم کے انداز فکر کو نہ صرف آگے بڑھایا، بلکہ اسی کے مطابق سائنسدانوں، فلسفیوں، علماء اور فقہاء کی ایک پوری نسل تیار کی۔ جس میں آپ کے ایک ہونہار شاگرد امام ابوحنیفہ بھی ہیں، جن کا اپنے استاد کی شان میں یہ قول ضرب والمثل بن چکا ہے:

لَوْلَا سَنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ

''اگر میری عمر کے وہ آخری دو سال نہ ہوتے جو میں نے اپنے استاد امام جعفر صادق کے تلمذ میں گزارے ہیں، تو یہ نعمان کبھی کا ہلاک ہو چکا ہوتا''

خالص دینی پلیٹ فارم سے ہٹ کر خالص علمی، سائنسی اور فلسفیانہ میدان میں یہ انداز فکر مسلمان سائنسدانوں، فلسفیوں، متکلمین، مؤرخین، علماء اور فقہاء کا طرّۂ امتیاز رہا، جن میں سے ہر ایک فرد نے ایک حیرت انگیز انسائیکلوپیڈیائی (Encycloredic) ورثہ نوع انسانی کے لئے چھوڑا ہے۔

دنیائے مشرق کے زوال وانحطاط کے بعد سستی، کاہلی، کام چوری اور سہل انگاری عام ہوگئی اور اس کے ساتھ وہ انسائیکلوپیڈیائی روح جاتی رہی اور پھر وہ وقت آیا کہ اہل مغرب کی تقلید میں یہاں کسی ایک شعبۂ علم وفن میں تخصص (Specialization) کے رجحان نے لے لی اب صورت حال یہ ہے کہ ایک شخص کسی ایک شعبۂ علم وفن میں ماہر تو ہوگا مگر دوسرے متعلقہ یا غیر متعلقہ (مگر بے حد مفید اور اہم) شعبہ ہائے علم وفن سے بالکل کورا اور بے خبر ہوگا۔

انسائیکلو پیڈیائی دور کی طرف از سرنو مراجعت:

حال ہی میں ارباب تحقیق پر جب نرے تخصص (Specialization) کی خامیاں اور ناکامیاں کھل گئیں تو انہوں نے کوششیں شروع کیں کہ عہد رفتہ کی اس انسائیکلو پیڈیائی اسپرٹ کو پھر سے زندہ کیا جائے، جسے عصرِ حاضر کی اصطلاح میں Interdisciplinary یا Holistic approach کہتے ہیں۔

تقسیم پاک و ہند سے پہلے ہندوستان میں علامہ امام احمد رضا خاں بریلوی دینی پلیٹ فارم پر غالباً وہ واحد شخصیت نمودار ہوئے، جنہوں نے نرے سپشلائزین کی روش سے ہٹ کر علوم و فنون کے بارے میں وہی انسائیکلو پیڈیائی، موسوعاتی، انٹرڈسپلینری اور ہولسٹک رویہ اپنایا، جو مشرق کے قدیم سائنسدانوں، فلسفیوں، علماء، فقہاء اور مورخین کا وطیرہ اور معمول رہا ہے۔

علامہ امام احمد رضا بریلوی نے ایک ہزار تصانیف، حاشیوں، اور شرحوں کا ذخیرہ چھوڑا ہے، جو ایک اندازے کے مطابق ستر علوم وفنون پر محیط ہے، اور دوسرے اندازے کی رو سے موضوعات کی یہ تعداد سو سے بھی زیادہ ہے، جن میں ایک ریاضیات بھی ہے، جس پر علامہ امام بریلوی کے ۲۷ تصنیفات کتابوں مقالوں اور حاشیوں کی شکل میں موجود ہیں۔

تحقیق و اجتهاد میں استقراء اور ریاضیاتی و هندسی طریقۂ استدلال کا استعمال:

علامہ امام بریلوی نے اپنی تحقیقات واجتہادات کی بنیاد خالصۃً استقراء یعنی ذاتی تجربے اور مشاہدے پر رکھی اور اس میں استدلال کا طریقہ قطعی طور پر وہی اپنایا جسے ریاضیاتی و ہندسی طریقۂ استدلال (Mathimatical & Geomatrical Method of Argumentation) کہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ علامہ امام بریلوی ایک سائنسداں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ ریاضی داں بھی تھے۔

ریاضیات کے میدان میں:

پانچویں صدی کے برصغیر سندھ و ہند میں البیرونی کی تحقیقات ہی سے ریاضیات میں اقلیدس کی جیومیٹری اور فلکیات میں زیجات (Geometrical tables) کے مطالعہ کا آغاز ہوا اور جو فاضل محقق ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی فاضلانہ رائے میں ''علامہ بریلوی کی باقیاتِ صالحات پر ختم ہوا''، جن کی ادنی سے جھلک ان کی ''تحریر اقلیدس'' میں دکھائی دیتی ہے۔ بلکہ زیجات کے مسائل سے متعلق ان کے مطالعے اور فہم وادراک کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے شیخ الطائفہ نصیر الدین طوسی کی تیار کردہ ''زیج ایلخانی'' اور برصغیر سندھ و ہند کے ماہر فلکیات غلام حسین جونپوری کی ''زیج بہادر خانی'' پر فاضلانہ اور محققانہ حاشیے تحریر کئے۔ ریاضیات کے موضوع پر علامہ امام بریلوی نے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ۲۷ تصنیفات چھوڑی ہیں۔

طبیعیات کے میدان میں:

طبیعات کے موضوع پر علامہ امام بریلوی کی تحقیقات اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی ہیں۔ مثلاً آواز کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ آواز جب ہوا میں سفر کر رہی ہوتی ہے، تو بے آواز ہوتی ہے، پھر (ان کے الفاظ میں) ''اس کی کاپیاں چھپتی ہوئی ہمارے کانوں تک پہنچتی ہیں، اس کو آواز کا سننا ہی کہا جاتا ہے''۔

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی کی اس نفیس تحقیق کی رو سے انسان جب کلام کرتا ہے تو اس کے منہ میں ایک خاص قسم کی شکل اور ایک کیفیت مخصوصہ پیدا ہوتی ہے جسے آواز کہتے ہیں۔ اس اس آواز کی کاپیاں ہوتی چلی جاتی ہیں، اور ہوا کی موجوں میں تیرتی ہوئی سینکڑوں لوگوں تک پہنچتی ہیں۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہزاروں آوازیں تھیں، بلکہ ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ ایک آواز تھی جس کو سب لوگوں نے سنا، کیونکہ وہ اسی آواز کی امثال اور اس کے مشابہ شکلیں ہوتی ہیں جو ہزاروں کانوں تک پہنچتی ہیں اور وہ تمام شکلیں اور کاپیاں ایک ہی آواز کہلاتی ہیں، حتیٰ کہ صدائے بازگشت بھی اس کی اصل آواز ہے اور جو ٹیپ ریکارڈ اور فونوگرام میں ٹیپ ہے وہ بھی اصل آواز ہے"

روشنی کے بارے میں علامہ امام بریلوی کے مشاہدات قابل توجہ ہیں۔ علم بصریات (Optics) میں انعطاف نور (Refraction of light) اور انعکاسِ نور (Refelection of light) دو اہم تصورات ہیں۔ انکسارِ نور/انعطاف نور کی توجیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا کثافت اگر چہ انکسار میں کمی بیشی لاتی ہے، جس کا ادراک تھرمامیٹر سے ممکن ہے اور وہ قبل از وقوع نہیں ہو سکتا، مگر یہ تفاوت غیر اہم ہے--- کوکب جب تک ٹھیک سمت الرأس نہ ہو، انکسار کے پنجے سے نہیں چھوٹ سکتا، مگر مشاہدے نے انکسار افقی کلی بتایا، اور تناسب سے انکساراتِ جزئیہ تدرک ہوئے، جن کے جدول فقیر نے اپنی تحریرات ھندسیہ میں دی ہے۔ اس کے ملاحظہ سے پھر انہی قوانین نے راہ پائی اور ہر دن کے لئے وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا"

علاوہ ازیں، "فوز مبین در رد حرکت زمین" کے عنوان سے علامہ امام بریلوی نے ایک کتابچہ لکھا ہے، جس میں زمین کی حرکت کے رد پر کل ایکسٹھ (۶۱) دلائل دئے ہیں*۔ مقالہ نگار موصوف کی نظر سے پوری کتاب نظر سے نہیں گزری، امام احمد رضا نے ۱۰۵ ردلائل دیئے ہیں (ادارہ)۔ ان میں سے ایک دلیل جو زمانۂ قدیم سے چلی آئی ہے، یہ بھی ہے کہ اگر کسی خاص جگہ سے کوئی وزنی شے سیدھی عموداً اوپر پھینکی جائے، تو وہ دوبارہ ٹھیک اسی جگہ پر آ گرتی ہے، جبکہ زمین کی حرکت کی صورت میں وہ اس جگہ سے ہٹ کر کسی اور جگہ گرتی۔ گیارویں صدی عیسوی کے آغاز میں البیرونی کے ایک ہم عصر سائنسداں ابوسعید احمد بن محمد بن عبدالجلیل نے اس مفروضے کو اپنے مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر آزما کر دیکھا کہ پھینکی ہوئی وزنی شے فی الواقع نشان زدہ سے جگہ سے ہٹ کر آ گرتی ہے اور یوں اس نے زمین کی حرکت کو ثابت کیا۔

اقتصادیات کے میدان میں:

اقتصادیات کے موضوع پر "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" اور "تدبیر فلاح ونجات واصلاح" کے عنوان سے علامہ امام بریلوی کے دو کتابچے منظر عام پر آ چکے ہیں جو رہنما معاشی تصورات (Key Economic Concepts) پر مشتمل ہیں۔

علاوہ ازیں ناپ تول کے پیمانوں اور کرنسی نوٹوں کی

*(مقالہ نگار موصوف کی نظر سے پوری کتاب نہیں گزری، امام احمد رضا نے ۱۰۵ ردلائل دیئے ہیں، ادارہ)

قیمت صرف سے متعلق، دقیق ولطیف ریاضیاتی تجزیئے کی بنیاد پر، آپ کی تحقیقات ومباحث بڑی محیرالعقول ہیں۔

فلسفے کے میدان میں:

علامہ امام بریلوی نے، فلسفے کے موضوع پر، ''الکلمۃ الملھمۃ'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں کل اکتیس (۳۱) مسائل زیر بحث آئے ہیں جبکہ اس سے پہلے غزالی کی کتاب ''تہافت الفلاسفۃ'' میں صرف بیس مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے اس ضمن میں شبیر احمد غوری کے ایک محققانہ مقالے کا حوالہ دیا ہے جس کی رو سے علامہ امام بریلوی کی کتاب ''الکلمۃ الملھمۃ'' عصر حاضر کی ''تہافت الفلاسفۃ'' ہے۔

فقہ کے میدان میں:

فقہ کے موضوع پر علامہ امام بریلوی کی کتاب ''فتاویٰ رضویہ'' جو ۱۲ر ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے* ۱۲ر جلدوں کی ہر جلد جہازی سائز کے ہزار صفحات پر مشتمل تھیں اوران میں تخریج وتحشی کا کام نہ تھا، رضا فاؤنڈیشن لاہور اب تک فتاویٰ رضویہ کی ۲۲ر جلدیں مع تخریجات، ترجمہ عبارات (عربی، فارسی) اور حاشیہ شائع کرچکا ہے۔ ہر جلد تقریباً ۸۰۰/۹۰۰ رصفحات پر مشتمل ہے۔ تقریباً ۵/۶ جلدیں اشاعت کی منتظر ہیں۔ اور جو ریاضیاتی، ھندسی، فلسفیانہ، سائنسی، علمی اور فقہی طریقہ استدلال پر مبنی معلومات کا ایک شاہکار انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق ضیاء اپنے ایک فاضلانہ اور محققانہ مقالے میں لکھتے ہیں۔

''فقہ حنفی کے تحیر خیز خزانہ ''فتاویٰ رضویہ'' کے مصنف امام احمد رضا ایسے عظیم حنفی فقہاء سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے مسائل فقہ میں ریاضی کے استعمال میں خصوصی مہارت کا اظہار کیا، اور فقہی فکر میں سائنسی بنیاد فراہم کی'' ---اور اب ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی یہ رائے بھی سنیئے:

''ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے یہ رائے قائم کی ہے۔ اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمال ثقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں ---مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور وفکر کے بعد کرتے ہیں لہٰذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا گویا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ ہوتے''

ماوراء الطبیعات (Metaphysics) کے میدان میں:

سترھویں صدی کے اختتام پر، اور اٹھارویں صدی کے آغاز میں مغرب میں چند سطحی اور ظاہر بیں اسالیب فکر نے جنم لیا، جنہوں نے بعد میں جا کر ایک مستقل فلسفے کی شکل اختیار کی۔ یہ فلسفہ ظواہریت (Phenomenologism) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس فلسفے کی ساری تحقیق کا نچوڑ یہ ہے، کہ انسان علم و تحقیق میں چاہے جتنا آگے بڑھتا جائے، اوپر چڑھ جائے، اور نیچے گہرائیوں میں اتر جائے، وہ اپنے محسوسات کے دائرے سے نہیں نکل سکے گا، بلکہ اس کے اندر محصور رہے گا۔ انگلستان میں لوک، ھوبز اور ھیوم جیسے فلسفیوں نے اس کی داغ بیل ڈالی اور جرمنی میں

*(۱۲ر جلدوں کی ہر جلد جہازی سائز کے ہزار صفحات پر مشتمل نہیں اوران میں تخریج وتحشی کا کام نہ تھا، رضا فاؤنڈیشن، لاہور اب تک فتاویٰ رضویہ کی ۲۲ر جلدیں مع تخریجات، ترجمہ عبارات (عربی، فارسی) اور حاشیہ شائع کر چکا ہے۔ ہر جلد تقریباً ۸۸۰/۹۹۰ رصفحات پر مشتمل ہے۔ تقریباً ۵/۶ ر جلدیں اشاعت کی منتظر ہیں۔ (ادارہ)

عمانویل کانٹ نے اس کو اپنی منطقی انتہاء تک پہنچا دیا۔ کانٹ کی رائے میں انسان اشیاء کے صرف ظواہر کو جان سکتا ہے، پر ان کی حقیقت، اور کنہ، ماہیت کا ادراک نہیں کر سکتا۔ بالفاظ دیگر، وہ بزم ہستی کے ظواہر (Phenomena) کے پیچھے "غیب کی دنیا" کا علم حاصل نہیں کر سکتا۔ اس طرز فکر نے آگے چل کر اس سے زیادہ خشک، بے جاں اور بانجھ فلسفوں کو جنم دیا۔ مثلاً، مادّیت (Materialism)، واقعیت (Realism) تجربیت (Empiricism)، الحادی وجودیت (Existentialism) اور منطقی ایجابیت (Logical positivism) وغیرہ۔ ان سب کا متفقہ موقف کم وبیش یہ رہا کہ اول تو غیب کی دنیا کا سرے سے وجود نہیں ہے، اور اگر بالفرض ہے بھی تو انسان کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ موقف ہے جس کے قائل لوگوں کے بارے میں قرآن حکیم کہتا ہے:

بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِی شَکٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ہ

"نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ غیب کی دنیا کے بارے میں ان کے علم کی پونجی ختم ہوگئی، بلکہ یہ تو اس کے متعلق شک میں ہیں، نہیں بلکہ یہ اس سے کورے اور اندھے ہیں"

مشرق ان فلسفوں کی یلغار سے متاثر ہوئے بغیر کب رہ سکتا تھا، یہاں تو پہلے ہی اس قسم کی ظواہریت کا طوفان گزر چکا تھا۔ جس سے ابن تیمیہ جیسے دماغ شعوری اور لاشعوری طور پر اس قدر متاثر اور مسحور ہوگئے، کہ انہوں نے بھی عمانویل کانٹ کی طرح ظواہریت پر مبنی لا اَدْرِیّت (Agnosticism) کا رویہ اپنا کر یہ کہنا شروع کیا کہ غیب کی دنیا انسان کی حیطۂ علم وادراک سے باہر ہے۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ قرآن حکیم نے اپنی دوسری سورت کے آغاز ہی میں متقین کی ایک صفت یہ بھی بتائی ہے کہ "الذین یومنون بالغیب" یعنی "جو غیب میں ایمان رکھتے ہیں"۔ اور جہاں تک "ایمان کی حقیقت" کا تعلق ہے تو حضور رسالتمآب ﷺ نے "حقیقت ایمان" اور امام علی کرم اللہ وجہہ نے "حقائق ایمان" کے مفہوم کے حوالے سے اپنے فرمودات میں ایمان کی تعریف میں غیب اور مغیبات کے علم وادراک کو سرفہرست قرار دیا ہے اور علامہ سلیمان درانی نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ غیب کی دنیا کا مشاہدہ ایمان کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔

دنیائے فکر اسلامی میں شیخ سید عبدالقادر جیلانی، محی الدین ابن عربی، مولانا جلال الدین رومی، شیخ شاہ شرف الدین بو علی قلندر، اخوان الصفاء، غزالی، شیخ شہاب الدین یحیٰی سہروری، عراقی، جلال الدین دوانی، شیخ الطائفہ نصیر الدرین طوسی، محمود شبستری، سنائی، عطار، شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ دہلوی، اور علامہ محمد اقبال (رحمہم اللہ تعالیٰ) جیسے نابغۂ روزگار صاحبانِ دل و دماغ یکے بعد دیگرے فکر و وجدان کے اسٹیج پر نمودار ہوئے اور انہوں نے عقل ونقل، روایت ودرایت، اور تجربۂ ومشاہدہ کی بنیاد پر اسی قسم کی ظواہریت کے منطقی، علمی، اور نفسیاتی مغالطوں کو بے نقاب کیا۔

تقسیم پاک و ہند سے پہلے ہندوستان میں اور خود سرمین حجاز میں اسی ظواہریت اور اس سے پیدا شدہ دوسرے خشک، بے مغز و بے جان، اور بانجھ فلسفوں نے بڑے بڑے نابغۂ روزگار دماغوں کو متاثر کیا، جن میں سر سید احمد خان اور شیخ عبدالوھاب نجدی سرفہرست ہیں۔ اول الذکر کی طرف قرآن حکیم کی تفسیر میں

نیچریت (Naturalism) کا متشددانہ رویہ، اور ثانی الذکر کی طرف سے توحیدیت کے بل بوتے پر غیب کی دنیا کے بارے میں وہی لا اَدْرِیَّت (Agnosticism) کا مسلک، دونوں اس قدیم و جدید ظواہریت کی صدائے بازگشت اور فوٹو کاپی ہیں۔

روس میں مارکس اور لینن کا نہایت منظم جدلی فلسفہ اور اس پر مبنی اشتراکی نظام کا عظیم الشان منصوبہ اس لئے ناکام ہوا، کہ اس کی بنیاد ہی اس ظواہریت اور مادیت پر رکھی گئی تھی، جو عقل وفکر، تصور وتخیل، توہم وتجسس، وجدان والہام اور تحقیق وتخلیق کی وسعتوں، بلندیوں اور گہرائیوں سے قطعاً ناآشنا تھی۔

اس سے پہلے کہ ہم یہاں اس بحث میں داخل ہوجائیں کہ ہندوستان میں علامہ امام احمد رضا خان غالباً وہ پہلا نابغۂ روزگار ذہن ہے جس نے اس قسم کی ظواہریت، مادیت، اور حسیت پر مبنی لا اَدْرِیَّت کے مضمرات (Implications) کو نہ صرف بھانپ لیا، بلکہ اس کے منطقی اور علمی مغالطوں کی نشاندہی کرنے کو اپنا مشن اور اوڑھنا بچھونا بنایا، یہ مناسب ہوگا کہ اس گفتگو کے لئے ایک ضروری اور مختصر سا تمہیدی پس منظر مہیا کیا جائے۔

اگر چہ کرۂ زمین پر علماء محققین کے نزدیک کئی عظیم الشان سائنسی ادوار آئے اور گزر رہے ہیں، جو عروج (Climax) اور زوال (Anticlimax) کے قدرتی عمل سے گزر چکے ہیں، عصر حاضر ہمارے لئے اس لئے اہم اور توجہ طلب ہے کہ ہم خود اس میں سانس لے رہے ہیں۔ اس عصر میں جہاں سائنس اور ریاضیات کم و بیش فلسفہ بن چکی ہیں، وہاں نفسیات نے باطنی علوم (Occoult Sciences) کی دہلیز پر قدم رکھا ہے۔ اس سے انسانی دماغ اور ذہن کے کئی ایسے گوشے سامنے آئے ہیں جنہوں نے نہ صرف تجرباتی طریقہ کار (Empirical Methodology) کے خوگر اور دلدادہ سائنسدانوں کو چونکا دیا، بلکہ صحافت اور فوجی امور کے ماہرین کو بھی اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ اس قسم کا صحافی اور فوجی امور کا ماہر Larry Collins بھی ہے جو اپنے مشہور ناول Maze کے ایک روسی کردار کی زبان سے ہمیں یہ سناتا ہے کہ:

''انسانی دماغ اس کرۂ زمین پر سب سے زیادہ پیچیدہ مشینری ہے پہلے تو یہ ملاحظہ کیجئے کہ اس کا اندرونی مواد ۱۵اربلین عصبی خلیوں پر مشتمل ہے۔ جتنے لوگ اس کرۂ زمین پر رہتے ہیں ان سے کہیں زیادہ خلیے انسانی دماغ میں ہوتے ہیں۔ ہر خلیہ ایک ننھی سے لیبارٹی (Mini Lab) ہوتی ہے، جو ہمہ وقت مسلسل کام کررہا ہوتا ہے۔ اکثر لوگ کمپیوٹر اور انسانی دماغ کا آپس میں موازنہ کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ دماغ کے اندر کوئی بھی حادثہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے سے زیادہ تیز رونما نہیں ہوتا۔ اس کا موازنہ اس رفتار کے ساتھ جس میں موجودہ کمپیوٹر معلومات Process کرتے ہیں، یہ اسی طرح ہے جیسے ایک پیدل چلتے ہوئے آدمی کا ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کے ساتھ کیا جائے۔ بہر حال دماغ کا ہر نیورن (Neuron) کا موازنہ شاید ایک کمپیوٹر کے مرکزی کنٹرول یونٹ کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ بیشتر کمپیوٹر میں اس قسم کا صرف ایک یونٹ ہوتا ہے۔ بہت تھوڑے ایسے ہیں جن میں پانچ یا چھ یونٹ ہوتے جبکہ انسانی دماغ میں اس قسم کے ۱۵اربلین یونٹ ہوتے ہیں یہ صورت حال انسانی دماغ کو ایک ایسی متوازی پروسسنگ

صلاحیت دیتی ہے، جو کسی بھی ایسے کمپیوٹر سے، جو انسان کے وہم و گمان میں آسکتا ہے اتنی زیادہ ہے کہ ہم اس پر قادر نہیں کہ اس کو سمجھنے لگ جائیں''

مطلب یہ کہ انسانی دماغ کی استعداد و صلاحیت کمپیوٹر کی قوت سے ناقابل بیان وادراک حد تک۔ لامتناہی طور پر۔ زیادہ ہے، اور وہ بھی اس کمپیوٹر سے جس کے ایک ننھے سے قرص (Mini Disc) میں، جو انسانی ناخن پر آسکتا ہے، دنیا کی سب بڑی لائبریری۔ امریکن کانگرس لائبریری میں سمودی گئی ہے اور اب یہ کوشش ہورہی ہیں کہ اس کو مزید گھٹا اور سمٹا کر ایک ایسے ہندسی نقطے پر لایا جائے، جس کی قوت ہضم مذکورہ کمپیوٹر منی ڈسک سے کئی گنا زیادہ ہو۔ اس سے آپ انسانی دماغ کی قوت و صلاحیت کا اندازہ لگائیے جس کے اندر ۱۵ اربلین پراسسنگ یونٹ ہوتے ہیں

انسانی دماغ کی یہی وہ حیرت انگیز قوت و صلاحیت ہے، جس طرف اشارہ کرتے ہوئے امام علی کرم اللہ وجہہ یوں فرماتے ہیں:

وَتَحْسَبُ أَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ
وَفِيْكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْأَكْبَرُ

وَأَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِيْنُ الَّذِيْ
بِأَحْرُفِهٖ يُظْهَرُ الْمُضْمَرُ

یعنی ''تو گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوڑا سا ذرہ ہے، جبکہ تیرے اندر پوری کائنات سمودی گئی ہے اور تو ہی وہ کتاب مبین ہے جس کے حروف میں پوشیدہ حقائق آشکارا کئے جاتے ہیں''۔

یہی وہ راز ہے جس کی طرف قرآن حکیم نے ان آیات میں اشارہ کیا ہے:

1-وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْن

(ہم نے ہر شئے کا احصاء ایک امام مبین کے اندر کر رکھا ہے)

2-وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتَابًا

(ہم نے ہر شئے کا احصاء ایک کتاب، ایک کمپیوٹر ایک رجسٹر کے اندر رکھا ہے)

3-وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ

(اس نے آدم کو سب کے سب اسماء سکھادئے اور اس کی روح کے اندر سارے کے سارے ''اسماء'' کا علم Feed کیا)

گویا ''آدم'' حریم ربوبیت کا ایک ایسا سپر کمپیوٹر ہے، جس میں علم الأسماء کی اتنی لامتناہی مقدار feed کردی گئی جس کی بدولت وہ ملائکہ کا مسجود بن گیا۔

یہ تو آدم علیہ السلام کا مقام تھا، اور وہ جن کی خاطر آدم علیہ السلام کو ہراول دستہ کے طور پر بھیجا گیا اور جس کے نور کو انبیاء و رسل کی اصلاب میں سے تقلب و تحول کے کئی مراحل سے گزار کر، جوہر لطیف کی طرح کشید کیا گیا، اس ذات عالی مرتبت علیہ الصلاۃ والسلام کے علم و معرفت کی وسعتوں، گہرائیوں اور بلندیوں کا کیا حال ہوگا اور اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

یہی وہ نکتہ ہے جسے علامہ امام بریلوی نے اپنی مشہور تصنیف الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ میں اس حسن و خوبی کے ساتھ بھایا اور سمجھایا ہے، جس کو پڑھ کر عرب و عجم کے مشاہیر علماء اور فضلاء نے اس پر تقاریظ لکھ کر اس کے مصنف کو خراج تحسین پیش کیا۔

☆☆☆

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

پروفیسر انوار احمد زئی*

منطقی اعتبار سے اس بات کو کلیہ کا درجہ حاصل ہے۔ کہ سورج کا وجود ثابت کرنے کے لئے سورج کا وجود محسوس کرنا کافی ہے۔ لیکن انسان کی خوگرِ پیکرِ محسوس نظر، دلیل کی منزل سے گزر کر، مشاہدے، مطالعہ اور سائنسی تجزیئے کی طرز میں جانکلتی ہے اسی نظریاتی کاوش کو سائنس کی اصطلاح میں تجرباتی نتیجہ اور ادب کے میدان میں تاثراتی تجزیہ کہتے ہیں۔ اس حوالے سے میں آج جس مشکل سے گزرنے کی شعوری سعی کر رہا ہوں، وہ ایک مستند و مقبول شہپارے اور شہکار کا ازسرِ نو مطالعاتی تجزیہ ہے۔ مطالعاتی اس لئے کہ اس ادب پارے میں، عقیدے اور عقیدت کی جس گنگ و جمنی کیفیت کو ناقابلِ تقسیم انداز میں گوندھ دیا گیا ہے، اسے الگ الگ کرنا، ثابت و سالم پھول کو پتی پتی کرنے کے مترادف ہے اور جب کوئی پھول پتی پتی ہو جائے تو وہ پھول نہیں رہتا اسی لئے میں امام اہلسنت، حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رواں صدی و گزراں صدی پر محیط اس بے بدل قصیدۂ سلامیہ ''سلام رضا'' کے مطالعاتی تجزیے کے کٹھن مرحلے سے طالب علمانہ گزرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے محاکات اور فیوض و برکات کو جس طرح محسوس کر رہا ہوں اسے اس طرح قرطاس پر منتقل کر سکوں کہ اصل تخلیق کا حسن برقرار رہے۔

عقیدے اور عقیدت کی منزل ایک ہے راستے جدا جدا ہیں عقیدہ ٹھہراؤ کا متقاضی ہوتا ہے، عقیدت شدت کا مطالبہ کرتی ہے، عقیدہ بے دیکھے ایمان اور ایقان کا نام ہے۔ عقیدت میں نثار ہونے، واری جانے، صدقہ اتارنے اور قربان ہو جانے کی لذت ہوتی ہے۔ عقیدہ منزل پر پہنچانے میں اپنا فطری وقت لیتا ہے مسافر کی چال اور رفتار دیکھتا ہے عقیدت ایک جست میں منزلیں طے کر لیتی ہے وہ مسافر کی آہستہ روی، بے سروسامانی، بے چارگی، بے بسی اور ابتری کو راہ میں حائل نہیں ہونے دیتی۔ مگر صاحبو! عقیدت بے عقیدہ ہو تو بت پرستی بن جاتی ہے، جب کہ عقیدے کے ساتھ عقیدت عشق کی معراج بن جاتی ہے حاضری کے بغیر حضوری کی منزل کا پتہ دیکر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو صحابیت کے جلیل القدر منصب کا قرب عطا کر دیتی ہے۔ حاضری، عمل کا نام ہے، حضوری، نصیب کا نام ہے۔ حاضری کے لئے مسافت ضروری ہے، حضوری کے لئے محبت لازمی ہے، حاضری بصارت ہے، حضوری بصیرت ہے، حاضری عقل ہے، حضوری عشق ہے۔

لازم ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

*(ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر تعلیم، کراچی، حکومتِ سندھ، پاکستان) (امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس ۲۰۰۲ء میں پڑھا گیا مقالہ، جو شمعِ محفل ثابت ہوا، ادارہ)۔

تاہم جب عقیدہ وعقیدت یکجا ہوجائیں حاضری اور حضوری اکائی بن جائیں اور عقل اور عشق ایک دوسرے میں پیوست نظر آئیں تو اعلیٰ حضرت کا سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' تخلیق پاتا ہے اور سننے اور پڑھنے والے بے شمار زرّوں کو عشق کے نور سے چمکا کر آفتاب بنادیتا ہے۔ گویا، آفتاب آمد دلیل آفتاب کی منزل پر پہنچادیتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ سلام کیا ہے؟ شعری اصطلاح میں اب اسے ایک صنف کا درجہ حاصل ہے۔ جس طرح حمد، نعت، منقبت، مرثیہ اور قصیدے کو اصنافِ سخن تسلیم کیا جاتا ہے، اسی طرح سلام کو بھی صنف کا مقام حاصل ہے تاہم قصیدے اور سلام میں بنیادی فرق ممدوح کا ہوتا ہے، ممدوح اگر صرف سریرآرائے سلطنت ہوتو اس کے لئے قصیدہ ہی کافی ہے، لیکن اگر ممدوح بر سرِ دل حکمرانی کرتا ہوتو اس کا قصیدہ، سلام میں ڈھل جاتا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اگر سلام ان کے حضور ہو جو باعث تخلیق کائنات ہیں تو پھر نہ یہ قصیدہ رہتا ہے، نہ استغاثہ بلکہ عقیدت کے سانچے میں ڈھل کر سراپا عقیدہ بن جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا سلام عقیدت سے مشروط عقیدے کا منشور ہے۔ سلام کا دوسرا التزام یہ ہے کہ جسے سلام پیش کیا جائے وہ حاضر ہو اور ناظر ہو اسی لئے اعلیٰ حضرت نے صنف شاعری میں سلام کے لفظ کو ردیف کا حصہ بنا کر اس عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ حضور رسالت پناہ کے غلاموں کے غلام آپ ﷺ کے حضور حاضر ہیں اور عجز و نیاز کے موتی آپ کے قدموں میں رکھ رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اشعار کے ذریعے دربار رسالت کو منور کرنے والے سراپا نور حضور انور ﷺ کا سراپا بھی نظم کرتے جارہے ہیں لیکن ٹھہریئے یہاں میں نے ''سراپا'' اصطلاحاً استعمال کیا ہے۔

اردو، فارسی اور عربی ادبیات میں شعراء نے اپنے محبوب اور ممدوح کی لفظی تصویریں بنائی ہیں۔ نثر میں اس فن کو صورت کے ساتھ سیرت و کردار کے بیان کو ملائیں تو خاکہ نگاری کہتے ہیں جب کے نظم میں جو شعراء ''سراپا'' کھینچتے ہیں اس میں محبوب کے حسن و جمال سے لے کر صورت اور سیرت کا احاطہ کیا جاتا ہے مثلاً جگر مرادآبادی کا ''سراپا'' کہ

دل بُردہ ازمن دیروز شامے
فتنہ طرازے محشر خرامے

مشکیں خطِ او سنبل بہ گلشن
لعلیں لبِ او بادہ بہ جامے

عارض چہ عارض گیسو چہ گیسو
صبحے چہ صبحے شامے چہ شامے

گاہے بہ مستی طاؤس رقصاں
گاہے بہ نازے آہو خرامے

کہتے ہیں ہے کہ اردو شاعری میں ابتداء ہی سے

شیطان کی تعظیم

عالم کی عزت تو اس بناء پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے۔ نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو اور جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث ہے یا شیطان کا؟ اُس وقت کی تعظیم، نبی کی تعظیم ہوتی ہے۔ اب اِس کی تعظیم، شیطان کی تعظیم ہوگی۔

(قولِ اعلیٰ حضرت: تمہید الایمان بآیات القرآن)

''سراپا'' کو بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر، دکن کا فرمانرواں، قلی قطب اپنی بیگمات کے سراپے نظم کرتا تھا ، جو آگے چل کر اس کا دیوان بن گئے۔

لیکن دنیا داران شاعروں کے سراپے مبالغہ آرائی، مطلب براری اور زبان دانی کے نمونے تو ہو سکتے ہیں حقیقت اور عقیدت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے کمال یہ کیا کہ سراپے کے التزام کو سامنے رکھا مگر لب و دندان، زلف و رُخ، نگہ وابرو، جبین و بشریٰ، سماعت و بصارت، قد و قامت اور گیسوؤں کا کل کے استعارات کو ایسی وسعت دی کہ اس میں حضور انور ﷺ کے حسن و جمال کے ساتھ ساتھ، آپ کی سیرت و کردار کی تنویر سامنے آتی چلی گئی اور تصویر بنتی چلی گئی۔ یہ وصف اور یہ قدرت کسی سراپا نگار کے حصے میں نہیں آئی۔ سلام کے اس حصے سے گزرتے ہوئے حقیقت میں اوراقِ شمائل نظروں سے گزرنے لگتے ہیں، اور وہ چہرۂ مبارک جس نے دراصل حسن و جمال، رنگ و نکہت، نازکی اور نزاکت، بلور و مرمر، سرو سوسن، لعلِ یمن، غنچہ دہن جیسے لفظوں، رعایتوں، تراکیب اور استعارات کو معنویت عطا کی، یوں نور کی کرنوں کی صورت، قلبِ سلام گو پر، لحہ لحہ واشگاف ہوتا ہے کہ ہر دل، بشرطِ عشق و عقیدت، غارِ حرا کا حوالہ بن جاتا ہے۔

یہاں مجھے بے طرح پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کی ایک تحریر یاد آ رہی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ ایک امریکی نے مجھ سے کہا کہ تم لوگ تو اپنے نبی ﷺ کی تصویر سے بھی محروم ہو، آخر کیوں؟ میں نے جواب دیا کہ تمہارے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے خدوخال اور حسن (وہ بھی تمہاری اپنی بنائی ہوئی خیالی اور متنازعہ تصویروں کی وجہ سے) محدود ہیں اور ہمارا نبی ﷺ اتنا حسین ہے جتنا انسانی تخیل و تصور ہو سکتا ہے۔ ہم پوری کائنات کے حسن میں اپنے رسول ﷺ کے حسن کو دیکھتے ہیں اور بات صرف دید تک محدود نہیں ہم تو ان کے حسن و جمال اور خدو خال کو سوچتے بھی ہیں''۔

پروفیسر ابوالخیر کشفی نے جو بات اپنے امریکی مخاطب کو بتائی وہ شاید اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو، مگر، اگر وہی امریکی اعلیٰ حضرت کا سلام عقیدے سے نہ سہی عقیدت سے سن لے، عقیدت سے اس لئے کہ دنیا بھر کے ناقد و ناشر یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جیسی مقناطیسی سیرت اور جاذبِ توجہ کردار کسی شخصیت کا نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا، تو پھر اس امریکی کو کم از کم یہ ضرور معلوم ہو جائے کہ جسے وہ تصویر سمجھتا ہے وہ تو کشیدہ خطوط کا خاکہ ہے۔ جس تصویر کو ہم سوچتے ہیں وہ اعلیٰ حضرت کے سلام کا جوہر ہے اس سے قبل کہ میں اس سراپے سے عبارت اعلیٰ حضرت کے اشعار کو دلیل کی صورت میں پیش کروں، ایک اور نازک سی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس کا براہ راست تعلق نعت کی لغوی تعریف اور مرادی مفہوم دونوں سے ہے اور اس مفہوم سے سراپے کو جدا بھی نہیں کیا جا سکتا۔

صاحبو! مجھے اس بات کا پورا ادراک واحساس ہے کہ بحمد للہ یہ فقید المثال اجتماع *، متدیّن مشاہیر کا، مشائخ و علماء کا، مصنفین و محققین کا، خطیبوں وائمہ کا، دانشورانِ کرام اور صاحبانِ فہم کا ہے، لیکن میں کیا کروں کہ جب تذکرہ شہرِ علم بلکہ کائناتِ علم کا ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ ہم سب ان کے حوالے سے اپنی اپنی علمی تبحر کی اسناد کو پھر سے اعتبار دینے کے لئے اعتبارِ منبر و صفۂ حضور

انور ﷺ کے سامنے طلبِ علم کی تمنا لئے حاضر ہو جائیں اور نعت کو وسیلہ بنا کر پھر سے سمجھنے کی کوشش کریں کہ نعت کیا ہے؟ اور پھر دیکھیں کہ نعت کی تعریف پر اعلیٰ حضرت کا سلام یوں پورا اترتا ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ یا اس کائنات میں مدینہ۔ (سبحان اللہ العظیم)

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط نے لکھا ہے کہ نعت، وصفِ محمود کو کہتے ہیں الحافظ محمد موسیٰ کی تعریف کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ نعت اوصافِ حمیدہ کے بیان کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں نعت سے مراد حضورِ انور ﷺ کے اوصافِ حمیدہ کا بیان ہے۔ یہ محض پیکرِ نبوت کے صوری محاسن یا حضور ختمی مرتبت ﷺ سے رسمی عقیدت کے اظہار کا وسیلہ ہی نہیں ہوتی بلکہ بقول ممتاز دانشور ممتاز حسین:

"دنیا کے سب سے بڑے انسان کی شخصیت کا پرتو الفاظ کے آئینے میں نعت میں دکھائی دیتا ہے۔"

ان حوالوں سے صاف مطلب یہ ہوا کہ نعت دراصل اوصافِ باعثِ تخلیقِ کائنات کا بیان ہے۔ وہ چاہے نظم میں ہو، نثر میں ہو، اشارے میں ہوں، کنائے میں ہو---اس کا دوسرا مطلب یہ ہوا کہ کسی نظم میں کوئی شعر یا اشعار ایسے ہوں جہاں آپ ﷺ کا ذکر ہو، آپ ﷺ کا سراپا ہو، آپ ﷺ کے اقوال ہوں، کردار کا حوالہ ہو، احکام ہوں، ہدایات ہوں، آپ کے شمائل و فضائل ہوں، آپ ﷺ کی نشست و برخاست کی تصویر ہو، آپ ﷺ کی امامت و قیادت کا حوالہ ہو، آپ کی صداقت و دیانت کا اشارہ ہو، آپ کے علم و حلم کا استعارہ ہو، آپ ﷺ کے انوار و اکرام کا نظارہ ہو تو وہ شعر نعت کا شعر ہے۔ دیگر اشعار جس میں مدینے کی گلیوں کا حسن، وہاں کے صبحوں کے نور، وہاں کی شاموں کی مہک، وہاں کے فقیروں کی سرمستی، وہاں کے گداؤں کی وارفتگی،

تعظیم رسول ﷺ

محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم، مدارِ ایمان و مدارِ نجات و مدارِ قبولِ اعمال ہوئی۔ (قولِ اعلیٰ حضرت: تمہید الایمان بآیات القرآن)

وہاں کے کوچۂ و بازار کی گہما گہمی، وہاں کے رہ گزاروں کی سرشاری، وہاں کے فیض و کرم کی بارش کا تذکرہ ہو تو ایسے اشعار دراصل محاکات کے اشعار کہلائیں گے، انہیں وادارتِ قلبی کہا جاسکتا ہے، ان میں التجا و تمنا ہو تو مناجات کہہ سکتے ہیں، ان میں سرشاری و کیف و سرمستی ہو تو معاملات کے اشعار کہیئے---مگر نعت کا شعر تو وہی ہے جس میں بہر طور پر حضور اکرم ﷺ کی سیرت و صورت کا کوئی سورج چمکتا دکھائی دے، جس میں آپ ﷺ کا وصف چاند بن کر جلوہ گر نظر آئے۔

اگر نعت کی تعریف یہ ہے اور واقعی یہی ہے تو پھر آیئے اب ذرا اعلیٰ حضرت کے مقبول خاص و عام سلام کا مطالعہ کریں، جس کا ہر شعر مجردِ نعت کا شعر ہے، جس کے ہر شعر میں حضور ﷺ کی صورت و سیرت کا بے مثال حسن نظر آتا ہے، جس کا ہر شعر آپ ﷺ کے اوصاف کا حوالہ بنتا چلا جاتا ہے۔ یوں یہ سلام، سلام تو ہے ہی مگر مکمل نعت بھی ہے اور قصیدہ بھی اور وہ بھی اس التزام سے کہ اسے پڑھتے جایئے تو خود بخود حضور پرنور ﷺ کی سرتاپا تصویر بنتی چلی جاتی ہے۔

یہ اس لئے ہوسکا کہ میرے خیال میں اعلیٰ حضرت نے سلام لکھنے سے پہلے حضور ﷺ کے خدوخال کو سوچا بہت ہے اور ایسا لگتا ہے کہ اعلٰحضرت عالم تصور میں سید عالم، جانِ جانِ عالم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوکر بہ کیف حضوری و حاضری یہ سلام لکھ رہے

ہیں۔اس سلام کے تین طبقے ہیں پہلے طبقے میں اعلیٰ حضرت نے حضور اکرم ﷺ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔مزے کی بات یہ ہے کہ ان اوصاف کو جس علامت، تشبیہ، تلمیح اور تشبیب کے ساتھ نظم کیا ہے اس سے خود بخود اللہ رب العزت کی جلالت، قدرت اور عنایت تینوں چیزیں ایک ساتھ نزول فرماتی نظر آتی ہیں جسے صوروی اعتبار سے ذاتِ جنابِ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام دیا گیا۔اس طرح پہلے طبقے میں جہاں رسالت کے تمام پہلو بقدرِ مقدور بیان کئے گئے ہیں وہیں حمدِ باری تعالیٰ کی اَن دیکھی کیفیت غیر محسوس طریقے سے دل پر صادر ہوتی چلی جاتی ہے۔

سلام کے دوسرے طبقے میں حضور ﷺ کا سراپا ہے، تیسرے میں شاہ ﷺ کے توسط سے امت کی قابلِ رشک قسمت کا تذکرہ ہے مگر ان تینوں مرحلوں میں سے کسی ایک مرحلہ میں اور سلام کے تمام اشعار میں سے کسی ایک شعر میں بھی اعلیٰ حضرت نعت کی مستند تعریف سے سرِ مو اجتناب نہیں برتتے۔اعلیٰ حضرت نے جو قافیہ منتخب کیا ہے، شاید اسی کے ذریعے سے ان تمام نا قابل احاطہ مضامین کا احاطہ ممکن ہوسکتا تھا۔

اس سلام کے پہلے طبقے میں شانِ رسالت کے تعلق سے جو تصویر بن رہی ہے اس کا بہت ہلکا سا اور سرسری سا جائزہ ہی لیجئے تو تراکیب کی تکمیل اور الفاظ کی ترتیب کے احساس سے وجد طاری ہوجاتا ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

''جانِ رحمت'' سے زیادہ بھرپور ترکیب اور ''شمعِ بزم ہدایت'' سے زیادہ مکمل تصویر شعری دنیا میں کہیں اور نظر آ ہی نہیں سکتی۔

شہرِ یارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

یہاں بھی اس شعر میں استعمال کی گئی تین علیحدہ علیحدہ علاوہ تراکیب میں سے ہر ایک پر سیرت کی مکمل کتابیں لکھی جاسکتی ہیں مگر اعلیٰ حضرت نے ایجاز اور اعجاز دونوں بیانیہ اوصاف سے کام لے کر سمندر کو کوزے میں بند کردیا ہے۔اس کے بعد اس طبقے میں شفاعت، نزہت، فضیلت، قدرت، سیادت، نعمت، رسالت، قربت، عزت، نہایت، جلوت، طاقت، قوت، کثرت، ثروت، طلعت، رفعت، استقامت اور شفاعت کے قوافی سے سیرتِ مبارکہ کو نظم کیا ہے، جس میں حضور ﷺ کے تعلق سے مقدور بھر اکناف واطراف کا احاطہ ہوجاتا ہے۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت حضور انور ﷺ کے قد وقامت کو سر سے لیکر تلووں تک سوچتے ہیں، سوچتے ہیں اور لگتا ہے بشارت کی منزل پر متمکن ہوکر اس اہم ترین کیفیت سے گزرتے ہیں کہ جہاں پہنچ کر آپ ﷺ کا سراپا، لحہ بہ لحہ، جلوہ گر ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ بھی اس شعری خوبی کے ساتھ کہ قافیہ اور ردیف دونوں اس ظہور قدسی کی رکابیں بنتی چلی جاتی ہیں۔ذرا اہتمام، التزام اور احترام کا عالم دیکھئے کہ کسی رامش ورنگ کے بغیر صرف موئے قلم سے یہ مصورانہ کام لیا جارہا ہے۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

ذرا ملاحظہ فرمایئے نگاہ ونظر کا فرق کیسے بیان فرمایا ہے۔

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

نظر کا نیچا ہونا اور ناک کا اونچا ہونا، ایسے محاورے ہیں جسے ایک ہی شعر میں وہ بھی سراپا رقم کرتے ہوئے نظم کرنا دشوار نہیں ناممکن نظر آتا ہے مگر اعلیٰ حضرت اس منزل سے کیسے سبک خرام گزرے گئے ہیں۔

ان کے خدّ کی سہولت پہ بے حد درود
ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

یہاں بھی خدّ اور قد کی نسبت سے ''سہولت'' اور ''رشاقت'' کی دلیلیں غیر مبدّل ہیں اور اب آیئے رنگت پر۔

جس سے تاریک دل جگمگا نے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

رنگت کے بعد صباحت دیکھئے اور پھر غور کیجئے کہ کیسے سراپا بنتا جارہا ہے۔

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

اور اب پسینے کی بات۔

شبنمِ باغِ حق یعنی رخ کا عرق
اس کی سچی براقت پہ لاکھوں سلام

اس کے بعد خطِ ریش ۔

خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن
سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ریش کے حوالے سے تکرارِ لفظی کا حسن ملاحظہ ہو، سراپا بھی ملحوظ خاطر رہے۔

ریشِ خوش معتدل ، مرہمِ ریش دل
ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

قول فعل

آدمی فقط زبان سے کلمہ پڑھنے یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے مسلمان نہیں ہوتا جبکہ اس کا قول و فعل اس کے دعوے کا مکذب ہو۔

(قولِ اعلیٰ حضرت: الکوکبۃ الشہابیہ)

اور اب ہونٹ۔

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

اور اب دہن اور اس کا تعلق وحی سے اور پیغام الٰہی سے اور پھر سراپا اپنی جگہ۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

دہن تو دہن، دہن کی طراوت کی بات بھی تو سراپے کا حصہ ہے نا۔

جس کے پانی سے شاداب جان و جناں
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

اور اب دہن کے بعد زباں، سراپا آگے بڑھ رہا ہے اور ترتیب بھی اپنا حسن دکھارہی ہے۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

زبان سے نکلی ہوئی ہر بات حکم بن جائے اس کا اظہار اس شعر سے زیادہ پراثر انداز میں شائد ممکن ہی نہیں پھر اس قدرتِ حکم سازی پر اس زبان کی فصاحت و بلاغت بھی تو حسین سچائی ہے ۔

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دلکش بلاغت پر لاکھوں سلام

میرا اشارہ اس زبان سے نکلنے والی باتوں کی لذّت کا ہے اور پھر حکم

ربی سے عبارت خطبے کی ہیبت کا رنگ آہنگ ہے۔

اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود
اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

خوفِ تطویل سے بچنے کیلئے اب میں بلاتبصرہ اشعار نقل کررہا ہوں جن کی ترتیب سے خود بخود سراپا مکمل ہوتا محسوس ہوگا، اسی لئے ہزار بار کے سنے ہوئے ان اشعار کا مزا سراپے کے حوالے سے نیا مزا دے رہا ہے ---- مشاہدہ کیجئے۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسّم کی عادت پہ لاکھوں سلام

دوش بر دوش ہے جن سے شانِ شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

خوبصورت مرکب ترکیب کے ساتھ مہر نبوت کا بیان، اعلیٰ حضرت ہی کا کمال ہے۔

حَجرِ اسودِ کعبۂ جان و دل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

روئے آئینۂ علم پشتِ حضور
پشتیِ قصرِ ملت پہ لاکھوں سلام

اور اب ہاتھ کی بات۔

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کردیا
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ کے بعد بازو۔

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ اور بازو کے بعد ہتھیلی۔

جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

ہتھیلی کے بعد انگلیوں کا بیان اور وہ بھی تلمیح کے ساتھ۔

نور کے چشمے لہرائیں ، دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

اور اب ناخن اور ان کی تشبیہ ہلالِ عید سے، یہ کمال، اعلیٰ حضرت ہی کا جمال ہے۔

عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

اور پھر سینے کا حوالہ۔

رفعِ ذکرِ جلالت پہ ارفع درود
شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

سینے کے اندر دل۔

دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام

اور شکم کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

کُل جہاں مِلک، اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

شکم کے بعد کمر اور وہ بھی عزم کے استعارے کے ساتھ۔

جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

*(تلمیذ وخلیفہ شیخ الحدیث علامہ سردار احمد صاحب قدس سرہٗ العزیز)

انبیاء تہ کریں زانو اُن کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

اوراب قدم ۔

ساق اصلِ قدم ، شاخ نخلِ کرم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

اور پھر تلووں کا تذکرہ ۔

کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

گویا کہ سراپا اس شان سے مکمل ہوا کہ قصیدے، سلام اور نعت تینوں کے تقاضے ایک ساتھ پورے ہوگئے، اور آخر میں دو اشعار ایسے جو بظاہر تذکرۂ نعت کی تعریف سے الگ نظر آتے ہیں مگر ایسا ہے نہیں، ایسا ہوتا تو اعلیٰ حضرت کا کمال کیسے کہلاتا۔ سلام کے تیسرے اور آخری طبقے میں ان دو اشعار سے یہی بات ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں کائناتی حسن کا بیان فرماتے ہوئے بھی اعلیٰ حضرت اس کا رشتہ ذاتِ محسنِ کائنات سے اس طرح وابستہ و پیوستہ نظم کرتے ہیں کہ یہ اشعار بھی نعت کی صحیح لغوی، تعریف کی روشنی میں مجرد نعت کے شعر بن جاتے ہیں۔ دونوں اشعار ملاحظہ ہوں۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود
یادگاریِ امت پہ لاکھوں سلام

ان دونوں اشعار میں اوصافِ جنابِ رسالت پناہ ﷺ موجود ہیں اس لئے یہ مجرد نعت کے اشعار ہیں۔ سلام، نعت اور قصیدے کے مطالعہ سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ بیانِ ذاتِ ختمی مرتبت ﷺ پھیلے تو کائنات، سمٹے تو نام نبی ﷺ۔ سچ کہا کہ تمام سمندر سیاہی، سارے درخت قلم اور پوری کائنات صفحات میں بدل جائیں تب بھی سیرتِ طیبہ کا احاطہ ممکن نہیں لیکن عشق کی مضراب پر نعت کا نغمہ چھیڑا جائے تو اعلیٰ حضرت کی، متذکرہ تخلیق سراپا، نعت، قصیدہ اور سلام، چاروں رنگوں کے ساتھ پوری کائنات کو رنگین بنا دیتی ہے گویا کہ۔

ہے نامِ محمد ہی نعتِ محمد
میں لکھ کر محمد ﷺ قلم رکھ رہا ہوں

تدبیر و تقدیر

تلاش حلال وفکر معاش و مقاطی اسباب ہرگز منافی توکل نہیں بلکہ عین مرضی الٰہی ہیں کہ آدمی تدبیر کرے اور بھروسہ تقدیر رکھے۔
(قول اعلیٰ حضرت: التجبیر بباب التدبیر)

جذام اور رضوی تحقیق

''جذام ایک قدیم جلدی (Skin) اور اعصابی تاروں (Peripheral Nerves) کی بیماری ہے۔ مریض کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسلامی نظریات کو واضح کرتے ہوئے جذام کو غیر متعدی قرار دیا۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج اور میو ہسپتال لاہور کے آڈیٹوریم میں لیپروسی (جذام) سیمینار میں جب ایک انگریز پروفیسر نے انکشاف کیا کہ جدید تحقیق کے مطابق جذام اب متعدی بیماری نہیں رہی تو راقم نے وہاں برملا مفکر اسلام کی جذام پر تحقیق کو واضح کیا جسے تمام ماہرین نے سراہا۔ اعلیٰ حضرت کی جذام پر تصنیف ''الحق المجتلی فی احکام المبتلی'' پوری انسانیت کے لئے قابل فخر رہے گی''
(اقتباس: امام احمد رضا اور میڈیکل سائنس، از ڈاکٹر محمد مالک، ایم۔ بی۔ بی۔ ایس، پنجاب)

اسلام امن وسلامتی کا پیامبر

آیات قرآنی کی روشنی میں

مؤلف

یٰسین اختر مصباحی

بانی ومہتمم: دارالقلم، ذاکرنگر، نئی دہلی ۲۵

بانی رکن: المجمع الاسلامی، مبارکپور، (یو۔ پی)

ناشر
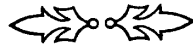
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

25، جاپان مینشن (رضاچوک) ریگل، صدر، کراچی، فون: 7725150، فیکس: 7732369

E.mail: marifraza@hotmail.com

عربی نثر میں امام احمد رضا کا اسلوب اور فنی محاسن

مقالہ نگار: جسٹس سید عتیق الرحمٰن شاہ بخاری*

صدائے بازگشت:

زبان دانی اور ہے، زبان پر مہارت کچھ اور، زبان دانی آسان ہے کسی زبان پر عبور مشکل، اہل زبان میں بھی بہت کم تعداد میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی زبان اور لغت کی گہرائیوں میں اترنا جانتے ہیں، وہ شخص جو کسی بھی لغت کی روح میں اترتا ہوا نظر آئے وہ اس زبان کا ''ادیب'' کہلائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ ہر زبان دان کو اپنی زبان ولغت کے ''ادب'' پر عبور نہیں ہوتا نہ ہی لوگ ہر ایک زبان دان کو ادیب کہتے ہیں، بلکہ یہ وہبی ملکہ ہے جسے چاہے مالک عطا کر دے اس لئے ہر زبان کے سینکڑوں ہزاروں افراد میں شاذ و نادر لوگ ہی اپنی لغت کے ''ادیب'' ہوا کرتے ہیں جو یا تو شعر وشاعری میں اس لغت کے پیچ وتاب میں گم ہو کر اس کی گتھیاں سلجھاتے رہتے ہیں یا پھر نثر پاروں کی صورت لغت کی روح میں اتر کر بات کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ایسی شاذ و نادر شخصیات میں ایک نام ''امام احمد رضا'' کا ہے۔ جنکی انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی لغت ام یعنی (Mother Tounge) کے ادیب ہی نہیں بلکہ عربی، فارسی، اردو، ہندی چاروں زبانوں کے روح شناس اور ''پائے کے ادیب'' نظر آئیں گے ہیں راقم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کی (Arabic Faculty) کے (4) چار سالہ دور (96ء تا 2001ء) میں امام احمد رضا کی عربی نثر پر ان کے علمی اسلوب اور فنی خصوصیات (Artestic characteristics) پر ریسرچ کرنے کا موقع ملا بالآخر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن کی زیر نگرانی ''النثر الفني عند الشيخ احمد رضا خان دراسته فنيته و اسلوبيه'' کے عنوان سے ایک ''تحقیقی ادبی مقالہ'' منظر عام پر آیا۔

عربی ادب میں امام احمد رضا کا مدرسۃ الفکر:

(School of the Imam in Arabic Literture)

جب مجھے امام احمد رضا کی عربی نثر کو فنی نقطہ نظر سے مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا اور جوں ہی ان کے اسلوب اور انداز تحریر کی گہرائیوں میں اترنے لگا تو اس وقت میری حیرت میں اور اضافہ ہوا جب میں نے دیکھا عربی ادب کی تاریخ میں جتنے مدارسِ فکر فکر (Schools) پائے جاتے ہیں امام رضا کا اسلوب کلیتہ کسی بھی (School) مدرسۂ فکر سے نہیں ملتا بلکہ کسی بھی اسکول کا

*(جج سیشن کورٹ، ڈسٹرکٹ خضدار، بلوچستان)

غلبہ تک اس میں نہیں پایا جاتا بالفاظ دیگر امام احمد رضا کا اپنی عربی تحریر میں ذاتی اسلوب اور (Personal School) ہے۔ گویا ہمارے محقق کے نزدیک امام احمد عربی ادب میں ایک نئے مکتبہ کے بانی ہیں جسے ''بریلی مکتبہ'' قرار دیا جاسکتا ہے، اس تحقیقی انکشاف پر اس بات کا خطرہ ہے کہ حاسدین ومعاندین امام احمد رضا عربی زبان وادب کے اس ''بریلی اسلوب'' کے خلاف بھی کوئی جدید فتویٰ نہ جاری کردیں کہ جامعات میں اس کا مطالعہ اور اس پر تحقیق وتصنیف ممنوع ہے۔ براہو تعصیب کا کہ جامعات میں ''بولهبي وبو جهلي'' اسلوب کے عربی لٹریچر کا مطالعہ اور اس پر تحقیق وتصنیف تو جائز ہو لیکن ''اسد اللہی'' اور ''حسانی'' اسلوب کے لٹریچر کے مطالعہ وتحقیق پر اس لئے پابندی ہو کہ اس سے ''عشق رسول'' ﷺ کی روشنی پھیلتی ہے اور ''چراغ مصطفوی'' پر فداکاری کا جذبہ بیدا ہوتا ہے۔ البتہ ان کے School میں من وجہ مدرسۃ الجاحظ کی جھلک نظر آتی ہے اور من وجہ مدرسۃ بدیع الزمان کا تاثر بھی ملتا ہے مدرسۃ الجاحظ کے بارے ڈاکٹر محمد نبیہ کا کہنا ہے:

''یہ School اطناب، ازدواج، تحلیل و تعلیل اور جدل وحوار پر مبنی ہے''(۱)

جبکہ مدرسۃ بدیع الزمان کے بارے میں ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں:

''اس School میں سجع اپنی مختلف انواع کے ساتھ کثرت سے پائی جاتی ہے جو عبارت کے حسنِ اسلوب کی کشش میں اضافہ کرتی ہے اس کے علاوہ جناس، تو یہ طباق، تشبیہ، استعارہ وغیرہ (یعنی علم بیان/علم بدیع کے مختلف انواع) بھی آپ کو اس School میں نظر آئیں گے۔(۲)

لہٰذا امام احمد رضا کے ہاں جدل وحوار تحلیل وتعلیل کے ساتھ ساتھ طبعی سجع اور الوان بدیع کا استعمال بھی پایا جاتا ہے۔ میں اس نتیجہ پہنچا کہ امام احمد رضا کے ہاں نہ ہی آئمہ ادب کی تقلید پائی جاتی ہے نہ ہی وہ متقدمین کے کسی مخصوص طبقۂ فکر کی اتباع کرتے نظر آتے ہیں اس لئے یہ انتہائی مناسب ہوگا اگر ہم یہ مؤقف اختیار کریں کہ عربی ادب میں امام احمد رضا کا انداز تحریر تخلیقی نوعیت کا تھا لہٰذا اپنے ہی School کے موجد اور امام کہلائیں گے جو کہ عربی (Arbic Literature) کی تاریخ میں اپنی موجود اسلوبی مدارس یعنی (School of Methods) میں ایک نئے باب کا اضافہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا کا عربی اسلوب:

(ARABIC METHOD OF THE IMAM)

اپنے خیالات، افکار، نظریات، جذبات کو الفاظ و عبارت کے آئینہ میں ڈھالنے اور Show کرنے کا نام ''اسلوب'' ہے موضوع کے اعتبار سے اسلوب کی دو قسمیں ہے:

(۱) علمی (۲) ادبی

علمی اسلوب:

تو صرف اور صرف الفاظ کے معانی ومفہوم تک محدود رہ جاتا ہے اور اسے اہل علم 'لغۃ العقل' بھی کہتے ہیں اس کے برعکس ادبی اسلوب الفاظ کے معانی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ایسی ترکیب سے مرکب ہوتا ہے جو قاری کو الفاظ وعبارت کے حسن وجمال کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اسے انتہائی Intresting اور Atractive بناتی ہے اس اسلوب کو اہل ادب 'لغۃ العاطفۃ'' سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

یہ دونوں اسلوب یکجا کر دیئے جائیں تو تیسرے نوع جنم لیتی ہے جسے ''علمی ادبی اسلوب'' قرار دیا جاسکتا ہے یہ تیسری قسم نہ ہی صرف ''لغۃ العقل'' ہے جس میں الفاظ کا عکس معانی تک محدود رہ جائے اور نہ ہی صرف ''لغۃ العاطفۃ'' ہے جس میں پوری توجہ الفاظ و جملوں کے حسن و جمال پر مرکوز ہو بلکہ یہ لغۃ العقل اور لغۃ العاطفۃ کا حسین امتزاج ہے۔

امام احمد رضا کی عربی نثر میں اسلوب کی یہ تیسری قسم نمایاں نظر آتی ہے ان کی پوری نثر جہاں تحلیل و تعلیل، جدل اور حوار سے بھی پڑ ہے وہاں ادبی رنگ کا غلبہ بھی پایا جاتا ہے بالفاظ دیگر آپ کو امام احمد رضا کے ہاں حقائق واقعات اور علمی مواد الوان بدیع سے مزین نظر آئے گا۔

لیکن اس کے باوجود ان کی عربی نثر میں ادبی رنگ کا اتنا غلبہ بھی نہیں پایا جاتا کہ قاری اسے محض ادب کا شاہکار سمجھ کر الفاظ و عبارت کے پیچ و خم میں اس قدر گم ہو جائے کہ معانی، مفاہیم حقائق، مطالب کا خیال تک نہ رہے اس کے برعکس نہ ہی ان کی نثر میں علوم و معارف کے خزانے محض علمی اسلوب میں ڈھالے گئے کہ قاری مضمون کی طوالت کے باعث بوریت اور (Exhaustion) محسوس کرے بلکہ امام احمد رضا نے عربی نثر کو اتنا خوبصورت پیرائے میں پیش کیا ہے کہ جہاں قاری تفسیر، حدیث، تاریخ، فقہ اور علم کلام وغیرہ سے روشناس ہوتا جاتا ہے وہاں وہ الفاظ و کلمات کے حسین تنوع اور ادبی ذوق سے محظوظ ہوتا (Enjoy) کرتا رہتا ہے یعنی امام احمد رضا اپنی عربی نثر کے ذریعے قاری کے (Knowledge) میں اس انداز سے اضافہ کرتے جاتے ہیں کہ اس کے خیالات اور جذبات کو یکساں طور پر اپنے ساتھ لیئے چلتے ہیں۔

فنی خصوصیات:(Artistic Characterestics)

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا کی عربی نثر فنی خصوصیات (Technical abilities) سے مکمل اور بھرپور ہیں لیکن ہم اپنے اس مقالے کے حجم کے پیش نظر اختصار کے ساتھ چند ایک نکات (Points) پر بحث کریں گے۔

۱-مطابقة اللفظ للمعنى:

یعنی الفاظ کا معنی کے مطابق ہونا اس فنی اصطلاح (Technical Term) کو کسی بھی ادب کی ''روح'' قرار دیا جاسکتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف معانی سے بات نہ سمجھی جائے بلکہ الفاظ و جملوں سے بھی ''معاملہ'' کی نوعیت مترشح ہو۔

امام احمد رضا کے الفاظ و تراکیب میں وہ نغمگی پائی جاتی ہے جس سے موقع کی مناسبت و کیفیت کا احساس ہونے لگتا ہے، خوبصورت اور دلچسپ منظر ہو تو الفاظ خود حیرت و تعجب کا شاہکار نظر آتے ہیں، خوفناک پہلو ہو تو ان کے الفاظ ہی سے وحشت اور عبرت جھلک رہی ہوتی ہے، خوشی و شادمانی کا موقع ہو تو الفاظ مسرت کا پیام دے رہے ہوتے ہیں۔ گویا امام احمد رضا کے ہاں صرف معانی موقع کی کیفیت کی نشاندھی نہیں کرتے بلکہ ان کے الفاظ و تراکیب بھی اسی منظر کو پیش کر رہے ہوتے ہیں۔

ہم صرف ایک ہی مثال قارئین کے سامنے رکھتے ہیں جب امام احمد رضا اپنی تالیف ''الکوکبۃ الشھابیۃ'' کے طویل خطبہ میں نافرمان اور سرکش طبقے کی کی بدبختی اور منافقین کی ذلت و خواری کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ قاری خود کو خوف، وحشت اور عبرت کے اس مقام پر محسوس کر رہا ہوتا ہے جہاں وہ سوالیہ نشان

بن کررہ جاتا ہے، نہ صرف یہ بلکہ امام احمد رضا کے الفاظ کا انتخاب اور تختی بھی ایسا ہی پریشان کن، خوفناک اور بھیانک منظر پیش کر رہی ہوتی ہے سنیئے اور غور سے سنیئے:

فقد هداكم ربكم أن لاتجعلوادعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضامن أب أومولى أوسلطانكم ، وقال للذين أرسلواألسنتهم فى شانه العظيم أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزؤن لاتعذر وا قد كفرتم بعد ايمانكم ، فيا ايهاالمنافقون المردة الفاسقون الزاعم كبير كم ان مدح الرسول كمدح بعضكم بعضا بل أقل منه فى حسابنكم ، قدبدت البغضامن افواهمكم وما تخفى صدوركم اكبر والله مخرج اضغانكم ، استحوذ عليكم الشيطان نقطامن شينه وقائكم التدوير من دائرة نونه فاراكم تفوية الايمان فى تقوية ايمانكم ، ماكان الله ليذر المومنين على ماانتم عليه حتى يميزالخبيث من الطيب ومالله بغافل عن كفرانكم ، فلا ورب محمد لاتومنون حتى يكون احب اليكم من والدكم وولدكم والناس اجمعين والروح الذى بين جسمانكم الخ.(٣)

۲-توریہ:

ایسے الفاظ کا استعمال جن کے دو معانی ہوتے ہیں ایک معنی قریب جو لفظ سنتے ہی ذہن میں آ جائے جبکہ ادیب کی مراد معنیٰ بعید ہوتا ہے ایسا تفنن ''توریہ'' کہلاتا ہے امام احمد رضا کی عربی نثر میں اس ''ادبی Term'' کا کافی استعمال ملتا ہے مثلاً شیخ ابو طیب مکی کو لکھے گئے ایک مکتوب میں فرمایا:

والدين نصح والنصح يثيب ، ولطبيب اللبيب ، الحازق الأريب ، الأجمل الأكمل منك قريب (٤)

اس عبارت میں لفظ ''الأجمل'' بظاہر دیگر کلمات کے وسط میں آ کر ان کی صفت دکھائی دیتا ہے جبکہ امام احمد رضا اس سے حکیم محمد اجمل خان دہلوی کی شخصیت مراد لینا چاہتے ہیں۔

۳-استطراد:

تھوڑی دیر کیلئے اپنے اصل موضوع (Topic) کو چھوڑ کر کسی دوسرے متعلقہ (Related) موضوع کو (Discuss) زیر بحث لانا پھر اپنے اصل مضمون کی طرف لوٹ کے آنے کا نام ادب کی زبان میں استطراد ہے (۵)۔ امام احمد رضا کے ہاں یہ فنی خوبی کثرت سے پائی جاتی ہے جیسا کہ اپنی اجازت میں شیخ صالح کمال مکی کے مقام و مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے فوراً اہل مکہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انہیں اس فاضل اسکالر اور امام کے علمی جاہ و جلال سے آگاہ کرتے ہیں پھر اپنے علمی فنی مناقشوں کا ذکر کرنے کے بعد دوبارہ شیخ صالح کمال کو مخاطب کر کے ان کے محاسن بیان کرتے ہیں۔(٦)

۴-افتنان:

دو مختلف فنون کو یکجا کرنے کو اہل ادب افتنان کا نام دیتے ہیں یہ نکتہ بھی امام احمد رضا کی نثر میں کثرت سے نظر آتا ہے مثلاً ہمارے ادیب نے علامہ عبدالسلام کو ان کی اہلیہ محترمہ کی وفات پر اپنے تعزیتی مکتوب میں تعزیت اور تہنیت کو یکجا کرتے ہوئے فرمایا:

ان الله مااخذ وما أعطى،وكل شئى عنده بأجل مسمى، وان فى الله عزافى كل مصيبة،وخلفافى كل قانت ،

وان المحروم من حرم الثواب ، وانما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب،وبشر الصابرین الخ(۷)

۵-طباق:

طباق سے مراد کسی چیز کو اسکی ذد کے ذریعہ قاری کیلئے مزید قریب الفہم اور سھل بنادینا، یہ ادبی صفت بھی امام احمد رضا کی نثر میں جابجا نظر آتی ہے۔

۶-مقابلہ:

ایک عبارت کو کئی اضداد سے مزین کرنے کو عربی ادب میں مقابلہ کہا جاتا ہے یہ طباق سے عام ہے، ہمارے فضل ادیب کے ہاں اس Technical Term کے بھی کئی نظائر ملتے ہیں ،مثلاً شیخ ابوطیب مکی کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرمایا:

"فات بعشر صورة مفتریات ، من مسائل فقه واجتهادیات ، تکون انت أبا عذرھا، لاتستند باحدفی بناء جد رھا ، لافی یطن ولافی ظھر، ولا فی و ردولافی صدر، ولا جرح ولافی تعدیل ، ولا تفریع ولا تاصل الخ۔(۸)

اس عبارت کے ایک ہی دھاگے میں امام احمد رضا نے چار اضداد کو سجا کر رکھ دیا۔

۷-مراعاة النظیر:

امام احمد رضا کے نثری پاروں میں یہ ادبی پہلو بھی نمایاں ہے مراعاة النظیر سے مراد ایسے دو یا دو سے زائد امور کو یکجا ذکر کرنا جو متضاد نہ ہوں جیسا کہ شیخ موصوف کے نام اپنے ایک اور مراسلہ میں فرمایا:

کما اذن سبحانه وتجالی لجبریل و میکائیل وغیرھم من مقربی حضرة الجلیل ، علیھم الصلوٰة والسلام بالتجیل ، فی تدبیر القطر والمطر والزرع و النبات والریاح والجنودالخ(۹)

۸-المذھب الکلامی:

ادیب اپنے مؤقف پر ایسی دلیل پیش کرے جو مخاطب کے نزدیک بھی مسلم یعنی Admitted ہو(۱۰)۔اس فنی خوبی کو امام احمد رضا کے ان ادبی محاسن میں شمار کیا جا سکتا ہے جن کا ان کی نثر میں اغلب استعمال پایا جاتا ہے اس کی بہترین مثال ایک غیر مقلد سکالر شیخ ابوطیب مکی کے نام ہمارے ادیب کا وہ مکتوب ہے جس میں تقلید کی اہمیت وضرورت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ألم تر أن ربك کیف یقول وقوله الجق وما کان المومنون لینفرواکافة فقدفرض التفقه فی الدین واعفی منه عامة المومنین......ألم تعلم أن الله علی خلقه فرائض لاتترك ، ومحارم لا تنهك وحدود من تعدا ھا فقد ظلم وھلك ، ولکلھا أوجلھا شرائط و تفاصیل ، لایھتدی الیھا الاالقلیل، وما تعقلھا الاالعالمون ، فاسئلو اھل الذکران ان کنتم لاتعلمون الخ۔(۱۱)

یقیناً یہ ایسا عقلی اور نقلی استدلال ہے جو کہ مخاطب یعنی شیخ مکی کے نزدیک بھی مسلم اصولوں پر مبنی ہے۔

۹-ابداع:

ادیب کے کلام میں بیک وقت متعدد فنی محاسن کے حسین امتزاج کو ابداع کہا جاتا ہے امام احمد رضا کے ہاں یہ ادبی رنگ بھی آپ کو نظر آئے گا مثلاً صلوٰۃ الاسرار پر دلائل کے آخر میں

فرمایا:

ليعلمن العارف أن ماذكرته...... يعرفها الماهر كا الشمس فی فیٔ، ويمر الغافل كأن لم يكن شئی، فجاء بحمدلله عروسا مليحة، مكشوفة النقاب عن عوارضها الصبيحة الخ(۱۲)

امام احمد رضا کی اس عبارت میں کئی ادبی خصوصیات مجتمع ہیں مثلاً جناس، سجع، مثال، تشبیہ، استعارہ۔

۱۰-تشابه الاطراف:

یہ ایک ایسی بلاغی صفت ہے جس میں ناشر جس کلمہ پر ایک جملے کو ختم کرتا ہے اسی کلمہ سے دوسرے فقرے کا آغاز کرتا ہے۔امام احمد رضا کی نثر میں یہ ادبی نوع بھی جا بجا پائی جاتی ہے اور اس فنی Term کا دوسرا نام ''رد العجز علی الصدر'' ہے مثلاً الاجازات میں اعدائے دین کے بارے میں لکھتے ہیں:

ونهضوابالهوى فهوى من غوى (۱۳)

۱۱-تجاهل العارف:

یہ وہ لطیف ادبی نکتہ (Literary Point) ہے جس کے ذریعہ ادیب مخاطب کو تاکید تو بیخ یا کسی بھی بلاغی غرض سے کسی بات کے علم کے باوجود اس سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے (۱۴)۔ امام احمد رضا کے ہاں یہ فنی خصوصیت بھی کثرت سے پائی جاتی ہے مثلاً اپنے ایک مکتوب میں ایک غیر مقلد اسکالر شیخ ابوطیب مکی سے مخاطب ہو کر نقلی دلائل کو عقل کے پیمانے پر پرکھنے کی دعوت دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

فسلها (عن العقل) اترى الناس كلهم عالمين، مالهم عليهم من امور الدين، فسلها عن الذين لايعلمون ولا يبصرون، ولا على الاجتهاديقدرون، أ أولئك متركون سدى...... فسلها مالهم من السبيل، الى ان يعلمواالحكام الجميل، أن يروابانفسهم وهم لايبصرون، ويستنبطواوهم لايقدرون، أويرجعوالى العلماء الراشدين فيعتدواعليهم فی أمور الدين الخ(۱۵)

۱۲-اقتباس:

کلام کے تسلسل میں قرآن و حدیث کا اس طرح پایا جانا کہ ان کا حوالہ یا Reference نہ ہو (۱۶)۔ اقتباس تو امام احمد رضا کے ادب کی جان ہے اور یہ ہمارے فاضل ادیب کے ان فنی محاسن میں ہے جن کا ان کی نثر میں بہت زیادہ استعمال پایا جاتا ہے امام احمد رضا کا کوئی بھی خطبہ ہو یا مکتوب اس فنی نوع کا شاہکار نظر آئے گا بلکہ ان کی کوئی بھی نثر شاید اس ادبی رنگ سے خالی نہیں پائی جائے۔

۱۳-تضمين:

تضمین اس فنی خصوصیت کا نام ہے جس کے ذریعہ ادیب اپنے کلام میں بغیر حوالہ دیئے مثال، محاورہ یا شعر ذکر کر دیتا ہے (۱۷)۔ امام احمد رضا کے ہاں اس ادبی پہلو کی کافی مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ علم رسول ﷺ پر اپنی بحث کے دوران لکھتے ہیں:

فهويستمد من ربه، والخلق يستمدون منه، وكلهم من رسول الله ملتمس، غرفامن البحر أور رشفامن الديم (۱۸)

۱۴-استشهاد:

یہ فنی خصوصیت اور اقتباس اور تضمین کی طرح ہے لیکن

اس میں ادیب حوالہ پیش کرتا ہے (۱۹)۔ استشہاد بھی امام احمد رضا کے ان ادبی محاسن میں شمار ہوتا ہے جن کا ان کے ادب پر غلبہ پایا جاتا ہے، ان کی عربی نثر کا ہر شاہکار اس ادبی رنگ کی بہترین مثال ہے۔

۱۵-لزوم مالایلزم:

عربی نثر میں ردی یا فاصلہ سے پہلے کسی حرف یا حرکت یا دونوں کے التزام کو اہل ادب لزوم مالایلزم کہتے ہیں امام احمد رضا کے ہاں یہ Technicalability بھی موجود ہے الکوکبۃ الشہابیۃ کا خطبہ بھی اس کی واضح مثال ہے جس کو ہم مطابقۃ لفظ للمعنی کی مثال کے طور پر بھی پیش کر چکے ہیں۔ اس خطبہ میں ہمارے فاضل ادیب نے ضمیر خطاب اور اس سے پہلے نون مکسورہ اور الف کا التزام ہی نہیں کیا بلکہ اس فنی نکتہ کا کا تسلسل آخر خطبہ تک قائم رکھا۔

اس کے علاوہ امام احمد رضا کے ہاں جناس، طبعی سجع، براعۃ استھلال، تاریخ بحساب الجمل، دیگر تمام ادبی انواع اور بلاغی نظائر کثرت سے پائی جاتی ہیں ہم نے اپنے اس مقالے کو **ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا** کراچی کی شرائط کے مطابق انتہائی مختصر کر کے پیش کیا اس اردو مقالہ کے ذریعہ قوم کو یہ پیغام دینا مقصود ہے کہ امام احمد رضا کا عربی ادب پر بڑا وسیع کام ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ علماء کرام بھی اس طرف متوجہ ہوں، بالخصوص آج میں **ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل** کے اس فورم پر تنظیم المدارس پاکستان کی (Curricullum Committee) سے گزارش کروں گا کہ ادب عربی کے حوالہ سے "علوم بلاغۃ اور" اصطلاحات ادب" پر ایک مختصر سا عربی کتابچہ مرتب کر کے شامل نصاب کریں۔ جس میں علوم بلاغہ اور ان کی Artistict یا Tecnical Terms امام احمد رضا کی نثر سے لی جائیں بالخصوص اس سلسلہ میں ان کو راقم کا انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد میں پیش کیا گیا، مقالہ بعنوان "النثر الفنی عند الشیخ احمد رضا خان دراسة واسلوبیه" خصوصی مدد دے گا **ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل** کراچی، عنقریب جس کی باقاعدہ اشاعت کا فیصلہ کر چکا ہے۔

حوالہ جات

(۱) بلاغۃ الکتاب فی العصر العباسی، ص:۱۴۸

(۲) بلاغۃ الکتاب فی العصر العباسی، ص:۱۶۶

(۳) الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ، ص:۱۶۸-۱۶۹

(۴) مکتوبات امام احمد رضا خان، ص:۸۳۱، مرتبۃ: شیخ محمود احمد قادری

(۵) جواہر البلاغۃ، ص:۳۸، السید احمد الہاشمی

(۶) الاجازات المتینۃ لعلماء بکہ والمدینۃ، ص:۴۶ تا ۵۰

(۷) مکتوبات امام احمد رضا، ص:۱۲۰

(۸) مکتوبات امام احمد رضا ص ۱۴۹

(۹) مکتوبات امام احمد رضا، ص:۳۱-۳۲

(۱۰) جواہر البلاغۃ، ص:۳۴۶

(۱۱) مکتوبات امام احمد رضا ص ۱۳۲

(۱۲) ازھار الانوار، عن صبا صلوۃ الاسرار، ص:۶۴۸

(۱۳) الاجازات المتینۃ، ص:۵۴

(۱۴) جواہر البلاغۃ، ص:۴۵

(۱۵) مکتوبات امام احمد رضا، ص ۱۳۳-۱۳۴

(۱۶) نہایۃ الارب فی فنون الادب، ص:۱۸۲، ج:۷

(۱۷) نہایۃ الارب فی فنون الادب، ص:۱۴۶، ج:۷

(۱۸) مقدمہ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، ص:۸

(۱۹) نہایۃ الارب، ص:۱۸۳، ج:۷

گلشنِ حنفیت کے سدا بہار پھول

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی

محمد منظور احمد *

ارشادِ ربِّ کریم ہے:

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (۱)

''تو کیوں نہ ہو کہ تم مسلمانوں کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں'' (کنز الایمان)

محبوب خدا ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین (۲)

''اللہ تعالیٰ جس طالع ور کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے''

جب ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ہمارے فقہائے اربعہ نے اس حکم خداوندی کی بجا آوری کا پورا حق ادا کیا اور جب برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کی ورق گردانی کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سرزمین پر ایک ایسی کامل و مکمل ہستی نے جنم لیا جس نے علم و فنِ فقہ کی نہ صرف تفہیم حاصل کی بلکہ تحصیلِ علم کی بعد اسلاف فقہاء کی پیروی کرتے ہوئے اس مذکورہ فرمان الٰہی کو کما حقہ پورا کیا۔ یہ عظیم ہستی امام اہلسنت، مجدد دین وملت، فقیہہِ امت، فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) ہیں۔

فقہ کی تعریف میں ہے کہ اس کو تمام علوم پر فوقیت حاصل ہے بالکل اسی طرح فقیہہ کو باقی تمام علماء پر فوقیت ہے اگر ایک آدمی بلند پایہ مفسر یا محدث ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بلند پایہ فقیہہ بھی ہے لیکن جب ہم کسی کو بلند پایا فقیہہ کہتے ہیں تو وہ لامحالہ ایک اعلیٰ درجہ کا محدث و مفسر اور لاجواب متکلم ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جو کہ بلاشک وشبہ رئیس الفقہاء ہیں ان کے اس عالی منصب سے کون انکار کر سکتا ہے جن کی علمیت کے بارے میں امام شافعی رضی اللہ عنہ جیسے رفیع الدرجۃ فقیہہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

''الناس کلھم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ''

اور فقہ حنبلی کے بانی امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

''سبحان اللہ! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو علم و ورع اور عالمِ آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر ہیں جہاں

*(سبجیکٹ اسپیشلسٹ (عربی) سھرال، وادی سون سیکسر، خوشاب، پنجاب، پاکستان)

کسی اور کی رسائی ممکن نہیں''

گویا کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو محدثین و مفسرین اور فقہاء، فقیہہ اعظم اور امام اعظم کہنے میں برابر کے شریک ہیں، چونکہ اعلیٰ حضرت گلشن امام اعظم (ابوحنیفہ) کے سدابہار پھول ہیں اور آپ نے فقہ حنفیہ کو پاک و ہند میں اس مقام تک پہنچایا ہے جو قابل رشک ہے۔ تو جب ہم برصغیر کے اس بطلِ جلیل اور عظیم فقیہہ کی علمیت اور علمائے متقدمین و متأخرین کی تصانیف پر دسترس وعبور اور استدلال و استنباط کے ملکہ کو ملاحظہ کرتے ہیں تو منصب اعلیٰ حضرت اجاگر ہو جاتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ آپ تمام معاصرین پر سبقت رکھتے ہیں اور جو پذیرائی آپ کو پوری دنیا خصوصاً برصغیر پاک و ہند، اسلامی دنیا اور حرمین شریفین سے ملی وہ اور کس کے حصہ میں نہیں آتی ہے۔

مکہ مکرمہ کے ایک فاضل جلیل و محافظ کتب حرم حضرت سید اسمٰعیل بن سید خلیل نے مجدد ملت اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ دیکھا تو فرمایا:

واللہ اقول الحق و الحق اقول انه لورأها ابو حنيفة النعمان لاقرت عينه ولجعل مؤلفها من جملة الأصحاب

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ اگر اس فتویٰ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ فرماتے تو آپ کی چشم ٹھنڈی ہوتی اور مؤلف (اعلیٰ حضرت) کو اپنے اصحاب (امام محمد وزفر) کے زمرے میں شامل کر لیتے'' (۳)

امام احمد رضا خان فقہ کے اس مقام پر فائز تھے کہ اپنے تو اپنے مخالفین نے بھی کھل کر آپ کی عزت افزائی کی آپ کے ہم عصر جلیل القدر عالم مؤلف **نزهة الخواطر و الثقافة الإسلامية** ابوالحسن علی الندوی کے والد گرامی مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں:

يندر نظيره فی عصره فی الإطلاع على الفقه الحنفی و جزئياته الخ

''فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر امام احمد رضا کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس کی دلیل ان کا فتویٰ ہے نیز ان کی تصنیف کفل الفقیہہ ہے جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ لکھی تھی'' (۴)

اور نزہۃ الخواطر میں ہی ابوالحسن علی الندوی لکھتے ہیں کہ:

''جب امام احمد رضا خان سے دوران حج علماء مکہ مکرمۃ و مدینہ منورہ سے تبادلۂ خیال کیا اور آپ کے دینی و علمی رسائل کا انہوں نے مطالعہ کیا تو وہ سب حضرات آپ (اعلیٰ حضرت) کے وفور علم، فقہی متون اور مسائل خلافیہ پر دقتِ نظر، وسعتِ معلومات، وسعت تحریر اور ذکاوتِ طبع دیکھ کر حیران رہ گئے'' (۵)

فتاویٰ رضویہ تو ان کی ایک ایسی تصنیف ہے جس نے تمام دنیا کو متحیر کر دیا، تمام فقہاء و علماء نے اس کو بڑی دلچسپی سے پڑھا اور امام صاحب کی علمیت کی داد دی یہی وجہ ہے کہ جب امام احمد رضا کے ہم عصر، عظیم فلسفی، شاعر اور اپنے وقت کے بلند پایہ اسکالر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، امام صاحب کے فتاویٰ کا مطالعہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغۂ روزگار فقیہہ ہیں''

مزید لکھتے ہیں:

''ہندوستان کے آخری دور میں ان جیسا طباع اور ذہین

فقیہہ نہیں دیکھا، مولانا بہت غور وفکر کے بعد رائے قائم کرتے ہیں اسے دوبارہ بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی یعنی انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی رجوع کی ضرورت نہیں پڑی''

احمد رضا خاں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے جن کی فقہی مہارت کو ان کے تمام معاصرین تسلیم کرتے ہیں۔ مفتی کفایت اللہ، حکیم عبدالحیٔ الحسنی، مولانا ابوالحسن علی الندوی اور مولانا محمد ذکریا پشاوری دیوبندی تمام آپ کی علمیت کے قائل اور فقاہت کو تسلیم کرتے تھے اور کسی کو امام صاحب کے سامنے مختلف فیہ مسائل میں بحث کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، مولانا محمد زکریا پشاوری نے حضرت محمد امیر شاہ گیلانی کو فتاویٰ رضویہ کا نسخہ دیتے ہوئے فرمایا تھا:

''اگر احمد رضا خاں بریلوی ہندوستان میں فقہ حنفی کی خدمت نہ کرتے تو حنفیت شاید اس علاقے میں ختم ہو جاتی'' (۶)

صدر الافاضل قدس سرہ اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''علم فقہ میں جو تبحر و کمال حضرت ممدوح کو حاصل تھا اس کو عرب و عجم، مشارق و مغارب کے علماء نے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا۔ تفصیل تو ان کے فتاویٰ دیکھنے پر موقوف ہے مگر اجمال کے ساتھ دو لفظوں میں یوں سمجھئے کہ موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف تمام عالم کے حوادث و وقائع استفتاء کیلئے رجوع کئے جاتے تھے۔ ایک قلم تھا جو دنیا بھر کو فقہ کے فتوے دے رہا تھا وہی اہل باطل کی تصانیف کا رد بھی کرتا تھا اور زمانہ بھر کے سوالوں کا جواب بھی دیتا تھا، اعلیٰ حضرت کے مخالفین کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے کہ ان کی نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھی'' (۲۳)

الشیخ محمد کریم اللہ الفنجانی المدنی (۱۳۳۳ھ) جو الشیخ عبدالحق الہٰ آبادی المہاجر المکی (علیہما الرحمۃ) کے شاگرد ہیں وہ امام احمد رضا صاحب کے متعلق لکھتے ہے:

''میں سالہا سال سے مدینۂ منورہ میں مقیم ہوں، سرزمین ہند اور اکناف عالم سے سینکڑوں ہزاروں انسان آتے ہیں، ان میں علماء، صلحاء، اتقیاء سب ہی ہوتے ہیں۔ میرا مشاہدہ ہے کہ یہ لوگ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں پھرتے رہتے ہیں کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا، لیکن ان (امام احمد رضا) کی عجب شان دیکھی کہ بڑے بڑے علماء اور اکابرین صلحاء آپ کو دیکھتے ہی آپ کی طرف لپکتے چلے آرہے ہیں اور تعظیم بجالانے میں عجلت کررہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے بخشے اور اللہ ہی سب سے بڑا فضل والا ہے''

نائب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ملک غلام علی لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے ہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول ﷺ تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے''۔ (۹)

فقیہہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمۃ

جب حلقۂ احباب سجاتے اور آپ کے فتاویٰ پر بحث فرماتے تو کہتے تھے:

''اعلیٰ حضرت اگر پہلے دور میں ہوتے تو اپنے علمی اور فقہی پائیہ کے پیش نظر یقیناً مجتہد تسلیم کیئے جاتے'' (۱۰)

مولانا احمد رضا کو متعدد علماء برصغیر پاک و ہند نے مجدد دین وملت قرار دیا ہے خصوصاً ان حضرات نے جنہوں نے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا ان سب کے ناموں کا مطالعہ فتاویٰ رضویہ میں کیا جاسکتا ہے لیکن باعث فخریات تو یہ ہے کہ علماء حرمین نے بھی انہیں مجدد امت لکھا ہے اس کی تائید جناب محمد دین کلیم مؤرخ لاہور کے اس قول سے ہوتی ہے:

''آپ کی تبحر علمی کی صرف برصغیر پاک و ہند کے علماء نے ہی تعریف نہیں کی ہے بلکہ عرب وعجم کے علماء و فضلاء نے آپ کے علوم وفنون سے استفادہ کیا'' (۱۱)

امام احمد رضا بریلوی کی عبقریت، تبحر علمی اور فطانت و ذکاوت مسلمہ ہے ان کی فکر کی وسعت اور گہرائی کو بڑے بڑے علماء نے بیان کیا ہے لیکن یہاں میں صرف دو عرب عالماء کی عربی عبارات کو نقل کرنا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے امام صاحب کو مجدد دامت کے ساتھ ساتھ، امام المحدثین کے القابات سے ملقب کیا ہے چنانچہ علامہ شیخ علی شامی الازھری مدنی اور علامہ شیخ محمد یٰسین احمد الخیاری مدنی اپنی ایک تحریر میں امام احمد رضا کا مقامِ علم وفضل یوں بیان کرتے ہیں:

(۱) ''امام الأئمة المجدد لهذه الامته''

(۲) ''هو امام المحدثين'' (۱۲)

دور جدید کے جدید عالم ڈاکٹر علامہ طاہر القادری امام احمد رضا کی علمی اور دینی دخدمات پر اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''ہم برصغیر پاک و ہند کے دورِ اواخر کے حالات کے تناظر میں حضرت مولانا احمد رضا شاہ بریلوی علیہ الرحمۃ کی دینی خدمات پر نظر ڈالتے ہیں تو خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ ان کی شخصیت میں بیک وقت شانِ مصلحیت، شانِ مجتہدیت اور شان مجددیت موجود ہے جس طرح یہ تینوں سطحیں ان کی ذات میں جمع ہیں اسی طرح دین حق کی خدمت کے تینوں شعبے بھی ان کے کام میں جمع ہیں، جب آپ کی خدمات کا عقائد ومسالک کے باب میں جائزہ لیا جاتا ہے تو آپ مجدد نظر آتے ہیں۔ فقہی خدمات کے اعتبار سے دیکھیں تو مجتہد نظر آتے ہیں اور اگر طریقت و تصوف کے پہلو سے دیکھیں تو مصلح نظر آتے ہیں۔ (۱۳)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اسلام کے وہ بطلِ جلیل ہیں جن سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو، احیاءِ امتِ مسلمہ، کا عظیم کام لینا مقصود تھا۔ اس لئے ان کو ان ملکوتی قوت وصلاحیت سے نوازا گیا جن کا تصور بھی کسی عام آدمی کیلئے نہیں کیا جا سکتا، اس کا منہ بولتا ثبوت ستر سے زائد علوم پر ایک ہزار سے زائد لکھی جانے والی آپکی تصانیف ہیں۔ (۱۴)

محترم قارئین! اعلیٰ حضرت کے متعلق جتنا لکھا جائے کم ہے گذشتہ صفحات سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی ہے کہ آپ کی ذاتِ گرامیٔ قدر بے شمار خوبیوں کی مالک، ہمہ جہت شخصیت ہے۔ آپ بیک وقت مفسر، محدث، محقق، مفتی، فقیہہ، فلسفی، ادیب، شاعر، سائنس دان، ماہر علوم فلکیات وطب و ریاضی تھے۔ اعلیٰ حضرت کو استنباطِ مسائل میں بڑا ملکہ حاصل تھا۔ آپ کی فقاہت کا منہ بولتا ثبوت ۲۷ رجلدوں پر مشتمل آپ کا فتاویٰ رضویہ ہے۔ جس

کا ہر مسئلہ آپ کو نائب امام اعظم ہونے کا ثبوت دے رہا ہے اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ آج تک فقہ حنفی میں ایسا مہتم بالشان کوئی اور فتاویٰ مرتب نہیں ہوا ہے۔ امام صاحب نے فقہی مسائل کے استدلال میں فقیہانہ اسلوب کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت براعت اور تسلسل کو بھی برقرار رکھا ہے۔ اس ہمہ صفت موصوف کی کیا کیا خوبی بیان کی جائے آپ یقیناً مجتہد فی المسائل تھے اور اس شان کو دیکھنا ہے تو ہمیں شیخ الحدیث علامہ نصر اللہ خان چیف جسٹس عبوری حکومت اسلامی جمہوریہ افغانستان کے اس قول پر غور کرنا ہوگا:

> ''اگر امام احمد رضا شاگردانِ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر، امام ابوالحسن، امام یعقوب وغیرھم کے زمانے میں ہوتے تو وہ ضرور ان کو اپنے مصاحب میں شامل کرتے اور وہ عربی و فارسی، اردو اور ہندی ادب کے ایسے فاضل تھے کہ بلغاء عرب و عجم ان کو ان کی فصاحت و بلاغت پر دادِ تحسین دیتے ہیں''

ان دونوں باتوں کی تصدیق محمد احمد الصباحی ایک عربی اسکالر کے اس بیان سے ہوجاتی ہے جو انہوں نے اپنے مقالہ ''اضواء علی حیاۃ احمد رضا'' میں لکھا ہے، لکھتے ہیں:

کانت له ملكة استنباط الاحكام فی المسائل الحدثية التی لايوجد فيها نص من القدماء. ومن أراد شيئا من تفصيل عبقريته فی الفقه والاصول فلير اجع الی مقدمة الدستاذ افتخار احمد القادری علی جد الممتار للامام احمد رضا ،مقدمتی عليه . وقصاری القول أنه لايوجد فی تاريخ الفتاویٰ أی مجموعة أجل وأعظم من العطايا النبوية فی الفتاویٰ الرضوية۔ (۱۵)

اور ہمارے اس قول کو مزید تقویت پہنچتی ہے، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کے اس قول سے جو انہوں نے تقریب تعارف فتاویٰ رضویہ کیلئے لکھا:

> ''برصغیر میں فقہ حنفیہ کے فروغ و اشاعت میں فتاویٰ رضویہ نے بلاشبہ ایک منفرد کردار ادا کیا ہے جو تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو چکا ہے اور اہل علم اس کتاب سے رہتی دنیا تک مستفید ہوتے رہیں گے''

دوسرے علوم کے علاوہ امام صاحب نے فقہ پر جو کام کیا ہے وہ نہایت ہی اعلیٰ پائے کا ہے اور بہت زیادہ ہے مولانا بدرالدین احمد صاحب نے اپنی کتاب سوانح امام احمد رضا میں امام صاحب کی فقہ میں ۷۰ر کتابوں کا ذکر کیا ہے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ امام صاحب وہ بے مثال ہستی ہیں جنہوں نے ۵۰ر سے زائد علوم پر ایک ہزار سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہیں اور اسی طرح دین و دنیا کو سنوارا ہے۔

قارئین یہ تو انکا کام ہے جو کر گئے ہمارے اوپر بھی کچھ ذمہ داریاں ہے اگر ہم ان کو پورا کردیں تو امام صاحب کی روح کی تازگی کے ساتھ ساتھ ہماری عقبیٰ بھی سنور جائیگی میں چند ایک گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں اس امید پر کہ ہم سب مل کر ان پر عمل کریں گے اور کروائیں گے۔

۱- امام صاحب کی عبقریت اور ان کے فکری و علمی کارناموں کو انٹرنیشنل سطح پر روشناس کرایا جائے اور خصوصاً ان کے نظریۂ تعلیم اور تعمیرِ شخصیت جیسے نظریات کا ہر زبان میں ترجمہ کر کے ان کی اہمیت و افادیت کو بڑھایا جائے۔

۲- امام احمد رضا بریلوی ایک ہمہ صفت موصوف شخصیت کی فقہی خدمات کو اجاگر کرتے ہوئے فقہی کتابوں پر لکھے گئے امام صاحب کے حواشی و تعلیقات اور شرح کو اصل کتاب کے متن کے

ساتھ شائع کیا جائے اور خاص طور پر فتاویٰ رضویہ کی ہر جلد کو ایم .اے، ایم فل کے مقالہ کیلئے منتخب کر کے امام صاحب کی انفرادیت کو واضح کیا جائے نیز فتاویٰ اور دوسری فقہی کتب کا انگریزی، عربی اور دوسری زبانوں میں ترجمے کا بندوبست کیا جائے۔

۳- اہم مدارس، کالجز اور ملکی جامعات میں امام احمد رضا چیئر کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جہاں امام صاحب کی خدمات علمیہ اور تمام علوم پر آپ کی تصانیف کا محققانہ جائزہ لیکر علوم عقلیہ ونقلیہ پر آپ کی آراء کو علیحدہ کر کے ماہرین کے تبصروں اور حاشیہ کے ساتھ علیحدہ شائع کیا جائے۔ نیز تمام اسلامی ممالک میں اعلیٰ حضرت کی اسلامی تعلیمات اور بصیرت کے فروغ کیلئے تحقیقی مراکز بنائے جائیں جہاں ان کی کتابوں کے مقامی زبانوں میں ترجمے کئے جائیں۔

۴- امام احمد رضا کے ادبی خدمات میں بطور ''شاعر'' خدمات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے اور خاص طور پر عربی، فارسی اور اردو اشعار کو علیحدہ علیحدہ کر کے ان کی فصاحت و بلاغت کو سمجھا جائے نیز ان کی شاعری میں شامل نعت، حمد، مرثیہ، قصیدہ اور غزل کو مختلف درجات میں سلیبس کا حصہ بنایا جائے اور عربی اشعار کی تمام اصناف واقسام کو علیحدہ کر کے ان کے تراجم کیئے جائیں اور انہیں بھی باقاعدہ درسی کتابوں میں شامل کیا جائے۔

۵- ثانوی اور اعلیٰ ثانوی درجہ کے سلیبس میں امام صاحب کو مشاہیر کی فہرست میں شامل کر کے ان کے حالات زندگی، کارناموں اور تعلیمات کو اجاگر کیا جائے۔

۶- اعلیٰ حضرت کی تصانیف ورسائل جو ابھی تک مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں ان کے حصول کیلئے منظم کوشش کی جائے اور ان کو شائع کیا جائے۔

۷- اعلیٰ حضرت کے پیش کردہ دو قومی نظریہ کی ترویج کی جائے اور امام صاحب کے پیش کردہ معاشی و معاشرتی و اقتصادی اصلاحات کو روشناس کرایا جائے نیز بطور ماہر طب، فلکیات، ریاضی ہندسہ، فلسفہ، نفسیات آپ کی خدمات کو عوام الناس تک پہنچایا جائے۔

المصادر والمراجع

(۱) القرآن الکریم ۹:۱۲۲

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری (مترجم) ج:۱،ص:۱۳۸، حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور

(۳) شاہجہانپوری عبدالحکیم خان اختر، اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص:۱۳۸، فرید بک اسٹال اردو بازار، لاہور

(۴) الکھنوی عبدالحئی، نزھۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، ج:۸، ص:۴۱، مطبوعۃ حیدرآباد، دکن ۱۹۷۱ء

(۵) مصباحی یٰسین اختر امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات ص:۹۲ فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور ۲۰۰۰ء

(۶) مصباحی یٰسین اختر، احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص:۹۴، المجدد، احمد رضا اکیڈمی، کراچی

(۷) شاہجہانپوری عبدالحکیم خان اختر، اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص:۱۱، فرید بک اسٹال، لاہور۔

(۸) البریلوی امام احمد رضا خان، الاجازات المتینۃ، ص:۲۵۴، من مجموعۃ الرسائل الرضویہ، ج:۲

(۹) ہفت روزہ شہاب، لاہور، ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء

(۱۰) کوثلوی مجیب اللہ فقیہ اعظم، معارف رضا نمبر ۱۲،ص:۲۰۹، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل،

(۱۱) ماہنامہ عرفات، لاہور ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۵ء

(۱۲) احمد رضا خان، امام، الدولۃ المکیہ، مطبوعہ مؤسسۃ الرضا، لاہور (۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء)

(۱۳) القادری محمد طاہر ڈاکٹر، حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا علمی منظر، ص:۱۴، ۱۵، ادارہ منہاج القرآن، لاہور، دسمبر ۱۹۹۰ء

(۱۴) قادری مجید اللہ پروفیسر، قرآن، سائنس اور احمد رضا، ص:۱۴، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل۔

(۱۵) مصباحی، محمد احمد، علامہ، الدراسات الاسلامیہ، ۱۹۸۳ء، ص ۳۶

افکار شیخ محدث دہلوی و شیخ محدث بریلوی

علمی تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر محمد یونس قادری*

مجھے اس وقت یہی شوق ہے کہ ایک مرتبہ میں یہ جان لوں کہ جتنے دانشمند اور دانشور گزرے ہیں انہوں نے کیا کہا ہے اور کشفِ حقیقت اور معلوماتِ مسائل میں کون سے موتی پروئے ہیں۔(۱)

مذکورہ الفاظ اس عبقری شخصیت کے ہیں جسے ہر ذی علم شخص محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتا ہے۔ آپ محرم الحرام ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت آپ کے والد محترم عالم باعمل، شیخ سیف الدین (م ۹۹۰ھ) نے کی۔ سترہ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہوکر آپ مزید تعلیم کے حصول کے لئے ماوراء النہری علماء کے پاس تشریف لے گئے۔ بعمر ستائیس سال آپ نے ایک قادری بزرگ حضرت جمال الدین موسیٰ پاک شہید (م ۱۰۱۰ھ) سے سلسلہ قادری میں بیعت کی اور بقول شیخ اکرام "شیخ سیف الدین کا سلسلہ بیعت پانی پت کے بزرگوں سے تھا لیکن ان کی بالغ نظری دیکھئے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو مرید اس بزرگ سے کرایا جو علمی دنیا میں شہرت نہیں رکھتا تھا لیکن روحانی اور اخلاقی میدان میں دوسروں سے آگے تھا" (۲)

آپ کا انتقال ۲۲/۲۳ ربیع الاول کی درمیان شب ۱۰۵۲ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۶۴۲ء کو دہلی میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑا صاحبزادے و جانشین شیخ نور الحق مشرقی دہلوی (م ۱۰۷۳ھ) نے پڑھائی اور آپ کو دہلی میں خود اپنے بنائے ہوئے مقبرے میں حوضِ شمسی (قبرستان کا نام) کے کنارے دفن کیا گیا ہے۔

چالیس سے زائد علوم (۳) پر دسترس رکھنے والی اس نادر روزگار شخصیت کی ایک سو چونتیس (۱۳۴) سے زائد شروح، تراجم دیوان، تالیفات، تصنیفات (جو کہ تیئس (۲۳) سے زائد عنوانات پر لکھی گئیں) اس بات کی غماز ہیں کہ بچپن میں ہی آپ کی تربیت اس نہج پر ہوئی کہ عام طلباء کی طرح پہلے سے ہی کوئی ٹھوس فیصلہ نہ کریں بلکہ صرف اور صرف حصول علم پر ہی نظر رکھیں اور دنیا نے دیکھا کہ آئمہ حدیث (۴) اور حافظ حدیث (۵) کے القاب پانے والی اس شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ اس کی سات نسلوں نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت کی جس سے ہندوستان، پاکستان، سری لنکا، نیپال، بنگلہ دیش کے چپے چپے میں یہ علم پہنچا اور ہر طالب علم ان چشموں سے سیراب ہورہا ہے۔

* (ریسرچ اسکالر، کراچی یونیورسٹی، ڈاکٹر صاحب نے حال ہی میں شیخ محقق علیہ الرحمہ کے سیاسی افکار کے حوالے سے مقالہ لکھ کر، کراچی یونیورسٹی سے پی. ایچ. ڈی کی سند حاصل کی ہے) تہنیت و تبریک!

دسویں صدی ہجری کے ہندوستان کا اگر جائزہ لیا جائے تو تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ علماء سوء، جاہل صوفیاء، باطل تحریکیں مثلاً مہدوی، ذکری، روشنائی، نقطوی، رافضیت اور بادشاہ وقت کے (الحادی) دین الٰہی نے اسلام کی سیاسی تذلیل میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ مسلمانوں کے دینی رہنماؤں پر جبر و تشدد کے واقعات عام تھے۔(۶)

۱۰۰۰ھ میں حجاز سے واپس آنے کے بعد دہلی میں آپ نے ایک دار العلوم قائم کیا اور اپنا بنایا ہوا نصاب پڑھانا شروع کیا، بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی:

''انہوں نے معتد بہ فکر کے بعد اپنی حکمت عملی وضع کی وہ ان کے کردار کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی جس کے خاص اوصاف محنت و جانفشانی، نفس کشی، اخلاص اور عقیدت و وفاداری تھے''(۷)۔

ایک جگہ خود شیخ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''الحمد للہ کہ گفتگو میں راہ شریعت سے باہر نہیں نکلا اور عنانِ کارِ نفس ہوا کے ہاتھ میں نہیں دی(۸)۔ اپنے ایک مکتوب بنام نواب مرتضٰی خان میں اپنے استاد و مرشد شیخ علی متقی (م ۱۰۰۱ھ) کا ایک قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'مفقیہہ صوفی رہ، صوفی فقیہہ نہ رہ''(۹)

مذکورہ قول کا مزید تذکرہ آپ نے اپنی ایک اور تصنیف ''مرج البحرین'' میں بھی کیا ہے(۱۰)۔ یعنی پہلے علم (فقہ) حاصل کرو پھر طریقت (صوفی) کے میدان میں قدم رکھو۔ دورِ حاضر کی مناسبت سے بہ ضمنِ افکارِ شیخ صرف دو عنوانات ''بدعت'' اور ''سیاست'' کا ایک اجمالی خاکہ بیان کیا جاتا ہے کیونکہ مذکورہ موضوع تفصیل کا متقاضی نہیں۔

بدعت ''یہ لفظ ہمارے معاشرے میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہم نے ساری نفرتیں اس لفظ سے وابستہ کر رکھی ہیں اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بھی استعمال فرمایا ہے''

ارشادِ خداوندی ہے:

بدیع السموات والارض (۱۱)

''آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا''

لفظ بدعت کی جتنی صورتیں ہیں اس میں قدرت، نیاپن، تخلیق، تجدید کا عنصر پایا جاتا ہے''(۱۲)۔ لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے اور اصطلاحِ شرع میں دین میں ہر وہ عقیدہ یا عمل جو حضور نبی کریم ﷺ کے زمانۂ حیات ظاہری میں نہ تھا بعد میں ایجاد ہوا جس کی اصل دین میں پائی جاتی ہو بدعت ہے۔ یعنی جو کام حضور اکرم ﷺ کے بعد پیدا ہوا بدعت ہے۔(۱۳)

نیز جو بدعت کہ شرعی اصول و قوانین اور سنت کے موافق ہیں اور کتاب و سنت پر قیاس کر کے اختیار کی گئی ہیں، اس کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہو اس کو بدعتِ گمراہی (ضلالت) کہتے ہیں۔(۱۴)

اقسامِ بدعت:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ بدعت پر بحث کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ بعض بدعتیں واجب جیسے کہ صرف و نحو کا سیکھنا تاکہ اس سے آیات و احادیث کے مفہوم و مطالب کی معرفت حاصل ہو اور قرآن وسنت کے علوم محفوظ ہوں اور دوسری وہ چیزیں بھی محفوظ ہوں جن پہ دین وملت کی حفاظت کا

دارومدار ہے اور بعض بدعتیں مستحب و مستحسن ہیں جیسے سرائے اور مدارس کی تعمیر اور بعض بدعتیں مکروہ ہیں جیسے بعض کے نزدیک مساجد اور قرآن مجید میں نقش ونگار اور بعض بدعتیں مباح ہیں جیسے اچھے اچھے کھانوں کی فراوانی، بشرطیکہ حلال ہوں اور غرور ونخوت کا باعث نہ ہوں اور بعض بدعتیں حرام ہیں جیسے اہلسنت و جماعت کے خلاف نئے عقیدوں اور نفسانی خواہشات والوں کے مذاہب اور جو چیزیں خلفائے راشدین نے کی ہیں اگر چہ اس معنی میں بدعت ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں نہ تھیں لیکن بدعتِ حسنہ کی اقسام میں سے ہیں بلکہ وہ حقیقتاً سنت ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازمی پکڑو'' (۱۳)

مذکورہ بالا تفصیل کے باوجود اگر کوئی تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی، گیارھویں، بارھویں کو محض اس وجہ سے کہ حضور اکرم ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نہ تھیں بدعت کہے تو یہ بات اس کی جہالت پر دوال ہے۔ کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، لہذا ان کے جواز کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں ہے تو جو شخص جس فعل کو ناجائز، حرام، مکروہ کہے اس پر واجب ہے کہ اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے اور جائز ومباح کہنے والوں کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کافی ہے۔

سیاست:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی
(اقبال)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً "91" برس کی عمر عطا کی تھی۔ آپ کی عمر کا بیشتر حصہ تین مغل بادشاہوں کے دور میں گزرا جلال الدین محمد اکبر، نور الدین محمد جہانگیر اور شاہ جہاں، تینوں بادشاہوں کے دور میں آپ نے اپنی علمی، تصنیفی اور درسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سیاسی ذمہ داری بھی نبھائیں۔ اس ضمن میں آپ نے اکبر کی وفات پر نواب مرتضیٰ خان کے ہاتھ جہانگیر کو ایک طویل تعزیتی خط بھجوایا (۱۴)۔ جس سے اس دور کی تمام باتوں کا کھوج ملتا ہے۔ دوسرے آپ نے سیاست کے عنوان پر ایک رسالہ ''نوریہ سلطانیہ'' تحریر کر کے اسے جہانگیر کو بھجوایا (۱۵)۔ تیسرے آپ نے شاہجہاں بادشاہ کے لئے ''**ترجمہ احادیث الاربعین فی نصیحة الملوک والسلاطین**'' تحریر کر کے بھجوایا (۱۵)۔ اپنی تصنیف ''**تالیف الالیف بکتابتہ فہرس التوالیف**'' میں آپ نے نوریہ سلطانیہ کے بارے میں خود تحریر فرمایا کہ:

''دربیان قواعد سلطنت واحکام ارکان اسباب وآلات
تحصیل آن واوضاع وآداب ایں امر عظیم الشان مزین
سم سامی سلطان الوقت وملک الزماں خلد اللہ ملکہ'' (۱۶)

ایلیٹ اپنی کتاب "HISTORY OF INDIA" لکھتا ہے:

''رسالہ نوریہ سلطانیہ ایک نہایت شاندار سلطان سے متعلق (مجلد نسخہ) جس میں باضابطہ طور پر حکومت، اس کی مجلس وضع قانون اور ادارے، ایک پر اثر انتظامیہ کو مدنظر رکھنے کے راستے اور امور سے متعلق انتظام وطور طریقے نہایت بلند پایہ انداز میں دیئے گئے ہیں (اپنے وقت کے بادشاہ اور سلطان کے لئے) خدا اس کا اقبال اور

اس کی سلطنت بلند کرے نیز اس کی طاقت وعظمت کو زیادہ کرے)
اور یہ تقریباً ایک ہزار جملوں پر مشتمل ہے"(۱۷)

مذکورہ رسالے میں آپ نے درج ذیل پانچ ابواب قائم کئے ہیں:

باب اول: ارکان سلطنت کا بیان،

باب دوم: ارکان سلطنت کے حصول کا بیان،

باب سوم: بادشاہوں کے لئے لازمی آداب کا بیان،

باب چہارم: امور سلطنت کے اجراء کے بارے میں جاننے کے آداب،

باب پنجم: گزشتہ بادشاہوں سے متعلق چند حکایات کا ذکر جو عفو حلم و کرم و سخاوت و عدالت و قوت و شجاعت کے بارے میں ہے،(۱۸)

حکومت کے سربراہ کے لئے آپ نے "بادشاہ عادل دیندار" کہہ کر اسے پابند کردیا کہ وہ "ظل اللہ (اللہ کا سایہ) اور جانشین مصطفیٰ ﷺ ہے، تو سے لامحالہ وہی کام سرانجام دینے ہوں گے جو آنحضرت ﷺ نے سرانجام دیئے۔ سلطنت کے بلند رتبے اور بادشاہوں کے وجود میں جو حکمت پوشیدہ ہے درحقیقت انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعت کی تقویت وترویج ہے۔ جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے لاتے ہیں اور انہوں نے غیب صمدیت کی خبر دی ہے اور دین و شریعت کو پیش کیا ہے ان تمام چیزوں کو بادشاہ اور اپنی قوتِ بازو اور قوانینِ عدالت کے ذریعے رواج دیتے ہیں اور انہیں قائم رکھتے ہیں اور تمام امت دین کی تائید وترویج کے سلسلے میں ان کے ساتھ شریک ہے"(۱۹)

مذکورہ پیرا گراف سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ سربراہِ حکومت کی ذمہ داری عدل قائم کرنا ہے، نیز اسے ان اصولوں کو اپنانا ہوگا جو کہ بحیثیت سربراہ رسول اکرم ﷺ نے اپنائے تھے کیونکہ وہ حضور ﷺ کا جانشین ہے۔ تیسرے اس کا کام ایسے حالات پیدا کرنا ہے جس سے عوام بخوشی اس کا ساتھ دیں اس ضمن میں آپ نے بادشاہ کی درج ذیل خصوصیات تحریر فرمائی ہیں:

(۱) طاقتور،
(۲) سخی،
(۳) مروجہ مردانہ مشاغل میں طاق ہو،
(۴) عورتوں سے محبت کم کرے،
(۵) بیت المال کو امانت سمجھے،
(۶) رعایا، حکام وامراء سے باخبر رہے،
(۷) ایسی جگہ سوئے جہاں غریب آدمی کی دسترس بھی ہو،
(۸) قیدیوں کے بارے میں غافل نہ ہو،
(۹) دیندار سچے لوگوں سے تفتیش کرائے،
(۱۰) بہادر ہو،(۲۰)

کسی بھی سلطنت کے چار ستون ہوتے ہیں:

(۱) خزانہ،
(۲) لشکر،
(۳) لشکر میں اتفاق واتحاد،
(۴) مخلوق پر ظلم وستم ترک کرنا اور انصاف بہم پہنچانا،

کیونکہ بادشاہ جانشین ہے حضور اکرم ﷺ کا اس لئے آپ نے اپنی معرکتہ الآراء کتاب "مدارج النبوت" میں رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کو نہایت تفصیل سے پیش کیا ہے۔ دراصل

اس دور کا سب سے اہم مسئلہ حضور ﷺ کی صحیح حیثیت اور مقام متعین کرنا تھا۔(۲۱)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ بادشاہ اکبر کے دورِ الحاد میں جبکہ شان رسالت ﷺ کی بیحرمتی کی جارہی تھی اور اسلام کی عظمتیں پامال ہورہی تھیں آپ نے عوام الناس کو مقام رسالت سے روشناس کراتے ہوئے سرورِ عالم ﷺ کے آداب وخصائص، اختیارات وتصرفات اور عظمتوں کو اپنی کتابوں میں پوری تحقیق کے ساتھ بیان کیا۔ دور اکبری لادینی سیاست ومعاشی استحکام کا تھا لیکن کیونکہ حکومت وقت مقتضائے شریعتِ محمدی کی خصوصیات نہ رکھتی تھی اس لئے آپ بڑی سوزمندی سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں:

''حق سبحانہ نصرت وتائید دینِ متین وتقویت وتمشیتِ شرعِ متین بردستِ توفیق این شاہنشاہ زمان وزمین بمالد جودآردومخلد ومؤید دارد۔ آمین یارب العالمین'' (۲۲)

(اللہ تعالیٰ دین متین کی تائید، مضبوطی اور جاری کرے، اس دور اور مسلک کے شہنشاہ کے ہاتھوں سے توفیق دے اس پر مہربانی کرکے اور ہمیشہ اس کی تائید اور مدد فرمائے۔ آمین اے عالمین کے رب)

مذکورہ عقیدے کی روشنی میں یہ بات صاف عیاں ہے کہ شیخِ محدث نے گیارھویں صدی ہجری کے اس پرآشوب دور میں جہاں ایک طرف سیاسی مقتدرِ اعلیٰ وحدت ادیان (۲۳) کا حامی تھا تو دوسری طرف لبرل ازم کے حامی فسادی گروہ وحدتِ قومیت کا نعرہ بلند کررہے تھے۔ تیسری طرف مقامِ رسالت پر نظریاتی حملے کیئے جارہے تھے ایسے میں آپ نے ناموس ومقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ کرتے ہوئے شریعت محمدی کیلئے جہاد کیا۔ آپ کے عشقِ رسول ﷺ کا یہ عالم تھا کہ مدینہ شریف میں اپنی ریش مبارک کو چادر سے ڈھانپ کر رکھتے تھے لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا اس لئے کہ میں اس داڑھی سے روضۂ رسول ﷺ کو جھاڑو دیتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ اس پر کوئی گرد وغبار پڑے، اور اس محبت و عقیدت کا انعام کیا ملا، ملاحظہ ہو: ایک رات حضور اکرم ﷺ آپ کے خواب میں تشریف لائے اور حکم فرمایا آپ ہندوستان واپس جائیں اور وہاں علمِ حدیث کی اشاعت کریں آپ روکر عرض کرنے لگے سرکار میں آپ کے جمال انور سے دور نہیں جانا چاہتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرا آپ سے وعدہ ہے کہ تمہارا دن ہندوستان کا ہوگا رات مدینے کی ہوگی (سبحان اللہ وبحمدہٖ) (۲۴)۔

نظریۂ پاکستان اسلامی نظریہ ہی کا دوسرا نام ہے اور اس نظریئے کی تشہیر، تعلیم اور تفہیم کے سلسلے میں ہر کوشش داخلِ حسنات ہونے کے مترادف ہے(۲۵)۔ کیونکہ اسلام کلچر کے انفرادی واجتماعی پہلوؤں کی کلیت ہے۔ ہندوستانی مسلمان عالم اسلام کا سب سے زیادہ مخلوط النسل گروہ ہے انہوں نے ہندوستانیت اختیار کرنے کے عمل میں دانستہ یا نادانستہ طور پر ہندوستانی ثقافت کی صرف ان خصوصیات کو اپنایا جو ان کے اپنے تصور، نظریئے اور طرزِ زندگی سے ہم آہنگ ہوسکتی تھیں اور یوں انہوں نے اسلامی ورثے کو مضبوطی سے تھامے رکھا(۲۶)۔ اسی انفرادیت کی بناء پر سولہویں اور سترھویں صدی عیسوی کے یورپی سیاحوں نے انہیں محمدی قوم (۲۷)۔ کے نام سے موسوم کیا۔ برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں دو ادوار ایسے آئے جن میں دوقومی نظریہ کے احیاء کی کامیاب کوششیں کی گئیں پہلی بات دورِ اکبری میں مجدد وقت، محقق علی الاطلاق شیخ محدث دہلوی، مجدد الف ثانی و دیگر علماء حق (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے بھرپور

طریقے سے اس نظریئے کا تحفظ کیا جو اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ کی اسلامی حکومت کی صورت میں مکمل ہوا اور دوسری بار بیسویں صدی کے اوائل میں علماءِ حق کے سرخیل مجدد ملت حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ (۱۸۵۶-۱۹۲۱ء) کے دور میں جب غیر اقوام و علماءِ سوء کی چالبازیوں سے متاثر ہو کر مسلمان اسلامی شعائر کو چھوڑنے لگے تھے، ایسے میں امام احمد رضا نے پوری طرح دو قومی نظریئے کا احیاء کیا جو بذات خود شیخ محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا تسلسل ہیں۔ انہی کوششوں کی بناء پر پاکستان وجود میں آیا۔ شیخِ محقق علیہ الرحمۃ کے سیاسی افکار اشعۃ اللمعات، مدارج النبوت، رسالہ نوریہ سلطانیہ، رسالہ احادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک و السلاطین، آداب الصالحین، تکمیل الایمان وتقویۃ الایقان، ماثبت بالسنۃ فی ایام السنہ، تاریخ سلاطین ہند/ ذکر ملوک (تاریخ حقی)، المکاتیب والرسائل، تحصیل التعریف فی معرفۃ الفقہ والتصوف، زاد المتقین فی سلوکِ طریق الیقین، مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین وغیرہ میں ملتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مکتبِ حدیث سے جن محدثین کا تعلق ہے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ایک گروہ تو خود ان کے خاندان کے افراد پر مشتمل ہے۔ دوسرے گروہ میں ان کے شاگرد اور ان سے خاندانی تعلق رکھنے والے محدثین کے شاگرد شامل ہیں۔ (۲۸)

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (م-۱۷۰۷ء) کے بعد بہادر شاہ تخت پر بیٹھا جو اپنے عقیدے اور مزاجی کیفیت کے مطابق اس قابل نہیں تھا کہ اپنے باپ کے اعلیٰ اصولوں کے لئے جنگ کرتا وہ مذہباً شیعہ تھا۔ اس کے بعد پھر کوئی حکمراں ہندوستان میں ایسا نہ آیا جو خود غرض اور سازشی امراء کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ عوام میں پھیلائے جانے والے اسلام دشمنِ نظریات کا دفاع کرتا۔ ایسے میں مفکر اسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے محسوس کیا کہ وہ مسلمان کو پراگندہ ہونے سے بچانے کے لئے میدان میں ان کا آنا ضروری ہے۔ حضرت شاہ ولی محدث دہلوی کے سیاسی فلسفہ کے مآخذ بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا لکھتے ہیں:

''شاہ ولی اللہ کا فلسفہ اسلامی دینی فلسفہ ہے جس کی بنیاد قرآنی تعلیمات کے اصول پر حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور خلفائے راشدین کے طرزِ عمل پر مبنی ہے(۲۹)۔''

مکتبۂ اہل حدیث کے ترجمان ہفت روزہ الاعتصام سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''شاہ صاحب کا جو حصہ تصوف سے متعلق ہے اس میں ایسا مواد ملتا ہے جس سے بریلویت کی خاص تائید ہوتی ہے'' (۳۰)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م-۱۷۶۲ء) کے اور آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (۱۷۴۶ء-۱۸۲۳ء) ان کے جانشین بنے انہوں نے اپنا سب سے زیادہ وہ وقت اپنے والد کے نظریات کو قبولِ عام بنانے کے لئے وقف کیا۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں شاہ رفیع الدین، شاہ محمد اسحٰق، مفتی صدر الدین، شاہ غلام علی صاحب، مولوی مخصوص اللہ، مولوی عبدالحئی، مولانا میر محبوب علی صاحب، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا سید احمد بریلوی وغیرہ شامل ہیں (۳۱)۔ آپ کے شاگرد شاہ محمد اسحٰق کے تلامذہ سے دو گروہ ہوئے

اہلحدیث اور حنفی (۳۲)۔ آپ ہی کے شاگردوں میں دبستان خیر آباد کے نمائندے خاتم الحکماء مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ ایک ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے دیگر اکابرین جیسے مفتی عنایت اللہ احمد کاکوری، علامہ حکایت اللہ کانی شہید، علامہ احمد اللہ شہید مدراسی، مفتی صدرالدین آزردہ، جنرل بخت خان، مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا نقی علی خاں بریلوی کے ساتھ مل کر مذہب اہل سنت کا نہ صرف نظریاتی دفاع کیا بلکہ عملی طور پر بھی نہایت بے جگری سے حاکم وقت کے سامنے ڈٹ گئے۔ مولانا فضل حق خیرآبادی کٹر حنفی اور اسلاف صالحین رحمہم اللہ کے عقائد و مسائل پر مضبوطی سے عمل پیرا تھے یہاں تک کہ جب مولوی اسماعیل دہلوی نے عقائد وہابیہ و مسائل تجدید کا ہندوستان میں آغاز کیا تو آپ ہی کی ذات تھی جنہوں نے ان کو دلائل و براہین سے لاجواب فرمایا۔ مولوی اسماعیل دہلوی سے مولانا فضل حق خیرآبادی کے کئی بار مناظرے ہوئے بنیادی مسئلہ مقام مصطفیٰ ﷺ و تحفظ رسالت ﷺ کا تھا۔ اس کے لئے آپ نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ اور امتناع نظیر تصنیف فرمائی (۳۳)۔ جنگ آزادی کی حمایت میں آپ نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ دیا جس پر تمام قابل ذکر علماء نے دستخط کیا اس کی پاداش میں آپ پر لکھنؤ میں مقدمہ چلا اور کالے پانی کی سزا ہوئی، ۱۸۶۱ء میں جزائر انڈیمان میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا مزار سنیڈ وے (برما) میں پلیڈنگ مسجد کی پہاڑی پر واقع ہے (۳۴)۔

انیسویں صدی کے آخری اور انیسویں صدی کے ابتدائی نصف دور کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ مقام مصطفیٰ ﷺ پر نظریاتی حملے مقتدر اعلیٰ کی مسلم دشمنی، ہندو مسلم متحدہ قومیت، علماء و خواص کی بے راہ رویاں بعینہ دور اکبری کا پرتو تھیں جس طرح اس دور میں اللہ تعالیٰ نے مجدد وقت حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کو ان حالات سے نبرد آزما ہونے کی توفیق عطا فرمائی تھی اس طرح بیسویں صدی کے ابتدائی نصف میں اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان ذمہ داری مجدد ملت، فاضل بریلوی حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) کو عطا فرمائی۔ آپ اور آپ کے خلفاء تلامذہ، مریدین اور متوسلین نے بدعقیدہ مسلمانوں، ہندوؤں اور انگریزوں کی چالوں کو ناکام بناتے ہوئے بڑی پامردی سے ناموس و مقام مصطفیٰ ﷺ کی پاسداری کی جنہوں نے نہ صرف اپنے اسلاف کا پاس رکھا بلکہ ہر اس منفی قوت کا رد فرمایا جو دنیائے اسلام کے خلاف تھی۔ بلاشبہ افکار بریلویہ، افکار خیریہ کا تسلسل ہے۔

امام احمد رضا خاں ابن علامہ نقی علی خان۔ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوئے اور صرف ایک ماہ کے عرصہ میں کلام پاک حفظ کیا۔ شریعت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بقدم اور طریقت میں حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نائب اکرم تھے (۳۵)۔ آپ نے ستر سے زائد علوم پر ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل تحریر فرمائے جن میں سب سے زیادہ معرکۃ الآراء کتاب ''العطایا النبویہ فی الفتویٰ الرضویہ'' ہے جس کی اب تک ۲۲ ضخیم جلدیں رضا فاؤنڈیشن لاہور سے شائع ہو چکی اور تقریباً ۵ جلدیں زیر طباعت ہیں۔ بلاشبہ آپ درجہ مجددیت پر فائز تھے اور ایک مجدد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور ان کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ان نقوش کو زندہ و تابندہ فرمائے جو حوادث زمانہ کے باعث پژمردہ ہو گئے ہوں آپ کی سب سے نمایاں جہت عشق رسول ﷺ اور آپ اس میں اتنے سرشار تھے کہ آپ کے رگ و

پے سے محبت رسول ﷺ کی خوشبو آتی تھی۔ آپ کی نشست و برخاست، گفتگو کا محور، کلام کا رنگ، فکر و خیال کا مرکز صرف اور صرف ذاتِ نبوی ﷺ تھی (۳۶)۔ فتنۂ قادیانیت کے رد میں آپ نے درج ذیل رسائل تحریر فرمائے۔

جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ، السوء العقاب علی المسیح الکذاب، قہر الدیان علی مرتد بقادیان، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی اور المبین ختم النبیین'' تحریر فرمائیں (۳۷)۔ آخر الذکر رسالے میں آپ نے واضح طور پر خاتم النبیین ﷺ پر مفصل بحث کرتے ہوئے منکرِ ختم نبوت کو کافر قرار ٹھہرایا (۳۸)۔ ان کے علاوہ قرآن پاک کا ترجمہ کنز الایمان، نعتوں کا مجموعہ حدائق بخشش اور فقہ حنفی حاشیہ جد الممتار علی ردمختار بھی آپ کے معرکتہ الآراء کام ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی کی سند شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی تک حسب ذیل ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی روایت کرتے ہیں شاہ آل رسول مارہروی سے، وہ سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے، وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے، وہ شیخ ابوالطاہر مدنی سے، وہ اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے، وہ شیخ عبداللہ ابن سعد اللہ لاہوری سے، وہ علامہ عبداللہ اللبیب سے، وہ اپنے والد علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (فاضل لاہوری) سے، وہ شیخ محقق امام مجدد شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے (۳۹)۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

ایک دوسری سند ملاحظہ ہو جس میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا واسطہ نہیں ہے:

''امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے والد مولانا علامہ نقی علی خاں بریلوی سے وہ اپنے والد مولانا رضا علی خاں سے، وہ مولانا خلیل الرحمن محمد آبادی سے، وہ بحر العلوم مولانا محمد عبدالعلی لکھنوی سے، وہ اپنے والد علامہ نظام الدین لکھنوی سے، وہ شیخ غلام نقشبندی سے، وہ شیخ پیر محمد سے، وہ شیخ نورالحق محدث دہلوی سے، وہ اپنے والد شیخ محقق امام مجدد شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے۔ (۴۰)

آپ نے عالم اسلام کی دینی و معاشرتی اصلاح کے علاوہ میدانِ سیاست میں بھی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ آپ نے النفس الفکر، اعلام الاعلام، تدبیر فوز فلاح نجات و اصلاح، دوام العیش، المحجۃ المؤتمنہ، الطاری الداری کے علاوہ فتاویٰ کی کئی جلدوں خصوصاً جلد ۶، میں بڑی تفصیل کے ساتھ اسلامی سیاسیات کے متعدد پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور اپنے دینی سیاسی نظریات پیش کیئے ہیں۔ آپ نے اپنے فتوؤں کے ذریعے ہندو مسلم اتحاد، تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات اور تحریکِ ترکِ ذبیحہ گاؤ کے طلسم کو پاش پاش کرتے ہوئے دوقومی نظریئے کا بھرپور پرچار کیا جسے بعد میں دوسرے مسلمان قائدین نے اپنایا۔ معروف سیاستداں جناب کوثر نیازی لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا گاندھی کے بچھائے ہوئے اس دام ہمرنگ زمین کو خوب دیکھ رہے تھے انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب قائد اعظم اور علامہ اقبال اس کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر تھے۔ دیکھا جائے تو دوقومی نظریات کے عقیدے میں امام احمد رضا مقتداء ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی ہیں پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ حاصل نہ ہوتا اگر امام احمد

رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے خبردار نہ کرتے۔(۴۱)

امام احمد رضا کی رائے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بارے میں یہ تھی : ''ہمارے سردار شیخ محقق عبدالحق محدث بخاری دہلوی قدس سرہٗ ، المعنوی جو اجلہ علماء اور اکابر اولیاء سے ہیں ان کی شہرت سے کان اور مکان بھرے ہوئے ہیں اور ان کی خوشبو کی مہک سے شہر اور میدان مہک اٹھے اور ضرور ہے کہ ہمارے سردار علماء مکہ بھی ان کی جلالتِ شان اور رفعتِ مکان سے آگاہ ہیں، شیخ قدس سرہ کی کئی تصنیفیں ہیں جن کی وقعت عظیم اور دین و شرع میں نفع کثیر ہے''۔(۴۲)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''شیخ شیوخِ علماء الہند، محقق فقیہ، عارف نبیہ، مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرھم کبرائے ملت وعظمائے امت قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارھم وافاض علینا من برکاتھم وانوارھم''(۴۳)۔

۱۸۶۴ء میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا۔ اگرچہ بنیادی طور پر اس کا قیام ایک سنّی عالم کی کاوشوں سے آیا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو''دیوبند کا بانی کون؟'' مصنفہ ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صدر شعبۂ اسلام علوم جامعہ ہمدرد، دہلی) لیکن بعد میں انگریزوں کی ایما پر اس پر مولوی قاسم نانوتوی اور ان کے حواریوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ ۱۸۷۴ء میں مولوی محمد قاسم نانوتوی نے تحذیرالناس میں قرآنی لفظ''خاتم النبیین'' کے معانی میں تحریف کرکے غلام احمد قادیانی کو دعویٰ نبوت کا جواز فراہم کیا، مفتی رشید احمد گنگوہی نے امکان کذب باری تعالیٰ کو ممکن بتایا۔ ۱۸۸۷ء میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے''براہین قاطعہ'' میں اور ۱۹۰۱ء میں مولوی اشرفعلی تھانوی نے''حفظ الایمان'' میں اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ پر سب و شتم لکھا۔ علماء حق نے مذکورہ مکتبۂ دیوبند کے سرکردہ عناصر کو ان کفریہ کلمات سے رجوع کرنے کے لئے کئی سال تک آمادہ کرنے کی کوشش کیں لیکن سب کچھ بے سود رہا بالآخر امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے ۱۹۰۲ء میں اپنی ایک کتاب''المعتمد المنتقد کے حاشیہ''المعتمد المستند'' میں مذکورہ عناصر پر فتویٰ کفر صادر کیا اور ۱۹۰۵ء میں اسے مفتیان حرمین شریفین کے پاس بھیجوایا جس پر ۳۳ جلیل القدر علماء (۲۰ مکی اور ۱۳ مدنی علماء) جن میں تمام مسالک کے علماء شامل تھے۔ سب نے زوردار تقریظیں لکھیں اور کفریہ عبارت و دعوؤں پر مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مذکورہ علماء دیوبند کو کافر، مرتد، بے دین، اہل فساد اور سرکش قرار دیکر امام احمد رضا کے فتوے پر صاد کیا۔''حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین کے نام سے شائع ہوا''(۴۴)

دیوبندی حضرات اگرچہ شیخ محقق کا نام احترام سے لیتے ہیں تاہم وہ اپنے مکتبِ فکر کا تعلق ان سے قائم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مولوی انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے مولوی انظر شاہ کشمیری، استاذِ تفسیر دارالعلوم دیوبند کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو جس میں وہ خاموشی کی زبان میں سب کچھ کہہ گئے ہیں:

''ایک عرصہ تک میرا خیال یہ رہا کہ دیوبند کو اپنا تعلق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے کیوں نہ قائم کرنا چاہیے۔ غالباً ہندوستان میں اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے حدیث کے سلسلے میں ان کی خدمات کچھ کم وقیع نہیں۔ شروح حدیث میں شاہ صاحب مرحوم کے

قلم سے جو کچھ جواہر پارے تیار ہوئے ہیں انہیں تو جانے دیجئے ان کے صاجزادے شیخ نور الحق کی شرح بخاری بھی ایک زمانہ تک معروف ومتداول رہی۔ اس خانوادہ کی خدمات علماء ولی اللٰہی کے کنبہ کی طرح اگر چہ جلیل ووقیع نہیں تاہم حدیث وقرآن سے ہند کو واقف کرنے میں شیخ عبدالحق مرحوم کا بھی بہرحال حصہ ہے پھر یہ رائے بھی بدل گئی اوّل تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی، نیز حضرت شیخ عبدالحق کا فکر کلیتہً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا۔ غالبًا میری بات بہت سوں کو چونکا دینے والی ہو مگر اس موقع پر میں ایک جلیل اور صاحب نظر عالم کی رائے میں اپنے لئے پناہ ڈھونڈتا ہوں سنا ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم فرماتے تھے کہ شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل میں بدعت وسنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا، بس اسی اجمال میں ہزار ہا تفصیلات ہیں جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے۔(۴۵)

شیخ محدث بریلوی کے بارے میں مذکورہ بیان واضح طور پر متعصبانہ رویہ کا اظہار ہے۔ مکتبۂ دیوبند کے چند اکابرین کے حسب ذیل بیانات مشت از خروارے کے طور پر ملاحظہ ہوں،

مولوی اشرفعلی تھانوی:

''بعض اولیاءاللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالتِ غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں انہی میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے اور صاحب حضوری تھے۔(۴۶)''

مولانا محمد ظفیر الدین (فاضل دارالعلوم دیوبند):

''آپ کا نام ہندوستان کی تاریخ حدیث میں آب زر سے لکھا جائے گا''(۴۷)

مولانا ابوالکلام آزاد (دیوبند مکتبہ کے ایک پرجوش حامی):

''حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی جس دورِ علم وتعلیم کے بانی ہوئے اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ علم حدیث کے متعلق فارسی زبان میں کہ ملک کی عام زبان تھی تصنیف وتراجم کی بنیاد ڈالی''(۴۸)

مولوی انظر شاہ کشمیری کا ببانگ دہل اعلان براءت اور اکابرین دیوبند کے اعمال اور افکار ونظریات جہاں ایک طرف اعتراف حقیقت ہیں وہیں ایک کھلا ثبوت ہیں کہ وہ اسلاف اہلسنت و جماعت کے طریقہ سے منحرف ہو چکے ہیں لیکن مقام حیرت ہے کہ وہ بزعم خویش اہل سنت کے موئید بھی بنے ہوئے ہیں دیکھا جائے تو عصرِ حاضر میں تعلیماتِ شیخ محدث دہلوی اور شیخ محدث بریلوی کی قدر وقیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ موجودہ دور میں پھر تنقیصِ نبوت اور مقامِ نبوت پر نہ صرف اغیار بلکہ مسلمان ہوئے کے دعویدار بھی مشق ستم کر رہے ہیں۔ آج اسلام پھر اکبری نورتنوں کے رحم وکرم پر ہے۔ ہم یہ محسوس کرتے ہے کہ تعلیمات دہلوی وبریلوی ہی ان فکری طوفانوں سے مسلمانوں کو بچا سکتی ہے۔ اس لئے کہ دونوں ایک اور صحیح اسناد کے ساتھ صاحب آیۂ کریمہ ''وعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ'' منبع علم وحکم، سید عالم ﷺ سے متصل ہیں اندریں حالات امت مسلمہ کے فکری انتشار اور عوام

وخواص کی عملی بداعمالیوں کا بہترین علاج اسی میں ہے کہ ہم شیخ محدث بریلوی کی نظریاتی روش اپنالیں جو کہ شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور اسلاف کرام کے آثار علمی اور افکار ونظریات کے فی زمانہ صحیح وارث وامین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابرین اہلسنت و جماعت کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین، والحمد رب العالمین وصلّی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ اله وصحبه اجمعین وبارك وسلم۔

☆☆☆

حوالہ جات:

۱- دہلوی، عبدالحق محدث (شیخ) -(۱۳۳۲ھ)، اخبار الاخیار (فارسی)، دہلی، مطبع مجتبائی، ص۳۱۲

۲- شیخ محمد اکرام (ڈاکٹر) -۱۹۹۷ء)، رودکوثر، لاہور، مکتبہ جدید پریس، ص۳۵۰

۳- دہلوی، نور الحق محدث (شیخ) -(۱۹۷۵ء)۔ نور العین شرح قران السعدین۔ لاہور، مرکز تحقیقات فارسی، ص۲

۴- دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث -(۱۳۱۱ھ)۔ فتاویٰ عزیزیہ (ج-۱)، دہلی: مطبع مجتبائی۔ ص۶

۵- فہرس الفہارس، ولاثبات ومعجم المعاجم والشیخان والمسلسلات (۱۳۴۶ء)-(ج-۲) طبع فارس، ص۱۲۵

۶- قریشی، اشتیاق حسین (ڈاکٹر)-(۱۹۹۴ء) علماء میدان سیاست میں۔(مترجم، ہلال احمد زبیری، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ص۸۴

۷- ایضاً، ص۹۹

۸- دہلوی، عبدالحق محدث (شیخ)-(۱۹۳۰ء)، تذکرہ مصنفین دہلی۔ حیدرآباد دکن، مطبع تاریخ حیدرآباد دکن، ص۲۲۔

۹- دہلوی، عبدالحق محدث (شیخ)۔(س ن) المکاتیب والرسائل (حصہ دوم) -(مترجم، قاضی احمد عبدالصمد) کراچی، ادارۂ معارف اسلامی، مکتوب ۱۳، ص۱۰۹۔

۱۰- دہلوی، عبدالحق محدث (شیخ)-(۱۳۸۷ھ) مرج البحرین (فارسی) کراچی، ص۶۶

۱۱- قرآن کریم (۲:۱۱۷)، (سورۃ انعام:۱۰۱)

۱۲- مسعود احمد (ڈاکٹر) -(۱۹۹۶ء)، المصداق، حیدرآباد: مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص۴۶

۱۳- دہلوی، عبدالحق محدث (شیخ) -۱۹۸۱ء) اشعۃ اللمعات (اردو) -(ج-۱)، (مترجم، مولانا محمد سعید احمد نقشبندی)، لاہور فرید بک اسٹال، ص۴۲۲

۱۴- نظامی، خلیق احمد (ڈاکٹر) -(س ن)، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ص۱۹۰

۱۵- قادری سید احمد (۱۳۷۰ھ)، تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، پٹنہ، ص۲۰۲

۱۶- ایضاً، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص۱۹۰

۱۷- ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن (۱۹۷۶ء)، دی ہسٹری آف انڈیا (ج-۶) لاہور، ص۴۹۲

۱۸- دہلوی، عبدالحق محدث (شیخ) -(۱۹۸۵ء)، نوریہ سلطانیہ (فارسی) اسلام آباد مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ص۲۹

۱۹- ایضاً، صص ۲۳-۲۴

۲۰- ایضاً، تلخیص، صص ۴۱-۴۵

۲۱- اوکاڑی، مولانا غلام علی، (۱۹۹۹) المصداق، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مقاصد اور اعتقادی خدمات پر ایک نظر حیدرآباد، مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص۳۳

۲۲- مخطوطہ تاریخ حقی از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مخزونہ برٹش میوزیم لائبریری، لندن، ص۴۸ ب

۲۳- مرزا مقبول بیگ بدخشانی (پروفیسر) -(۱۹۷۱ء) تاریخ ادبیان مسلمانان پاکستان و ہند (ج-۴) لاہور جامعہ پنجاب، ص۱۴۳

۲۴- قادری علمی، محمد علم الدین (صاحبزادہ)، (۱۹۹۷ء)، ارشادات علمی، مرتب ڈاکٹر صاحبزادہ فرید الدین قادری، کراچی قادری

پبلی کیشنز، صص ۵۳-۵۴

۲۵- خورشید احمد (۱۹۶۰ء) چراغ راہ (نظریہ پاکستان نمبر) جلد ۱۴، شمارہ ۱۲، کراچی، دفتر چراغ راہ، ص ۹ (پیرایۂ آغاز)

۲۶- اشتیاق حسین قریشی (ڈاکٹر)-(۱۹۵۷ء)، دی پاکستان وے آف لائف لندن، ہینی مان (طبع دوم)، صص ۷-۱۰

۲۷- ایضاً، ص ۱۵

۲۸- صدیقی، محمد سعد (۱۹۸۸ء)، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، لاہور، شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری، ص ۲۸۵

۲۹- ہالے پوتا، عبدالواحد (ڈاکٹر) -(۱۹۸۱ء) شاہ ولی اللہ کا فلسفہ، مترجم، پروفیسر محمد سعید، حیدر آباد (سندھ) شاہ ولی اللہ اکیڈمی، پیش لفظ از مصنف، ص ۵

۳۰- الرحیم، (جنوری ۱۹۶۶ء) شذرات، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی حیدر آباد (سندھ)، شاہ ولی اللہ اکیڈمی

۳۱- اکرام، شیخ محمد (ڈاکٹر) -(۱۹۶۸ء) رود کوثر، لاہور، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ص ۵۸۸

۳۲- ایضاً، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، صص ۳۹۸-۳۹۹

۳۳- ہفت روزہ الہام، بہاولپور (۱۹۸۵ء)، علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر، مدیر سعود حسن شہاب دہلوی، ص ۳۰-۳۱

۳۴- محمد خلیل (ایڈوکیٹ)-(۱۹۴۶ء)-تاریخ ارکان برما، کراچی مؤتمر العالم الاسلامی، ص ۱۶

۳۵- رضوی، ظفر الدین (مولانا)-(۱۹۳۸ء)، حیات اعلیٰ حضرت (ج-۱)، کراچی، مکتبہ رضویہ، صص ۱-۳۲

۳۶- مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، (۱۹۹۸ء)، کراچی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، ص ۲۷

۳۷- معارف رضا (۱۹۹۸ء)، کراچی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، صص، ۲۵-۲۶

۳۸- بریلوی، احمد رضا محدث (امام)-(۱۹۹۲ء)، فتاویٰ رضویہ، (ج-۶)، کراچی، مکتبہ رضویہ، ص ۵۸

۳۹- سندیلوی علی احمد (مولانا)-(۱۴۲۲ھ)، اسانید الامام المجدد احمد رضا، محدث بریلوی، مجلہ النظامیہ، لاہور، صص ۷۴-۷۹

۴۰- دہلوی، ولی اللہ محدث (شاہ)-(س ن)، اتحاف النبیہ، لاہور مکتبہ سلفیہ، صص ۷۸-۷۹

۴۱- کوثر نیازی (مولانا)-(۱۹۹۱ء)، امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، کراچی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، ص ۲۵-۲۶

۴۲- بریلوی، احمد رضا محدث (امام)-(۱۹۹۸ء)، پاکستان: مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ص ۴۰۰، الدولۃ المکیہ، بالمادہ الغیبیہ

۴۳- بریلوی، احمد رضا محدث (امام)-(س ن)، مجموعہ رسائل (حصہ دوم) کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ص ۱۰۹

۴۴- احمد رضا محدث (امام)-(۱۹۸۵ء)، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، لاہور، مکتبہ نبویہ، صص ۹-۸۳

۴۵- کشمیری، انظر شاہ (مولوی)-(ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ)، ماہنامہ البلاغ، ص ۴۹ (فٹ نوٹ)

۴۶- تھانوی، محمد اشرف علی (مولوی)، (۱۹۴۱ء) الافاضات الوصیہ من الافادات القیومیہ، (ج ۷)، تھانہ بھون (انڈیا)، اشرف المطابع، ص ۶

نوٹ: یہاں اس بات کی وضاحت نہایت ضروری ہے کہ غالباً اپنی مخصوص پالیسی کے سبب ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان نے مذکورہ قولِ اشرفعلی تھانوی کو اپنی اشاعت سے خارج کر دیا ہے جو انہوں نے ملفوظات حکیم الامت کے نام سے دس جلدوں میں دوبارہ شائع کی ہے۔

۴۷- محمد ظفیر الدین (مولانا)-(۱۹۷۰ء)، تصانیف ومخطوطات کتب خانہ دیوبند (حصہ اوّل)، یوپی انڈیا، دار العلوم دیوبند، ص ۱۴۰

۴۸- آزاد ابو الکلام (مولانا)-(۱۹۶۸ء) تذکرہ، لاہور اسلامک پبلشنگ ہاؤس، ص ۳۰۳۔

☆☆☆

آزادی کی منزل

اور

امام احمد رضا

علامہ محمد جلال الدین قادری*

تاریخ پر معمولی نظر رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ سوادِ اعظم کی راہنمائی ہمیشہ صوفیاء اور علمائے حق کے ہاتھوں میں رہی ہے۔

بنوامیہ اور بنوعباس سے لے کر خاندانِ مغلیہ تک تمام اسلامی ریاستوں میں، حاکم ومحکوم دونوں کی دینی اور سیاسی راہنمائی انہی نفوس قدسیہ سے وابستہ رہی ہے۔ یہ حضرات ہر کام محض رضائے الٰہی کے لئے کرتے ہیں، انہیں نام ونمود مطلوب نہیں ہوتا اور نہ ہی ذاتی اغراض ان کے پیشِ نظر ہوتی ہے، اس لیئے اپنا کام کر کے یہ حضرات خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

ان کی نام ونمود سے بے نیازی ہے کہ تاریخ میں ان حضرات کا ذکر کم ملتا ہے۔ البتہ کتبِ سیر میں ان کے حالات مختصر اور سادہ انداز میں ملتے ہیں۔

☆ سیاسی قائدین کا کام قوم کی صرف سیاسی راہنمائی ہوتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ ان کے سیاسی نظریات قوم کے لئے مفید ہوں یا نقصان دہ؛ وہ نظریات، اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں یا ان سے متصادم، بہر حال سیاسی اکابر اپنے نظریات کو قوم تک پہنچانے کو ہی اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان کے سیاسی نظریات پر عمل پیرا ہونا ہی منزلِ مقصود ہوتا ہے۔ اپنے نظریات کو تمام دکھوں کا علاج سمجھتے ہیں۔ مگر علماء ومشائخ کا طرزِ عمل اس سے قطعاً مختلف ہوتا ہے، وہ صرف اسلامی نظریات کے لئے کوشاں ہوتے ہیں، اسلامی تعلیمات کے مطابق ملک وملت کی راہنمائی کرتے ہیں۔ اور پھر ذرائع کے استعمال میں یہ حضرات نہایت محتاط واقع ہوئے ہیں، انتھک جدو جہد کے باوجود یہ حضرات اپنی فطری سادگی، خلوص، دنیوی جاہ وجلال سے بے نیازی اور شہرت ناپسندی کی وجہ سے پردہ گمنامی میں چلے جاتے ہیں۔

☆ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضراتِ علماء و مشائخ نہ ''کچھ'' کرتے ہیں اور نہ ہی ان میں اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ ''کچھ کر سکیں'' یہ معاشرے میں عضوِ معطل کی طرح ہوتے ہیں۔ معاشرے کو ان حضرات سے پاک ہونا چاہیے۔

یا کم از کم یہ حضرات ملک وملت کے کسی اہم کام میں حصہ دار نہ بنیں، ان میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ کسی نازک مرحلہ پر قیادت کو صحیح رخ پر ڈھال سکیں، بلکہ انہیں تو اپنی رائے دینے کا

* (خلیفۂ وتلمیذ محدث اعظم پاکستان، علامہ سردار احمد علیہ الرحمہ، مصنف ''احکام القرآن'' استاذ الحدیث والتفسیر)

اختیار نہیں ملنا چاہئے، وغیرہ۔

مگر یاد رکھیئے کہ یہ بیہودہ تصورات درحقیقت اسلام کے خلاف ایک گہری سازش کی کڑی ہیں، یہود، ہنود، نصاریٰ اور دیگر اسلام دشمن طاقتوں نے جب یہ محسوس کیا کہ ہم مسلمانوں کو تلوار کے زور سے تو دبا نہ سکے، تو انہوں نے یہ سازش کی کہ مسلم قوم کو اسلام سے بیزار کردیں۔ اس کے لئے انہوں نے حاملانِ شریعت اور محافظانِ دین کے کردار کشی کی مہم شروع کردی، بعض سادہ لوح مسلمان ان کے پروپیگنڈے کا شکار ہوگئے اور بعض نام نہاد مسلمانوں کو انہوں نے اپنی بے پناہ دولت کی بدولت خرید کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا۔

نوبت بایں جا رسید! کہ اس زہر کو اکثر مسلمانوں نے تریاق سمجھ لیا، ہر جگہ یہی کہا جانے لگا، یہی پڑھا جانے لگا کہ علماء و صوفیاء کا کاروبارِ سلطنت میں کوئی کام نہیں۔ اس بھیانک صورتِ حال سے ان مؤرخین نے خوب خوب فائدہ اٹھایا جو علماء و صوفیاء کی قیادت و سیادت کے قائل نہ تھے، یا اپنے مخصوص معتقدات کو انہوں نے تاریخ کا درجہ دے رکھا تھا۔

☆ مقامِ غور ہے کہ ابتداءِ اسلام سے لے کر سقوطِ دہلی تک برِ صغیر سمیت تمام اسلامی ریاستوں میں، بلکہ آج بھی بعض اسلامی ریاستوں میں "شیخ الاسلام" اور "قاضی القضاۃ" وغیرہ کا عہدہ رہا ہے۔

ان مناصبِ جلیلہ پر فائز حضرات کے ہاتھوں ملتِ اسلامیہ کی راہنمائی رہی ہے۔ خود خلیفۂ وقت اور مطلق العنان حکمران بھی ان کے حکم سے سرتابی کی مجال نہ رکھتے تھے۔ ملک کی تمام مہمات میں ان کا عمل دخل رہتا۔ کیا "شیخ الاسلام" اور "قاضی القضاۃ" کا تصور ہی اس حقیقت کے ثبوت کے لئے کافی نہیں۔؟

اللہ اور فرشتوں کی لعنت

جب (عورت) گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔

(قولِ اعلیٰ حضرت: فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم)

☆ یہ حقیقتِ واقعہ ہے کہ عام قائدین کا عمل دخل اور جدوجہد صرف سیاسی امور میں ہی ہوتی ہے، مگر اہل اللہ اور علمائے حق کو دوہرا کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔ عام حالات میں نفوسِ قدسیہ اصلاحِ اعمال، اصلاحِ معاشرہ اور اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کا "دائرۂ کار" منبر و محراب اور خانقاہ و مدرسہ ہوتا ہے۔ مگر جب ملتِ اسلامیہ پر فسطائی اور چنگیزی سیاست مسلط کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ حضرات مدرسہ و خانقاہ اور منبر و محراب کی ذمہ داریوں کے علاوہ میدانِ عمل میں مجاہدانہ کردار ادا کرتے ہیں۔

عقائدِ حقہ کے خلاف ابھرنے والی انحرافی اور اعتزالی تحریک کا راستہ روکتے ہیں، اس میں غیروں یا اپنوں کی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔ ملتِ اسلامیہ کے خلاف سیاسی، اقتصادی، معاشی، معاشرتی، لسانی یا تمدنی امور سے متعلق ہر سازش کا بروقت مقابلہ کرتے ہیں۔

ان کے نعرۂ حق کی برکت سے ملت سے غفلت کے پردے دور ہوتے ہیں، علماء و صوفیاء کی قیادت میں یہ "اسلامی لشکر"

باطل قوتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جاتا ہے، اور دنیا حیران رہ جاتی ہے کہ ایمانی قوت سے لیس، مگر بظاہر نہتوں نے کس طرح باطل کو شکست دی؟

☆ برصغیر کی تاریخ پر نظر دوڑایئے، ''دینِ الٰہی'' کی شکل میں اکبر نے الحاد و بے دینی کو قانونی حیثیت سے رائج کیا، اس الحاد کو عام کرنے کے لئے حکومت کے تمام وسائل کو بروئے کار لایا۔ قریب تھا کہ ''دین'' اپنی اصلی صورت کھو دیتا اور ''دینِ الٰہی'' اس کی جگہ لے لیتا، اس نازک موقعہ پر حضرت مجدد الف ثانی اور شیخِ عبدالحق محدث دہلوی رحمھم اللہ تعالیٰ سامنے آئے، حکومتِ وقت کے خلاف ''اعلانیہ طور پر'' دینِ حق کی اشاعت کی، ''دینِ الٰہی'' کی تردید پوری قوت سے کی، اس راستہ میں انہیں طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ مگر پوری حکومت کا زور ان کا راستہ نہ روک سکا، بالآخر علماء و صوفیاء کی مساعی کے نتیجہ میں حکومت کا ''مزاج'' بدلا اور ہندوستان میں ایک اسلامی سلطنت پھر سے قائم ہوئی۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، سابق وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی و وزیرِ تعلیم، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی دینی و سیاسی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جہانگیر کے دورِ حکومت میں شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آگے آئے، آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیاءِ دین کا آغاز ہوا۔ چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں، وہ اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور نگ زیب عالم گیر کے درباروں میں بدلتی ہوئی فضاؤں میں مطالعہ کی جا سکتی ہیں'' اورنگ زیب ''سنیت'' کا نشانِ نصرت تھا'' ۱؎

مغلیہ دور میں شاہی درباروں میں اسلامی اقدار کی پذیرائی اور سیاسی سطح پر اسلام ایک ''قوت اور مکمل مذہب'' کے طور پر رائج کرنے میں حضرت مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دیگر علماء و صوفیاء کی مساعیٔ جمیلہ کارفرما ہیں۔ اسلامی انقلاب برپا کرنے والوں کے تذکرے تاریخ میں محفوظ ہیں، ان سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔ ۲؎

☆ مغلیہ دور کے زوال پر انگریزی استبداد جب آئینی حیثیت اختیار کرنے لگا تو اس کے خلاف جنگِ آزادی (۱۸۵۷ء) میں تمام اہلِ ہند نے حصہ لیا۔ تمام باشندگانِ ہند میں بالعموم اور مسلمانانِ ہند میں بالخصوص جذبۂ آزادی پیدا کرنے والے اکابر علماء ہی تھے۔ جن کو انگریزی دورِ حکومت میں ''غدار'' کہا گیا، انہیں چن چن کر تختۂ دار پر لٹکایا گیا، وطن سے دور قید و بند میں ڈال دیا گیا، ان کی تمام جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ مگر حق و صداقت اور شجاعت و عزیمت کے ان پیکروں کے سیاسی تدبر کو غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔

تحریکِ آزادی کے رُوحِ رواں حضرات میں:

☆ مولانا فضل حق خیر آبادی

☆ مفتی عنایت اللہ کاکوروی

☆ مولانا کفایت علی کافی

☆ مولانا فیض احمد وغیرہ علماء سرفہرست ہیں۔

کانگریس نواز مشہور مؤرخ خورشید مصطفیٰ رضوی، نے علماء کے جذبۂ آزادی کے بارے میں لکھا ہے:

''علماء نے جس جس طرح بغاوت کو منظم کیا، اس کو

مفصل بیان کرنے کے لئے تو ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔اس حقیقت سے بڑے مؤرخ بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکے ہیں کہ یہ علماء عوام میں بے حد مقبول تھے،ان کی تحریر وتقریر کا بڑا اثر ہوتا تھا۔

چنانچہ دہلی میں جنرل بخت خان کی تحریک پر''مولانا فضل حق خیر آبادی''اور دوسرے علماء نے جو جہاد کا فتویٰ دیا۔اس کے بارے میں مولوی ذکاء اللہ دہلوی نے بھی اپنی تاریخ میں اقرار کیا ہے کہ اس سے مذہبی جوش وخروش بہت بڑھ گیا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ یہی ایک ایسا طبقہ تھا جس نے ملک گیر تحریک میں جنگِ آزادی اور جہاد کا رنگ بھر دیا'' ۳

☆ مولانا فضل حق خیر آبادی کے تذکرہ میں یہی مؤرخ لکھتا ہے:

''یگانۂ روزگار عالم،عربی کے ماہر ادیب وشاعر، بڑے مفکر مدبر اور سیاست دان تھے'' ۴

☆ رئیس احمد جعفری نے مولانا فضل حق خیر آبادی کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

''مولانا فضل حق خیر آبادی ایک یگانۂ روزگار عالم تھے، عربی زبان کے مانے ہوئے ادیب اور شاعر تھے،علومِ عقلی کے امام اور مجتہد تھے اور ان سب خصائص سے بالا تر ان کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ بہت بڑے سیاست دان، مفکر اور مدبر تھے۔

مسندِ درس پر بیٹھ کر وہ علوم وفنون کی تعلیم دیتے تھے،اور ایوانِ حکومت میں پہنچ کر وہ دور رس فیصلے کرتے تھے، وہ بہادر اور شجاع بھی تھے۔غدر کے بعد نہ جانے کتنے سور ما اور رزم آراء ایسے تھے جو گوشۂ عافیت کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے،لیکن مولانا فضل حق خیر آبادی ان لوگوں میں تھے جو اپنے کیئے پر نادم اور پشیمان نہیں تھے۔انہوں نے سوچ سمجھ کر میدان میں قدم رکھا تھا اور اپنے اقدام وعمل کے نتائج بھگتنے کے لئے وہ حوصلہ مندی اور دلیری کے ساتھ تیار تھے۔سراسیمگی،دہشت اور خوف،یہ وہ چیزیں تھیں جن سے مولانا بالکل ناواقف تھے'' ۵

مشہور نقاد اور مؤرخ حکیم محمود احمد برکاتی ،مولانا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''علوم میں اس علوِ مقام کے ساتھ ساتھ مولانا کی حیات کا ایک تابناک باب یہ بھی ہے کہ آپ ایک مدبرِ سیاسی اور مجاہد بھی تھے'' ۶

☆ جنگِ آزادی کے ایک سرفروش مجاہد کی مختصر کہانی آپ نے سنی ،اس طرح صدہا مجاہد تھے جن کی سرگرمیوں کی داستانیں تاریخ کا سنہری باب ہیں۔انگریز برصغیر پر مسلط ہوگیا،آزادی کا جذبہ وقتی طور پر دب گیا۔۔اس صورتِ حال سے ہندوؤں نے بھر پور فائدہ اٹھایا۔آزادی اور جمہوریت کا نام لے کر مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ در پردہ آزادی حاصل کر کے جمہوریت کے نام پر مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے محکوم بنانا چاہتے تھے۔ کیونکہ ہند میں جمہوریت کا یہی حشر ہونا تھا۔آج کے ہند کے سیاسی حالات اس پر شاہد عادل ہیں۔

آزادی تو مسلمان کا مذہبی حق ہے اس کے لئے وہ سرفروشانہ انداز میں جانی اور مالی قربانیوں کے لئے تیار ہوگیا،بات یہاں تک بڑھی کہ بعض مسلمانوں نے جذبات میں آکر مذہبی شعار کی قربانی بھی برداشت کرلی۔ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف

ہر سازش کرنے کا موقع مل گیا، بلکہ کھلے بندوں کہا جانے لگا ''ہندو'' ہندوؤں کا ملک ہے۔ مسلمان اجنبی ہیں، انہیں اس ملک سے نکل جانا ہوگا یا انہیں ہندو مت قبول کرنا ہوگا۔ (کیا آج حکومت ہند کی سرپرستی میں یہی نعرہ نہیں لگایا جا رہا ہے؟)

انہیں حالات میں پر جوش بعض مسلم اکابر نے گاندھی کی قیادت قبول کرلی، اس ساری صورتِ حال کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ ''مسلم تشخص'' گم ہونے لگا اور اسلام ایک نجی معاملہ قرار دیا جانے لگا

اس دردناک صورتِ حال کا مسلم مدبرین اور مفکرین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مردانہ وار یہ نعرہ بلند کیا کہ:

''مسلم ایک الگ قوم ہیں، ایک زندہ قوم ہیں، ان کا مذہب، معاشرت، تہذیب اور تاریخ ایک الگ حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا اتحاد ادغام کسی غیر مذہب سے ناممکن ہے''

☆ جنگِ آزادی (۱۸۵۷ء) میں شکست کے بعد، انگریزی دور حکومت میں مختلف سیاسی تحریکات اٹھیں، جن میں اسلامیانِ ہند نے بھر پور حصہ لیا۔ آزادی کے نام پر اٹھنے والی ہر جذباتی تحریک میں ہندوؤں نے مسلمانوں کا ساتھ دے کر قیادت خود سنبھال لی اور تمام باشندگانِ ہند کو ''ہندوستانی قوم'' کہا جانے لگا۔ تعلیمی اداروں میں ماحول اس طرح کا بنا دیا گیا کہ نوجوان نہ صرف اپنے مذہب سے بیگانہ بن جائیں بلکہ متنفر بھی ہوں۔ اس جذباتی دور میں سوادِ اعظم اہلسنت کے علماء نے سیاسی تدبر کا ثبوت دیا۔

ہندوؤں کی عیاریوں کا پردہ چاک کیا۔ قرآن وسنت اور تاریخ وتمدن کے حوالے سے ''دوقومی نظریہ'' نہ صرف پیش کیا بلکہ ہر ممکن طور پر اس کی وضاحت فرمائی، قریہ قریہ جا کر عوام تک اس نظریہ کو پہنچایا۔ اس راہ میں انہیں اپنوں اور بیگانوں کی مخالفت برداشت کرنا پڑی۔ ان کی سیرت اور کردار کو مسخ کرنے کے لئے ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے، مگر ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ اس ہیجانی دور میں بڑے بڑے مسلم اکابر پسِ پردہ چلے گئے، حتیٰ کہ قائد اعظم محمد علی جناح انگلینڈ چلے گئے اور علامہ اقبال نے بھی خاموشی اختیار کرلی، مگر مردانِ حق حضراتِ علماء نے ہمیشہ قائدانہ حیثیت سے راہنمائی کی۔ ۷

اس دور میں علماء اہلِ سنت کی خدمات کو اگر چہ قصداً نظر انداز کیا گیا، مگر آج کا مؤرخ انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہے۔

☆ دسمبر ۱۹۳۱ء میں علامہ اقبال نے باقاعدہ سیاسی پلیٹ فارم سے دوقومی نظریہ پیش کیا اور اس بنا پر ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا، گویا پہلی آواز تھی جس میں تقسیم ہند کی تجویز پیش کی گئی، بلکہ پاکستان کی بانی جماعت مسلم لیگ ۱۹۲۲ء تک ناقابلِ اعتناء تھی۔ ۸

مگر اس سے پہلے، بہت پہلے علماء اہل سنت نے نہ صرف دوقومی نظریہ پیش کیا، بلکہ تقسیم ہند کی بھی تجویز پیش کی۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے شدید علالت اور مرض الموت میں مبتلا ہونے کے باوجود ایک فاضلانہ رسالہ تصنیف فرمایا، جس میں قرآن وحدیث کے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ ان کا کسی غیر مسلم سے اتحاد یا ادغام ناممکن ہے۔ ان کی تہذیب، معاشرت، معیشت اور تاریخ باقی اقوام سے الگ ہے۔

فاضلِ بریلوی کی اس تالیف نے ابتداءً دوقومی نظریہ کو روشناس کرایا اور تاریخی حقائق کے اعتبار سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ علامہ اقبال اور دیگر مسلم اکابرین نے دوقومی نظریہ کے بارے میں اسی تالیف سے راہنمائی حاصل کی۔

اسی سال (۱۹۲۰ء) اہل سنت و جماعت کے ایک مقتدر عالم (جو امام احمد رضا کے مخلصین میں سے تھے) محمد عبدالقدیر بدایونی نے مسٹر گاندھی کے نام ایک کھلا خط لکھا، یہ ایک مفصل اور مبسوط مضمون تھا، جو اخبار ''ذوالقرنین'' (بدایوں، بھارت) میں مارچ و اپریل ۱۹۲۰ء میں قسط وار شائع ہوا۔ ۹

۱۹۲۵ء میں اسی مضمون کو ایک رسالے کی صورت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے شائع کیا گیا۔ اس خط میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت کا جو تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے، وہ تقریباً وہی ہے جو آگے چل کر ہمیں پاکستان (مغربی و مشرقی) کی صورت میں ملا۔ (اس کی بنیاد پر علامہ اقبال نے دسمبر ۱۹۲۱ء، سیاسی پلیٹ فارم سے دوقومی نظریہ کے طور پر پیش کر کے ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا)

اس میں شک نہیں کہ یہ ایک چونکا دینے والی حقیقت ہے مگر مؤرخ کو اس سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔ بلا شبہ مؤرخین اہلسنت کی مسلسل خاموشی سے یہ حقیقت ابھی تک پورے طور پر منظر عام پر نہیں آئی، تاہم غیر متعصب مؤرخین نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ دوقومی نظریہ کے بارے میں مقتدر دانشور سید انور علی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان لکھتے ہیں:

''رفتہ رفتہ جذباتی تحریکیں (تحریکِ خلافت، ترکِ موالات وغیرہ) بھی ختم ہوگئیں اور مسلمانوں میں جدا گانہ قومیت کا احساس ابھرنے لگا، جو مولانا احمد رضا بریلوی اور ان کے زیرِ اثر علماء اہل سنت کی مساعی کا مرہونِ منت ہے'' ۱۰

ڈاکٹر اشیاق حسین قریشی، مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تجویز تقسیم ہند کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

(انگریزی سے ترجمہ)

''مارچ اور اپریل ۱۹۲۰ء میں بدایوں کے اخبار ''ذوالقرنین'' نے ایک صاحب محمد عبدالقدیر بلگرامی کا گاندھی کے نام ایک کھلا خط شائع کیا، جس میں برصغیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اس میں انہوں نے مسلم اضلاع کی فہرست تک دی تھی جو مشرقی و مغربی پاکستان کی موجودہ سرحدوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی'' ۱۱

مولانا عبدالماجد بدایونی نے، مئی ۱۹۳۰ء میں منعقد ہونے والی آل انڈیا خلافت کانفرنس کے خطبہ صدارت میں ''جدا گانہ حقِ نیابت'' کے متعلق فرمایا:

''واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ہندو برادرانِ وطن کو آگاہ و باخبر ہونا چاہیے کہ مسلمان اپنے کسی مطالبہ کی کمی و تبدیلی و تنسیخ کو تیار نہیں، وہ مرمٹیں گے اور اپنے حقوق کو نہ چھوڑیں گے۔ زیر بحث مسئلہ نیابت سے متعلق بھی

عورت اور زیارت قبور

عورتوں کا مقابر کو جانا جائز نہیں، ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھئے کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے۔

(قولِ اعلیٰ حضرت: فتاویٰ رضویہ، جلد ۴)

ہمارا آخری اعلان یہ ہے کہ ہم جداگانہ حقِ نیابت کو ہرگز کسی قیمت، کسی ترمیم و تنسیخ کے ساتھ بالفعل ترک کرنے کو تیار نہیں ہیں'' ۱۲؎

''مخلوط انتخابات'' کے نعرہ اور ''جمہوریت'' کی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد بدایونی فرماتے ہیں:

''خوب یاد رکھیئے'' مخلوط انتخاب کا خوشبودار ''زہر'' صرف اس لیئے آپ کو سنگھایا جارہا ہے اور جداگانہ حقِ نیابت کو محض اس واسطے سلب کرنے کی تمام تر کوششیں ہو رہی ہیں کہ پھر اپنی غلامی میں کسی طرح وہ مسلمانوں کو لے آئیں اور کسی صورت سے تو اپنے اقتدار کا پنجہ ان کی گردنوں تک دراز رکھیں'' ۱۳؎

☆ سوادِ اعظم اہل سنت کے علماء کی اسی نوعیت کی ان گنت کوششیں تھیں جن کی بنا پر مسلم قوم اپنے ''ملی تشخص'' سے روشناس ہوئی، ہندوؤں کی عیاریوں سے نجات کی صورت پیدا ہوئی۔

''ہندو مسلم اتحاد'' کے روپ میں ''ہندو راج'' کی حقیقت واضح ہوئی۔ علماء و صوفیاء کی انہی مدبرانہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ جب سیاسی پلیٹ فارم سے ۱۹۳۱ء میں علامہ اقبال نے ''قرار دادِ الہٰ آباد'' اور ۱۹۴۱ء میں قائداعظم نے ''قرار دادِ لاہور'' کی شکل میں مطالبۂ پاکستان پیش کیا تو مسلم قوم نے اسے بخوشی قبول کیا۔ علماء و مشائخ نے اسے مزید مقبول بنانے کے لئے قریہ قریہ دورے کیئے۔

عوام میں جذبۂ آزادی اور ''مسلم تشخص'' اس قدر واضح ہو گیا کہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو سو فیصد کامیابی ہوئی اور مسلم لیگ ''مسلم نمائندگی'' کا دعویٰ بین الاقوامی طور پر مسلّم ہو گیا۔

ناچار کانگریس کی سالہا سال کی سخت مخالفت کے باوجود انگریز کو ملک تقسیم کرنا پڑا، علماء اہل سنت کی ان کوششوں کو قائداعظم اور دیگر اکابرینِ مسلم لیگ نے خراجِ عقیدت پیش کیا۔

☆ مؤرخ کا فرض ہے کہ واقعات کو بے کم و کاست۔ جیسا کہ واقع میں رونما ہوئے ہوں، قلمبند کرے، حالات و واقعات کی صحیح عکاسی کرنا اس کی ''دیانت داری'' ہے۔

مگر بعض اوقات مؤرخ ابتداءً کچھ ''مفروضے'' قائم کرتا ہے۔ پھر ان مفروضوں کی بناء پر تاریخ ''تصنیف'' کرتا ہے یا اپنی پسندیدہ شخصیت کے گرد واقعات کو جمع کرتا ہے اور بعض شخصیات کو اپنے نظریات اور معتقدات کے خلاف پا کر اسے حقیر جانتا ہے اور ''تاریخ سازی'' کی اس مہم میں اسے بالکل نظر انداز کر جاتا ہے۔ یا پھر اس طرح اس کا تذکرہ کرتا ہے کہ اس کے کردار کی صحیح صورت ہی مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی کچھ پاکستان میں آج تک ہوتا رہا ہے۔

☆ پاکستانی قوم ''زود فراموش'' واقع ہوئی ہے۔ اسے اپنے محسنوں کے بارے میں بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ اس صورتِ حال میں کچھ حصہ مؤرخین کا بھی ہے جو تاریخ نویسی کی بجائے ''تاریخ سازی'' کے مشغلے میں مصروف ہیں۔

یہی مؤرخ ''بلا شرکتِ غیر'' تاریخ دانی کے مدعی بھی ہیں۔ یہ المیہ ایک قومی المیہ ہے کہ قوم نے اپنے حقیقی محسنوں کو فراموش کر دیا ہے۔

''وہ ایک زود فراموش قوم کے فرد تھے، فراموش کر دیئے گئے اور کچھ دنوں بعد لوگ حیرت سے دریافت کریں

گے کہ یہ کون بزرگ تھے؟''

حقیقی محسنوں کے تفصیلی تذکرے کی اس مقالہ میں گنجائش نہیں ، تاہم امام احمد رضاخاں قادری اور ان کے صاحبزادگان، خلفاء، طلباء، اور ہمنواء علماء۔

- ☆ مولانا محمد حامد رضاخاں قادری
- ☆ مولانا محمد مصطفیٰ رضاخاں قادری
- ☆ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
- ☆ مولانا محمد عمر نعیمی
- ☆ مولانا عبدالحامد بدایونی
- ☆ مولانا ابوالحسنات سید محمد قادری
- ☆ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری
- ☆ مولانا عبدالغفور ہزاروی
- ☆ مولانا قمرالدین سیالوی
- ☆ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی
- ☆ مولانا سید جماعت علی محدث علی پوری
- ☆ مولانا زین الحسنات پیر مانکی
- ☆ مولانا سید سلیمان اشرف
- ☆ مولانا ابوالعلاء امجد علی اعظمی وغیرہ

اکابرینِ ملت کا تذکرہ تاریخ پاکستان کا ایک ناقابلِ فراموش باب ہے۔

حوالہ جات

(۱) اشتیاق حسین قریشی ، ڈاکٹر ، مقدمہ ہسٹری آف دی فریڈم ، ج۱، ص۲

(۲) قریشی، اشتیاق حسین (ڈاکٹر) ۱۹۹۴ء علماء میدان سیاست میں

(۳) خورشید مصطفیٰ رضوی ، جنگ آزادی ، ۱۸۵۷ء مکتبۂ برھان ، دہلی، ص۴۵۵

(۴) ایضاً

(۵) رئیس احمد جعفری ، بہادر شاہ ظفر اور انکا عہد، ص۷۵۴

(۶) برکاتی، حکیم محمود احمد، فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون ص۱۵

(۷) ۱۹۴۰ء ، ص۱۴، بحوالہ ''تحریک آزادی ھند اور السواد اعظم'' ص۱۴۲، مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس وقت قائداعظم ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے اور یہ فرمار ہے تھے ''میں طبعی طور پر راسخ کانگریسی ہوں اور کانگریس کی تائید و حمایت میرے لئے باعث اطمینان ہے ، قوم وار اختلاف کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی''۔ یہ بات انہوں نے ۱۸۱۶ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں کہی۔

(۸) ایضاً ص۴۷

(۹) مزید تفصیل کیلئے دیکھیں، تصور پاکستان ایک تحقیقی جائزہ، مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ ادارۂ مظہر اسلام لاہور، اگست ۱۹۹۹ء ۔

(۱۰) ایڈوکیٹ، انور علی ، سید، مقدمہ ''تحریک آزادی ھند اور السواد اعظم ، مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب)۱۹۷۹ء) ص۳۳

(۱۱) اشتیاق حسین قریشی ، ڈاکٹر ، دی سرکل فار پاکستان ، بحوالہ ''تحریک آزادی ہند در السوادِ اعظم'' مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ، ص۱۵۹

(۱۲) خطبہ صدارت آل انڈیا خلافت کانفرنس (مئی ۱۹۳۰ء) منعقدہ ممبئ، ص۱۶-۱۷

(۱۳) ایضاً ص۱۳

☆☆☆

محمد عبدالستار طاہر

آج اس شخص کو ہم سے جدا ہوئے عرصہ ۹ رسال گزر چکا ہے، جس نے اس عالمِ رنگ و بو میں زندگی کی اٹھاون بہاریں دیکھیں ۔ ۷؍جنوری ۱۹۳۵ء کو جہانِ فانی میں آنکھ کھولنے والا بیماری سے مسلسل لڑتے لڑتے اتوار ۲۸؍جمادی الاول ۱۴۱۴ھ/ ۱۴؍نومبر ۱۹۹۳ءکوزندگی کی بازی ہار گیا۔

میری مراد علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ سے جو عمر بھر ایک طرف تو مختلف جسمانی بیماریوں سے نبرد آزما رہے، تو دوسری طرف میدانِ قلم میں روحانی بیماریوں سے برسر پیکار رہے ۔ وہ شانِ رسالت وشانِ صحابہ وشانِ ولایت یعنی اللہ کے تمام محبوبوں کے گستاخوں کے لئے دُرّۂ فاروقی اور شمشیرِ حیدری تھے۔ان کے قلم کی کاٹ کے حوالے سے لوگ انہیں خدائی فوج کا ابابیل قرار دیتے ہیں۔

سلسلۂ قادری رضویہ کی ترویج میں نقشبندی کردار:

یہ بات غور طلب ہے کہ رضویات کے فروغ و اشاعت اور اس کے دفاع میں نقشبندی حضرات نے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، وہ نہ صرف قابل ستائش ہیں بلکہ قابل تقلید بھی۔

میرے ولی نعمت، مخدوم مکرم، پیرومرشد، سعادتِ لوح و قلم، حضرت قبلہ مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید لطفہ، کے نام نامی اسم گرامی سے آج کون واقف نہیں، عالمی سطح پر سبھی آپ کو جانتے اور مانتے ہیں۔آپ نے عمر عزیز کا ایک گراں قدر حصہ فروغ و ترویج رضویات کے لئے صرف فرمایا۔۱۹۷۰ء سے تادمِ امروز، آپ کا راہوارِ قلم سرپٹ دوڑتا چلا جارہا ہے۔ آپ کی علمی وقلمی فتوحات بین الاقوامی سطح پر مسلّم ہیں۔آج آپ رضویات کے سلسلے میں واحد اتھارٹی تسلیم کیے جاتے ہیں، آپ کی حیثیت ایک مینارۂ نور کی ہے۔جس کی روشنی میں اہل قلم منزل کے لئے رہنمائی پاتے ہیں۔

اسی طرح علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔آپ نے بنفس نفیس دیارِ غرب اور جوارِ مصر میں اعلیٰ حضرت کا پیغام پہنچایا۔ باقاعدہ امام احمد رضا انٹرنیشنل سنی کانفرنسز کا انعقاد و اہتمام کیا گیا۔ آپ نے اپنی قلمی زندگی کا آغاز بھی اعلیٰ حضرت کے رسائل کے تراجم اور ان کی اشاعت سے کیا۔اپنے روحانی سفر کا آغاز بھی فیض رضا کے بالواسطہ حصول کے لئے خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کی بیعت سے کیا۔

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ نبویہ والے حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کے دیرینہ رفقاء سے ہیں۔ مسلک کے لئے بے پناہ تڑپ رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بے شمار کتب کی اشاعت کے لئے بے لوث خدمات انجام دیں۔ اس پر آشوب دور میں آج بھی کسی ستائش کی تمنا اور صلہ کی پرواہ سے بے نیاز ''جہانِ رضا'' کی صورت میں مرکزی مجلس رضا لاہور کا علم بلند کئے ہوئے ہیں۔

اس طرح اور بھی کئی شخصیات ہیں تاریخ عالم کے صفحات جن کی خدمات پر شاہد ہیں۔ ہمارے ممدوح علامہ محمد عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ اسی قافلۂ عشق کے ہراول دستہ کے حُدی خواں ہیں۔

خاندان رضویہ سے روابط و مراسم:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ (م-۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے خاندان سے علامہ صاحب کے بڑے مخلصانہ تعلقات تھے۔ اعلیٰ حضرت کے فرزندِ اصغر مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ (م-۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۳؍نومبر ۱۹۸۱ء) علامہ اختر شاہجہان پوری پر بڑے مہربان تھے۔ مفتی افضل حسین صاحب جب عزیز و اقارب سے ملنے کے لئے لاہور تشریف لائے (جو بریلی شریف میں نائب مفتی تھے) تو انہیں تاکید کی گئی:

''اختر شاہجہان پوری سے ضرور ملنا اور انہیں میرا اسلام کہنا''

دوسری بار حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو وہاں مقیم اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ (م-۴؍ذوالحج ۱۴۰۱ھ/۲؍اکتوبر ۱۹۸۱ء) کے دولت کدہ پر جناب محمد عارف قادری رضوی ضیائی زید مجدہٗ کے ذریعے سلام اور کرامت نامہ بھیجا جسے علامہ صاحب سرمایۂ افتخار اور سندِ نجات شمار کرتے تھے۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازات و خلافت:

علامہ اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ یوں تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ (م-۱۹۶۶ء) سے بیعت ہیں مگر مظہری ہونے کے ساتھ ساتھ آپ قادری رضوی بھی ہیں۔ انہیں دونوں سلاسل طریقت میں عظیم الشان ہستیوں سے اجازات و خلافت حاصل ہیں۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں ان مایۂ ناز شخصیات سے اجازت و خلافت حاصل ہے:

☆......حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید عنایتہٗ

☆......حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ (م-۲؍دسمبر ۱۹۹۳ء)

سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں مندرجہ ذیل سرکردہ حضرات سے خلافت حاصل تھی:

☆......مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ (م-۱۹۸۱ء)

☆......شیخ الاسلام مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ (سلسلہ اشرفیہ)

☆......فقیہ العصر شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ (م-۲۰۰۰ء)

☆......نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری مدظلہ العالی۔

مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمہ (م-۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء) سمیت دیگر کئی بزرگوں نے انہیں حدیث کی وہ سندیں بھی عنایت فرمائیں جو علامہ صاحب کو خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے شرف یاب کرتی ہیں۔

میدانِ قلم میں:

علامہ صاحب ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں قلمی میدان میں اترے۔ ۱۹۶۲ء سے تادم وصال ۱۹۹۳ء تک حق وصداقت کی حمایت میں وہ مسلسل لکھتے آئے۔ گستاخانِ رسول اور بد مذہبوں کا تعاقب کرتے رہے، لیکن کسی گمراہ گر سے ان کی ایک سطر کا بھی جواب نہ بن پڑا۔ ان کے لبوں پر ان کا یہ شعر تحدیثِ نعمت کے طور پر رہتا۔

یا الٰہی کلکِ اختر کو بنا کلکِ رضا
دشمنانِ دیں نہ یہ سمجھیں رضا جاتا رہا

موصوف کا جس طرح تمام بزرگان دین سے عقیدت ومحبت کا معاملہ تھا، اسی طرح چودھویں صدی کے مجدد برحق امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سے بھی تھا، لیکن اعلیٰ حضرت کے دفاع میں آپ نے جتنا لکھا ہے وہ آپ کے عاشقِ اعلیٰ حضرت اور رضوی ہونے کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

اعلیٰ حضرت پر علامہ صاحب کی سب سے پہلی تحقیقی تحریر ''اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام'' ہے۔ جسے ۱۹۷۰ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کیا۔ ۱۹۸۸ء میں مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور نے ''سیرت امام احمد رضا'' شائع کی۔ اس کے صفحہ ۱۷ پر اعلیٰ حضرت کی ناقدری کا یوں گلہ کرتے ہیں:

''کسی بیدار جماعت میں اگر اس مرتبے کا کوئی عالم پیدا ہوجاتا تو وہ لوگ اس کے علوم وفنون سے نہ صرف خود مستفید ہوتے بلکہ پوری دنیا کو اس کے افکار ونظریات پڑھنے اور سمجھنے پر مجبور کردیتے۔ اس کے باوجود مسلمانانِ اہلِ سنت و جماعت اور خصوصاً علمائے اہلِ سنت کی بیداری اور اعلیٰ حضرت سے عقیدت ومحبت کی داد بھلا کون دے سکتا ہے کہ اس نابغۂ عصر کے علمی کارناموں اور تحقیقی جواہر ریزوں کو کماحقہٗ محفوظ بھی نہیں کیا اور نہ یگانوں اور بیگانوں کو اپنے اس محسن کی علمی عظمت سے آشنا کرانے کی کوئی خاص زحمت اٹھائی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نام اس کے باوجود اگر آج تک زندہ ہے تو صرف ان کے عظیم اور جاندار علمی کاموں کی وجہ سے زندہ ہے اور ان شاءاللہ تعالیٰ ان کا نام قیامت زندہ تابندہ رہے گا کیونکہ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

انگریزوں کی آمد سے قیامِ پاکستان تک سرزمینِ برصغیر میں جن فتنوں نے سر اٹھایا، ان کے پشت پناہ انگریز تھے۔ اہل اسلام کی طاقت توڑنے کیلئے انگریزوں نے کئی فتنے ایجاد کئے۔ ان کے فتنوں اور ان کے حاشیہ برداروں کی تاریخ بیان کرنے کے لئے چار ضخیم جلدوں میں ''معارفِ رضا'' لکھنے کا پروگرام بنایا۔ جس کی پہلی ضخیم جلد ''مشعلِ راہ'' کے عنوان سے ۱۹۸۶ء میں فرید بک اسٹال، لاہور سے شائع ہوئی۔ تاریخ برصغیر میں یہ تحقیقی کتاب اہل پاکستان کے لئے واقعی ''مشعلِ راہ'' ہے۔ ''معارف رضا'' کی دیگر جلدوں کو بعد ازاں چھوٹے رسائل سے بدل دیا گیا''

آخری دنوں میں ایک بار ایسے جوش میں آئے کہ اعلیٰ حضرت کے معروف سلامِ محبت کے پہلے مصرع ۔

''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام''

پر بے تکان دو گھنٹے بولتے چلے گئے۔ حالانکہ ڈاکٹروں نے زیادہ بولنے سے منع کر رکھا تھا۔ لیکن جب سانس پھول گیا تو جوشِ بیان کا زور ٹوٹ گیا۔ نڈھال سے ہو گئے، پانی پیا، کچھ دیر بعد حالت کچھ بہتر ہوئی تو ہمیں مبہوت پا کر نحیف سے قہقہے سے ہنس دیئے اور کہنے لگے:

''برخوردار! یہ اعلیٰ حضرت کے سلام کے پہلے مصرع کی شرح بیان کی ہے۔ مگر ابھی میری تسلی نہیں ہوئی وہ تو سانس پھول گیا اور بات بیچ میں رہ گئی۔ ہمت ساتھ دیتی تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کچھ اور بھی شانِ رحمت بیان کرتا۔ اچھا پھر کبھی سہی''

پھر کچھ دیر توقف کے بعد گویا ہوئے:

''خیر، قدرت کو منظور ہوا تو کبھی سلام کی شرح بھی لکھیں گے''

شدت وجلالت:

علامہ صاحب کی شخصیت عام طور سے ایک سخت مزاج اور جلال سے معمور سامنے آتی ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ شدت وجلالت کیونکر تھی۔ یہ سخت مزاجی اپنے پسِ پشت کیا منظر لیئے ہوئے ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ مختلف بیماریوں سے عمر بھر گھائل رہے اور مسلسل بیمار رہنے سے مزاج میں جلالت پیدا ہوگئی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے قلم میں شدتِ عشقِ رسول ﷺ کے سبب تھی۔ ان کی غیرت کو قطعاً گوارا نہیں تھا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کوئی انگلی اٹھانے کی جرأت کرے وہ ایسی کریہہ انگلی کاٹ دینے کے قائل تھے۔ وہ بے ادبوں اور گستاخوں کے لئے شمشیر برہنہ تھے۔ ایسے افراد کو ذرہ برابر رعایت دینے کے روادار نہ تھے۔ ایسوں کے لئے ان کی للکار کسی بپھرے ہوئے شیر سے کم نہ ہوتی۔ ان کی دردمندی اور تڑپ کی جھلک ملاحظہ فرمائیں:

''حضراتِ اولیاء اللہ نے دوسرے ملکوں سے آ کر اس ملک میں خدا پرستی کا درس دیا۔ جس میں بت پرستی کو ذریعہ نجات سمجھا جاتا تھا۔ یہاں خدائے وحدہٗ لاشریک کی جگہ ہزاروں فرضی خداؤں یعنی پتھروں سے تراشے بتوں کی پوجا ہوتی تھی کتنے ہی بزرگوں نے اس کارِ خیر کے لئے اپنی زندگیاں اور زندگی کی جملہ راحتوں کو قربان کر دیا تھا۔ خدائے ذوالجلال کے فضل وکرم سے ان حضرات کی مساعیِ جمیلہ کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اور ہر بزرگ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں ہندوؤں کو حلقہ بگوشِ اسلام کر دیا تھا۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

مذکورہ کارنامہ انجام دینے والے بزرگوں کا ایک ہی دین ومذہب تھا یعنی وہ سب کے سب سنی حنفی تھے۔ یہی ان کا فرقہ تھا، یہی ان کی جماعت تھی۔ یہ وہی جماعت چلی آ رہی تھی جو اللہ کے آخری رسول سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے بنائی تھی۔ صحابہ کرام کا مقدس گروہ اسی جماعت کا ہراول دستہ یا اسی عمارت کی بنیاد تھا۔ یہی جماعت آگے چل کر اہل سنت و جماعت کہلاتی ہے۔ یہ نام انہیں اس لئے اختیار کرنا پڑا کہ بعض گمراہ فرقے بھی عالم وجود میں آ گئے تھے۔ ان میں سے ہر فرقہ گمراہ ہونے کے باوجود اپنی حقانیت منوانے پر تلا ہوا تھا۔ ہر فرقے نے اپنے اوپر خوشنما لیبل لگایا اور اہل حق کو برے القاب سے یاد کرنے لگے۔ مسلمانوں کی اصلی جماعت نے اپنا تشخص برقرار رکھنے کی خاطر خود کو اہلِ سنت و جماعت لکھنا اور بتانا شروع کر دیا۔

ایک دفعہ موڈ خوشگوار دیکھ کر عرض کیا:

''علامہ صاحب! جس طرح آپ کے مزاج میں جلال ہے ، آپ کی تحریروں میں بھی اسی طرح جلال ہے۔ جبکہ قبلہ ڈاکٹر مسعود صاحب کی تحریروں میں اس کے برعکس جمال ہی جمال ہے اور مزاج میں بھی سختی نہیں۔ سنا مفتی مظہر اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے مزاج میں بھی جمال غالب تھا۔ فیضِ مظہری کے یہ دو مختلف مظاہر دیکھ کر حیرت ہوتی ہے''

ہنس کر فرمانے لگے:

''میرے مزاج میں جلال!'' پھر قہقہہ لگا کر فرمایا!

''میرے مرشد زادے قبلہ ڈاکٹر صاحب کی مثال (بلا تشبیہ) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے، اور ناچیز کی مثال (بلاتشبیہ) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مانند قرار دے لیں۔ جس طرح کچھ ڈاکٹر حلیم ہوتے ہیں، ان کے نرم مزاجی سے، حلیمی سے ہی مریض بھلا چنگا ہوجاتا ہے، اور کچھ ڈاکٹر اسپشلائزڈ ہوتے ہیں یعنی سرجن! تو سرجن بھی طبعاً حلیم ہوتے ہیں مگر ان کی ڈیوٹی کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ اچھا خاصہ آدمی سخت گیر معلوم ہوتا ہے۔ ناچیز کی ڈیوٹی بھی اسپیشل قسم کی ہے۔ ناچار سرجن کے فرائض انجام دینا پڑ رہے ہیں''

کنزالایمان شریف کے لئے خدمات:

لاہور میں اہلسنت کے سرکردہ ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز نے کنزالایمان کی اشاعت کا پروگرام بنایا تو اس خیال سے کہ ''کنزالایمان'' کی افادیت، اہمیت اور مقبولیت تو مسلّمہ ہے لیکن عوام الناس میں اس کی شان اجاگر کرنے کے لئے دیگر تراجم سے اس کا تقابل پیش کردیا جائے۔ اس سلسلہ میں علامہ صاحب سے رجوع کیا گیا تو یہ مقالہ پچاس کے قریب صفحات پر پھیل گیا اور یوں ''خصائصِ کنزالایمان'' رسالہ جلوہ گر ہوا۔ خوبصورت اشعار سے مزین یہ موازنہ آسان فہم اور دل پذیر اندازِ بیان لئے ہوئے ہے۔ یہ رسالہ علامہ صاحب کی علمی فتوحات میں شاہکار حیثیت رکھتا ہے۔ اسے سب سے پہلے مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا اس کے بعد متعدد اداروں نے شائع کیا۔ جماعت اہلسنت لاہور حلقہ والٹن کینٹ گزشتہ چھ سات سال سے اپنے زیر اہتمام منعقدہ ''امام احمد رضا کانفرنس'' میں ''خصائص کنزالایمان'' ہر سال شائع کرتی ہے۔

''کنزالایمان'' کی اردو کے بعض الفاظ ومحاورات آج کے دور سے قدرے مختلف ہیں۔ یعنی جس دور میں ''کنزالایمان'' لکھا گیا، اس دور کی اردو میں رائج بعض الفاظ آج کی اردو میں متروک ہوچکے ہیں اور عوام الناس کے فہم سے بالاتر ہیں۔ علامہ صاحب نے ''کنزالایمان'' کے ان الفاظ کو ''تسہیلِ کنزالایمان'' کے نام سے مرتب کیا۔ یہ مقالہ گویا ''کنزالایمان شریف'' کی ڈکشنری ہے۔ ضیاء القرآن والوں کے مطبوعہ ''کنزالایمان'' میں یہ الفاظ اپنے اپنے مقام پر بریکٹ میں دیئے گئے ہیں۔ ''تسہیلِ کنزالایمان'' کو مرکزی مجلس امام اعظم نے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا۔

رحلت سے قبل ایک ملاقات میں علامہ صاحب بتلا رہے تھے کہ انہوں نے ''کنزالایمان شریف'' سے متعلق ایک وسیع کام شروع کیا ہے۔ جس کا عنوان ''باغ کنزالایمان'' تجویز کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا!

''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علیہ الرحمہ اور ان کے صاحبزادگان کے تراجم سے معاندین کے

دستیاب اردو تراجم سے تقابل پیش کیا جائے۔ پھر معاندین کے بددیانتی پر قلم اٹھایا جائے۔ چونکہ معاندین اپنے مکتب فکر کے ڈانڈے خاندانِ شاہ ولی اللہ سے ملاتے ہیں۔ واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے تراجم حفظِ مراتب کے اعتبار سے ملتے جلتے ہیں۔ جب شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا ترجمۂ قرآن ہر قسم کی تنقیص سے پاک ہے تو دور جدید کے خارجی کیونکر اپنے آپ کو شاہ ولی اللہ مکتبِ فکر سے منسوب کرتے ہیں جبکہ شاہ اسماعیل دہلوی نے اپنی الگ سے ڈگر بنالی تو فکری تناظر میں اپنے اسلاف سے کٹ گیا"

علامہ صاحب نے اس موضوع پر کافی کام کرلیا تھا، تکمیل تک پہنچا کہ نہیں؟ اس کا علم نہیں۔ (واللہ ورسولہٗ اعلم)

"کنزالایمان" کے اہمیت و افادیت سے ہر صاحبِ ایمان کو یوں تلقین فرماتے رہے:

"مسلمانو! اے شمعِ رسالت کے پروانو! اگر خدا نصیب کرے تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے صرف اور صرف کنزالایمان ترجمہ قرآن ہی پڑھنا، قرآن کریم کا اردو میں یہی سب سے صحیح ترجمہ ہے اردو کے باقی جتنے ترجمے ہیں ان میں سے اکثر ترجمے بے دینوں نے کیئے ہیں اور انہوں نے بعض آیات کا ترجمہ منشائے ربانی کے خلاف کرکے مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگائیں ہوئی ہیں۔ خدا نہ کرے کہ آپ یا آپ کے گھر والے ان ترجموں کو پڑھ کر اپنی دولتِ ایمان کو ضائع کربیٹھیں"۔

ایمان کی حفاظت کے لئے بے ادبی و بے حرمتی سے مبرّا کنزالایمان کو پڑھنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ترجمہ قرآن تفاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے۔

پندہا دادیم و حاصل شد فراغ
ماعلینا یا اخی الا البلاغ

یہ پیغام بالعموم مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور کی کتب کے پس سرورق شائع ہوتا تھا اور عوام الناس تک پہنچنے کا مؤثر ذریعہ تھا۔

تسہیل کے ذیل میں انہوں نے امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے رسالہ "الھادی الحاجب" کو اتنے آسان پیرائے میں بیان کیا ہے کہ پرائمری کا طالب علم بھی استفادہ کرسکتا ہے۔ ۱۹۹۳ء میں مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور نے "غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں" کے عنوان سے شائع کیا۔

رضویات پر نگارشات

مطبوعہ تصانیف:

۱-اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام	لاہور	۱۹۸۵ء
۲-مشعلِ راہ	لاہور	۱۹۸۶ء
۳-اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی	لاہور	۱۹۸۶ء
۴-کلمۂ حق	لاہور	۱۹۸۷ء
۵-سیرت امام احمد رضا	لاہور	۱۹۸۸ء
۶-خصائص کنزالایمان	لاہور	۱۹۸۸ء
۷-حجت رضا	لاہور	۱۹۹۳ء
۸-غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں	لاہور	۱۹۹۳ء
۹-تسہیل کنزالایمان	لاہور	۱۹۹۳ء

خصائص کنزالایمان، ص ۱۵/تا ۱۶/، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء

غیر مطبوعہ تصانیف:

عنوان	صفحات
۱-امام احمد رضا کا معتدل مسلک	
۲-امام احمد رضا اور مسئلہ بدعت	۲۰۰
۳-امام احمد رضا اور شرک فروش ٹولہ	۲۵۰
۴-امام احمد رضا کس کے ایجنٹ تھے؟	۲۰۰
۵-چودھویں صدی کا مجدد	۲۵۰
۶-شان احمد رضا	۲۵۰
۷-پروانۂ شمع رسالت	۲۰۰
۸-کیا تعظیم رسول شرک ہے؟	۱۵۰
۹-بلبل باغ رسول	۲۵۰
۱۰-شمع رضا ۱۴۱۱ھ (شرح ''الامن والعلیٰ'')	۶۰۰
۱۱-امام زمانہ (امام احمد رضا کی انفرادیت)	۳۰۰

زینت ترتیب کتب:

۱-مسلک امام احمد رضا (اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کی روشنی میں)

۲-واصفِ شاہِ ھدیٰ (امام احمد رضا کی نعت گوئی میں انفرادیت)

مقدمات وپیش لفظ:

مشعل راہ	علامہ اختر شاہ جہانپوری	لاہور	۱۹۸۶ء
اعلیحضرت کی تاریخ گوئی	علامہ اختر شاہ جہانپوری	لاہور	۱۹۸۷ء
کلمۂ حق	علامہ اختر شاہجہانپوری	لاہور	۱۹۸۷ء
الامن والعلیٰ	امام احمد رضا خان بریلوی	لاہور	
بہارِ عقیدت	علامہ اختر الحامدی	لاہور	۱۹۸۸ء
الہادی الحاجب	امام احمد رضا خان بریلوی	لاہور	۱۹۸۸
محدث اعظم کچھوچھوی اور پاکستان	علامہ اختر شاہجہانپوری	لاہور	۱۹۸۹ء
تسہیل کنز الایمان	علامہ اختر شاہجہانپوری	لاہور	۱۹۹۳ء
الصوارم الہندیہ	مولانا حشمت علیخاں رضوی	ساہیوال	

خاتمۂ کلام:

آج جبکہ علامہ صاحب ہم میں نہیں ہیں، ہمیں ان کی کمی انکا خلا محسوس ہو رہا ہے۔ گو قدرت نے ان سے جو کام لینا تھا لے لیا اپنے حصے کا وہ کام کر گئے مگر ان کے انداز میں لکھنے والا آج کوئی نہیں۔ زندگی میں اگر کسی کی قدر افزائی نہ کی گئی ہو تو کم از کم اتنا تو احساس ہونا چاہیے کہ عمر بھر جو آپ کے لئے معاندین کے سامنے ڈھال بنا رہا، اپنے خون جگر سے سینہ قرطاس کو گلزار بنائے رکھا۔ دنیا سے اٹھ جانے کے بعد ان کی غیر مطبوعہ نگارشات کو لباس اشاعت پہنایا جائے۔ ان کے بکھرے ہوئے پھول چن کر انہیں گلدستے کی صورت پیش کیا جائے۔

کسی رسالے نے ان کے حوالے سے کوئی خصوصی گوشہ/خصوصی اشاعت شائع نہیں کیا۔ ان کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے خصوصی شائع کیئے جانے چاہئیں۔

بے شک زندہ قومیں ہی مرنے والوں کو یاد رکھتی ہیں۔

ان کا کردار ایک ایسے چوکیدار کا ہے جو غفلت کے ماروں کی حفاظت میں اپنی جان لڑا دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ وہ عمر بھر اعلیٰ حضرت حضرت کی اتباع میں دین کے چوکیدار کی مانند ''جاگتے رہیو، جاگتے رہیو'' کا آوازۂ خبردار بلند کرتے رہے آج کوئی تو ان کا نام لے۔

یاد جانے کی نہیں اعجاز میری ، میرے بعد
کارواں کے بعد نقش کارواں رہ جائے گا

''دائرۂ معارف رضا''
رضویات پر
کام کی رفتار

سید وجاہت رسول قادری *

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستان
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

کسی دانشور کا قول ہے کہ:

''کسی بھی فرد کو عظیم شخصیت یا مقتدائے زمانہ ہونے یا قرار دینے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں چار بنیادی خوبیاں ہوں، اور یہ خوبیاں جس قدر زیادہ ہوں گی بحیثیتِ مقتدا اس کا مقام اتنا ہی بلند اور عظیم تر ہوگا:

(۱) جوہرِ ذاتی
(۲) خلوص
(۳) ایثار اور
(۴) جہدِ مسلسل۔

جب ہم انیسویں صدی عیسوی کی شخصیات کا جائزہ لیتے ہیں تو امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی شخصیت ہی اس کسوٹی پر پوری اترتی ہے۔

ان کی حیات کے شب و روز کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلوت و جلوت ہو یا ہنگامۂ رزم و بزم، مسند درس و تدریس ہو یا مسندِ افتاء، قلم و دوات اور کتب و قرطاس کی خلوت گاہ ہو یا مجلسِ تذکیر و وعظ، جلسۂ عام ہو یا مجلسِ خواص، بارگاہِ اساتذۂ کرام و مشائخِ عظام ہو یا اکابرینِ ملت کے دربار، ہم عصروں کا جھرمٹ ہو یا طلبہ کا جمِ غفیر، امرائے شہر ہوں یا غربائے قوم ملکی سیاست کا پلیٹ فارم ہو یا مجلسِ علم و حکمت، اہل ولد و عشیرت ہوں یا اربابِ قرابت و عترت۔ دوست ہوں یا بیگانے، کوئی سی محفل ہو کوئی سا مجمع، کوئی سا معاملہ ہو کوئی سا قضیہ، ان کے ذاتی خلوص وللّٰہیت، ایثار و قربانی، ثبات و استقامت، جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم کی خصوصیات سب میں نظر آئیں گی۔

بلاشبہ امام احمد رضا اپنے دور کے نابغۂ عصر تھے، ایسے نابغۂ روزگار کہ جن کی تقریر کا ایک ایک کلمہ اور تحریر کی ایک ایک سطر حقائق و وقائع، علم و معرفت کے جواہرات اور دلائل و شواہد کے انمول اور حسین موتیوں سے مزین نظر آتا ہے۔ وہ اپنے عہد کی ایک ایسی عظیم عبقری شخصیت ہیں کہ جس کو نہ صرف عالم اسلام بلکہ

جدید دنیا کے سامنے بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ بقول ماہر رضویات علامہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد حفظہ اللہ تعالیٰ:

''وہ عظیم انسان تھے، ان کی صحبت میں زندگی بنتی اور سنورتی تھی، ان کی شخصیت میں ایمان وایقان کی کشش تھی، عشق ومحبت کی کشش تھی، علم وحکمت کی کشش تھی کہ جو ہے، کھنچا چلا آرہا ہے''(۱)

امام ممدوح بکثرت علوم وفنون پر حاوی تھے، جن کی تعداد کا اندازہ شروع میں ۵۵ر کے قریب تھا(۲)۔ لیکن ان پر تحقیق و تدقیق جس طرح سے روز بروز آگے بڑھ رہی ہے، حیرت و استعجاب کے نئے نئے دروا ہورہے ہیں۔ جامعہ کراچی کے ریسرچ اسکالر پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے ان علوم کی تعداد کا اندازہ (۷۰ستر) کے قریب لگایا ہے(۳)۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے بانی اور صدر اول جناب ریاست علی قادری مرحوم و مغفور نے ان کی تعداد ۱۰۵ر(ایک سو پانچ) شمار کی ہے(۴)۔ اور اب حال ہی میں علامہ مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب زید علمہٗ نے اپنی تحقیق میں ان علوم کی تعداد ۱۱۴ر(ایک سو چودہ) بیان کی ہے(۵) جبکہ مولانا محمد اسحاق رضوی مصباحی زید مجدہ نے اپنے حالیہ تحقیقی مقالہ ''امام احمد رضا جامع العلوم شخصیت'' مشمولہ معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء میں ان علوم کی تعداد ۲۰۰ر سے زیادہ بتائی ہے۔

امام احمد رضا نے مختلف اور متنوع علوم وفنون پر اپنی یادگار تصانیف بھی چھوڑی ہیں جن کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے(۶) علامہ ہمدانی نے امام ھمام کی تقریباً ۹رسو پچاس کتب ورسائل کی فہرست مرتب کرلی ہے۔(۷)

کرشمہ دم دل می کشد کہ جا ایں جاست

بقول استاذالاساتذہ شیخ الحدیث و التفسیر اور سابق چیف جسٹس عبوری حکومت اسلامی جمہوریہ افغانستان علامہ نصر اللہ خان مدظلہ العالی:

''امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیات کے چند اوراق بھی ضخیم کتابوں پر بھاری ہوتے ہیں اور ان کے علم وحکمت سے مزین اشعار کے ایک ایک شعر پر بیس (۲۰) ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں''(۸)

پاکستان کے معروف ادیب، شاعر اور محقق مولانا کوثر نیازی، امام احمد رضا کے قصیدۂ سلامیہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''بلاخوف وتردید کہتا ہوں کہ تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام (مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام) ایک طرف دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی بھاری ہوگا''

پھر لکھتے ہیں:

''مجھے افسوس ہے کہ اہلِ قلم نے اس جانب توجہ نہیں کی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں''(۹)

مولانا کوثر نیازی نے سچ فرمایا:

صرف اس قصیدۂ سلامیہ کے مطلع کو ہی لے لیجئے:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

اس کا ہر ہر لفظ ایک مستقل عنوان ہے، مثلاً:

۱۔ ''مصطفیٰ'' ﷺ، ایک عنوان ہے،

۲-''جانِ رحمت'' دوسرا عنوان ہے،

۳-''لاکھوں سلام'' تیسرا عنوان ہے،

۴-''شمع'' چوتھا عنوان ہے،

۵-''بزمِ ھدایت'' پانچوں عنوان ہے،

۶-''شمعِ بزمِ ھدایت'' چھٹا عنوان ہے،

۷-''لاکھوں سلام'' شمع بزم ھدایت کے حوالے سے ایک اور عنوان ہے،

پھر اس میں مزید ذیلی عنوانات بھی نکل سکتے ہیں، مثلاً:

۸-''جان'' بھی ایک عنوان ہے،

۹-اور ''رحمت'' بھی ایک علیحدہ عنوان ہے،

۱۰-''بزم'' بھی ایک عنوان ہے،

۱۱-اور ''ھدایت'' بھی ایک مزید عنوان ہے،

۱۲-پھر ''سلام'' خود بھی ایک وسیع المعانی عنوان ہے۔

گویا صرف مطلع کے ان دو مصرعوں میں ۱۲/عنوانات ہیں اور ہر ہر عنوان اہلِ علم وتحقیق کو دعوتِ تحریر دے رہا ہے۔ سبحان اللہ! یہ ہے امام احمد رضا کے علم کی گہرائی و گیرائی۔ آپ کی ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی شانِ کبریائی کا مظہر ہے

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۱۰)

علامہ شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی المکی، استاذ حرم المکی علیہ الرحمۃ امام احمد رضا کی شخصیت کو سید عالم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ قرار دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

وأن المؤلف من سلطان العلماء المحققين في هذا الزمان، وأن كلامه حق صراح فكأنه من معجزات نبينا ﷺ أظهر الله تعالىٰ على يد هذا الإ امام'' (۱۰،الف)

''یعنی بیشک مؤلف (الدولۃ المکیۃ) اس زمانہ میں علماء کا بادشاہ ہے اور اس کی ساری باتیں سچی ہیں، گویا وہ ہمارے نبی ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جو اس یگانۂ روزگار امام کے دست مبارک پر حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا''۔

دیکھا جائے تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ الرحمۃ الواسعہ نے اپنی ۶۵/سالہ حیاتِ مستعار میں وہ کام انجام دیئے جن کی تکمیل میں صدیاں بیت جائیں۔ انہوں نے وہ علمی کارنامے تنہا انجام دیئے جو بیسیوں ادارے ملکر بھی انجام نہیں دے سکتے بلکہ آپ نے پوری ملّت کا کام سرانجام دیا۔ غرض کہ ان کی خدمات علمیہ اور ملّیہ کی ایک طویل فہرس ہے جو اس وقت ہمارا موضوع نہیں، ہم زیرِ نظر سطور میں مختصراً اس بات کا جائزہ لیں گے اس ''دائرۃ المعارف العلوم'' (Encyelopedia of knowledge) شخصیت پر عالمی جامعات کی سطح پر اب تک کتنے تحقیقی مقالات (تھیس) لکھے جاچکے ہیں اور جامعات سے باہر کن شخصیات یا اداروں نے ''رضویات'' کے حوالے سے کیا پیش رفت کی ہے، خصوصاً ماضی قریب کے دس (۱۰) برسوں میں:

امام احمد رضا پر کام کا آغاز آج سے تقریباً ۳۵/برس پہلے (۱۹۶۸ء میں) ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عالم میں پھیل گیا(۱۱)۔ امام احمد رضا کے کارناموں کے حوالے سے ملکی اور غیر ملکی جامعات میں بہت سے فضلاء مختلف موضوعات پر ام فل اور پی ایچ ڈی کی تھیس لکھ کر ڈگریاں حاصل کرچکے ہیں اور دیگر

بہت سے نئے اسکالرز اپنی تھیسس کی تیاری میں مشغول ہیں، جن میں سے بعض تکمیل کے مرحلے میں ہیں۔ ہر سال کسی نہ کسی ملکی یا عالمی جامعہ میں اس حوالے سے رجسٹریشن کی خبریں ماہر رضویات علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اور ان کی وساطت سے یا براہِ راست راقم کو ملتی رہتی ہیں۔ اس سے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت اور فکر کی پہنائیوں اور وسعتوں کا اندازہ لگا جا سکتا ہے۔ سید عالم رسول اللہ ﷺ کے اس عاشقِ صادق کی ہمہ جہت اور عظیم شخصیت ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ گذشتہ ۲۵ رسال میں عالمی جامعات کی سطح پر پی.ایچ.ڈی، ام فل، ام.اے اور ام.ایڈ کے تحقیقی مقالہ جات جس تواتر اور دل جمعی سے لکھے جارہے ہیں اس کی مثال برصغیر پاک و ہند (اور شاید عالم اسلام) کی کسی دوسری شخصیت میں نظر نہیں آتی۔ اب تک جن عالمی جامعات میں کسی نہ کسی نہج سے امام احمد رضا کی شخصیت پر کام ہونے کی اطلاعات ہم تک پہنچی ہیں ان کے نام یہ ہیں:

(۱) جامعہ کراچی
(۲) جامعہ پنجاب، لاہور
(۳) سندھ یونیورسٹی (حیدر آباد) جام شورو سندھ
(۴) بہاء الدین ذکریا یونیورسٹی، ملتان
(۵) الجامعۃ الاسلامیہ بہاولپور
(۶) بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
(۷) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا)
(۸) پٹنہ یونیورسٹی (بہار، انڈیا)
(۹) روھیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی شریف (انڈیا)
(۱۰) ھندو یونیورسٹی، بنارس (انڈیا)
(۱۱) کانپور یونیورسٹی، (یو.پی، انڈیا)
(۱۲) پشاور یونیورسٹی (پشاور)
(۱۳) کلہار یونیورسٹی، کلہار (انڈیا)
(۱۴) رانچی یونیورسٹی بہار، (انڈیا)
(۱۵) بہار یونیورسٹی مظفر پور
(۱۶) میسور یونیورسٹی (انڈیا)
(۱۷) پورنیہ یونیورسٹی، پورنیہ، بہار (انڈیا)
(۱۸) ممبئی یونیورسٹی، ممبئی (انڈیا)
(۱۹) کولکتہ یونیورسٹی، مغربی بنگال (انڈیا)
(۲۰) ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آراہ بہار (انڈیا)
(۲۱) عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد، دکن، (انڈیا)
(۲۲) کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک (امریکہ)
(۲۳) جامعۃ الازھر، قاھرہ (مصر)
(۲۴) قاھرہ یونیورسٹی، قاھرہ (مصر)
(۲۵) صدام یونیورسٹی للعلوم الاسلامیہ، بغداد شریف (عراق)
(۲۶) ساگر یونیورسٹی، انڈیا
(۲۷) اے.دیوی یونیورسٹی، اندور، (انڈیا)
(۲۸) پونا یونیورسٹی، پونا (انڈیا)
(۲۹) جامعہ ملّیہ یونیورسٹی، نیو دہلی (انڈیا)
(۳۰) مگدھ یونیورسٹی (انڈیا)
(۳۱) برمنگھم یونیورسٹی (یو.کے)
(۳۲) جواہر لال یونیورسٹی، نیو دہلی (انڈیا)
(۳۳) ڈربن یونیورسٹی (جنوبی افریقہ)

جدید یونیورسٹیوں کے علاوہ برصغیر پاک و ہند، بنگلہ دیش کے طول و

عرض میں اسلامی مدارس اور جامعات میں اساتذۂ کرام اور فارغ التحصیل طلباء نے گذشتہ پچاس برسوں میں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے جو قابل قدر تصنیفی اور تحقیقی خدمات انجام دی ہیں اور دے رہے ہیں ان کی اہمیت بھی کسی سے نہیں ہے۔

یہ کام اس قدر بڑا ہے کہ بذات خود ایک علیحدہ مقالہ کا متقاضی ہے۔ اگرچہ ان مدارس اسلامیہ کی فہرس بہت طویل ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ چند مدارس کو اس ضمن میں خصوصی کی اہمیت حاصل ہے مثلاً دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف، مظہر اسلام بریلی شریف، جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف، جامع اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور، یو. پی (انڈیا)، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جامع اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور (ہندوستان میں) اور جامع نظامیہ رضویہ لاہور کے مہتمم حضرات ان دونوں جامعات کے کسی فارغ التحصیل طالب علم یا چند طلباء کے ذمے مدارس اسلامی میں تحقیقی کام کی فہرست مرتب کرنے اور اس کی بنیاد پر ایک مقالہ لکھنے کی ذمہ داری لگائیں تو رضویات کے حوالے سے ایک نئی تحقیق سامنے آسکتی ہے۔

جامعات کے علاوہ جن مختلف اداروں میں امام احمد رضا پر بڑے پیانے پر کام ہو رہا ہے ان کی حسب اطلاع فہرس درج ذیل ہے:

۱- مرکزی مجلس رضا، لاہور
۲- المجمع الاسلامی مبارکپور (انڈیا)
۳- ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل، کراچی
۴- رضا اکیڈمی، ممبئی
۵- رضا اکیڈمی، لاہور
۶- رضا اکیڈمی، اسٹاک پورٹ (برطانیہ)
۷- امام احمد رضا اکیڈمی، ساؤتھ افریقہ
۸- سنی دارالاشاعت، مبارک پور (انڈیا)
۹- الرضا اسلامک سینٹر ڈیرہ غازی خان (پنجاب، پاکستان)
۱۰- رضا فاؤنڈیشن، لاہور
۱۱- کنزالایمان سوسائٹی، لاہور
۱۲- ادارۂ افکار رضا، ممبئی (انڈیا)
۱۳- مرکز اہلسنت برکات رضا، پوربندر، گجرات (انڈیا)
۱۴- سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل (ماریشس، ڈربن، مانچسٹر)
۱۵- رضا دارالاشاعت بہیڑی (بریلی) انڈیا
۱۶- ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی شریف (انڈیا)
۱۷- ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا، کراچی

ان کے علاوہ جن جدید اداروں نے امام احمد رضا رحمہ اللہ پر تحقیق و تدقیق اور تصنیف و تالیف کا کام گذشتہ ۲ رسالوں کے اندر شروع کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

۱- المجمع الرضوی العلیمی (بالھند) بغداد شریف:

مولانا ابوساریہ، عبداللہ العلیمی الھندی طالب علم جامعہ صدام للعلوم اسلامیہ، بغداد کی سربراہی میں یہ ادارہ قائم ہوا ہے۔ اس ادارے کے مقاصد میں اہم یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے علمائے اہلسنت کی شخصیات خصوصاً امام احمد رضا محدث بریلوی اور ان کی خدمات کا تعارف علمائے عرب میں کرایا جائے۔ اس ادارے کی طرف سے امام احمد رضا کا مشہور عربی قصیدہ موسوم بہ ''قصیدہ تان رائعتان (۱۳۰۰ھ) فی مدح العلامۃ فضل الرسول البدایونی قدس اللہ سرہ'' پہلی بار بغداد شریف سے فضیلۃ الاستاذ

الدکتور رشید عبدالرحمٰن العبیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کی تحقیقِ نصّی، شرح اور تعلیقات کے ساتھ شائع ہوا ہے اور یہ کسی عرب ملک میں ایک اہم علمی پیش رفت ہے۔ دکتور العبیدی جامعہ صدام للعلوم الاسلامیہ میں استاذ اور مدیر مرکز البحوث والدراسات الاسلامیہ ہیں۔ اس کی اشاعت کے بعد بغداد شریف کے بعض اخبار و جرائد میں اس پر تبصرے اور مضامین بھی شائع ہوئے۔

۲- مولانا ابوساریہ صاحب کے علاوہ، بغداد شریف میں ہندوستان کے دو اور فاضل نوجوان، جو جامعہ صدام کے طالب علم بھی ہیں، مولانا انوار احمد غلام محی الدین مشاہدی بلرامپوری اور مولانا عبدالمبین سبحانی بھی انہی مقاصد کے تحت علیحدہ کام کررہے ہیں اور وہ وہاں ایک اشاعتی ادارہ بھی قائم کرنے کی کوشش میں ہیں فی الحال یہ دونوں نوجوان خود بطور ادارہ کام کررہے ہیں اور ان کی سعی و کاوش کی بدولت بغداد کے ہفتہ وار اخبار ''الانبار'' (۳۰؍ شعبان ۱۴۲۳ھ) اور جرائد ''المورد'' (۲۰۰۲ء) اور ''المفکر الاسلامی'' (شعبان ۱۴۲۳ھ) میں امام احمد رضا اور ان کے تلمیذ رشید محدث اعظم (ہند) کچھوچھوی رحمہما اللہ کی حیات اور اور کارناموں پر بالترتیب ''إعلام الإسلام فی الهند الإمام احمد رضا البریلوی، مفتی بلاد الهند'' (اخبار الانبار) اور ''اریج من النفحة الحمدیہ محدث الهند الأعظم الکشوشوی، حیاته و خدماته'' (جریدہ المورد/المفکر الاسلامی) میں شائع ہوئے ہیں۔ دونوں مضامین مولانا انوار احمد غلام محی الدین صاحب کے تحریر کردہ ہیں۔ مولانا انوار احمد نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی دو کتب ''صلات الصفا فی نور المصطفیٰ ﷺ'' اور ''جمل النور فی نهی النساء عن زیارة القبور'' کا عربی ترجمہ اپنی تقدیم و تعلیق کے ساتھ کیا ہے۔ یہ دونوں مسودے راقم کو مولانا عبدالمبین سبحانی صاحب نے بھیجے ہیں۔ اول الذکر کتاب امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۳ء کے موقع پر ادارہ ھذا شائع کررہا ہے۔ فجزاهما الله احسن الجزاء۔ اس کے علاوہ مولانا انوار احمد کی درج ذیل کتب زیر تصنیف ہیں:

(۱) برکات الإمداد فی اهل الإستمداد، تصنیف لطیف امام احمد رضا کا عربی ترجمہ

(۲) عبقری من الهند الإمام احمد رضا حیاته وخدماته۔

(۳) التحقیقات الموضیة فی رد شبهات عن البریلویہ۔

(البریلویہ کا عربی زبان میں رد)

مولانا عبدالمبین سبحانی نے ایک اطلاع یہ بھی دی ہے کہ صدام یونیورسٹی کے وائس چانسلر امام احمد رضا پر ایک تحقیقی مقالہ قلمبند کررہے ہیں اسی جامعہ کے ایک اور استاذ علامہ الدکتور عدنان علی فراجی نے (قسم الفقه والأصول) ''حیات الإمام محمد احمد رضا خاں وجهوده العلمیه والفکریه'' کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا ہے۔ جبکہ ایک اور استاذ دکتور محمود احمد الشحاذہ نے بھی امام صاحب پر ایک علیحدہ مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ''الإمام احمد رضا خان، حیاته واشعاره الأدبیه وتأثیره فی المجتمع الاسلامی'' ۔ نیز ان لوگوں کے شام اور لبنان کے علماء اہلسنت سے بھی رابطے ہوئے ہیں اور وہ امام احمد رضا کی شخصیت اور علمی خدمات سے متعارف ہوچکے ہیں۔ جامعہ صدام میں امام احمد رضا کے حوالے سے عربی اردو لٹریچر وافر مقدار میں پہنچ گیا ہے۔ اس ضمن میں کراچی کے برکاتی فاؤنڈیشن کے حاجی محمد رفیق برکاتی اور ان کے برادران کی کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ فجزاهم الله خیراً جزاء

اس طرح امام احمد رضا پر کام کا دائرہ قاہرہ سے بغداد شریف اور بغداد شریف سے شام و لبنان تک وسیع ہوگیا ہے۔ الحمدللہ علی ذالک۔

۳-اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن (سن تاسیس ۱۹۹۸ء)

شبدا نیر، لوسائی بلڈنگ، پہلی منزل، نزد، روزنامہ آزادی، ۵/مومن روڈ، چاٹگام بنگلہ دیش۔ مولانا محمد بدیع العالم رضوی حفظہ اللہ اس کے صدر اور ایڈووکیٹ مصاحب الدین بختیار اس کے جنرل سکریٹری ہیں۔

۴-رضا اسلامک اکیڈمی (سن تاسیس-۱۹۹۸ء)

طیبہ مارکیٹ، بہادر ہاٹ، چاند گاؤں، چاٹگام، بنگلہ دیش (ڈائریکٹر مولانا محمد بدیع العالم رضوی صاحب)

فاضل نوجوان مولانا بدیع العالم صاحب بہت پرجوش، مخلص اور فعال شخصیت ہیں یہ دونوں ادارے ان کی سربراہی میں تصنیف و تالیف اور نشرواشاعت کا کام مستقل بنیادوں پر کررہے ہیں امام احمد رضا اور دیگر علماء اہلسنت کی متعدد کتب کا بنگلہ دیش میں ترجمہ کیا جاچکا ہے۔ مثلاً اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ سامی کے ترجمۂ قرآن، کنزالایمان شریف، بہارِ شریعت مصنفہ صدرالشریعہ علامہ امجد علی الاعظمی، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور پاک و ہند کے دیگر علماء اہلسنت کی متعدد تصانیف و تالیفات، جن کا بنگالی ترجمہ شائع ہوچکا ہے۔ گذشتہ دو سال سے ہر سال یوم رضا پر امام احمد رضا کانفرنس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر ایک مجلّہ بھی شائع ہوتا ہے جس میں برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے علماء و فضلا کے مقالات اور تاثرات بنگالی، اردو، عربی اور انگریزی میں شائع ہوتے ہیں۔

۵-امام احمد رضا اکیڈمی پیلی کوٹھی،

حسین باغ، باقر گنج، بریلی شریف (یوپی، انڈیا)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے شہر بریلی شریف میں امام الھمام پر تحقیق و تدقیق اور تصنیف و تالیف کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے پہلی بار ایک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ''امام احمد رضا اکیڈمی'' کے نام سے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ تحسین رضا خاں مدظلہ (نبیرۂ علامہ حسن رضا خان علیہ الرحمہ والرضوان) کی سرپرستی میں قائم ہوا ہے۔ یہ رضویات پر کام کرنے والوں کے لئے ایک بڑی خوش آئین بات ہے۔

علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف، اس ادارے کے صدر ہیں ان کے ساتھ ہندوستان کے مخلص افاضل علماء اور محققین کی ایک ٹیم ہے جس میں زیادہ تر نوجوان اسکالرز ہیں۔ گذشتہ سال سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے یوم وصال پر فاضل علماء کے مقالات پر مشتمل ایک تحقیقی مجلّہ بنام ''تجلیات رضا'' بھی شائع ہورہا ہے۔ امام احمد رضا کی نایاب کتب اور مخطوطات کا ایک معتدبہ ذخیرہ بھی موجود ہے۔ مزید جستجو جاری ہے۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے بعض ایسے نادر ونو دریافت علمی شہ پارے جلد منصۂ شہود پر آئیں گے کہ جنہیں دیکھ کر اہلِ علم ششدر رہ جائیں گے۔ راقم نے ۲۰۰۱ء میں صد سالہ جشن تاسیس دارالعلوم منظر اسلام کے موقع پر بعض مخطوطات کی زیارت کی تھی جن میں زیادہ کا تعلق ریاضیات اور فلکیات سے تھا۔ اللہ تعالیٰ ان مخلص احباب کی کاوشوں کو بارآور فرمائے (آمین)۔ اس اکیڈمی کی

جانب سے اعلیٰ حضرت کی تصنیف ''کشف العلہ عن سمت القبلہ'' اور ''قانون رویت اہلّہ'' شائع ہو چکی ہے'' ان دونوں کتب کی تخریج وتحشی فاضل نوجوان علامہ قاضی شہید عالم رضوی زید علمہ نے فرمائی ہے۔ایک اور اہم خبر علامہ صغیر اختر مصباحی، رکن اکیڈمی نے راقم کو ٹیلیفون پر یہ بتائی کہ اکیڈمی میں جد الممتار کی پانچوں جلدوں پر تخریج، تحشی اور تشریح کا کام شروع ہوگیا ہے۔اس کے علاوہ علامہ حنیف رضوی صاحب نے امام احمد رضا کے تفسیری شہ پاروں پر ''جامع الاحادیث'' کے طرز پر کام کا آغاز کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان مخلصین کو نیک مقاصد میں کامیابی سے ہمکنار فرمائے (آمین)

''جامع الاحادیث کی اشاعت:

رضویات کے حوالے سے دوسری ملینیم کے اختتام پر سب سے اہم پیش رفت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی تصانیف کثیرہ میں بکھرے ہوئے جواہرات نبویہ اور احادیث کریمہ کا جمع کرنا اور پھر اس کی ''جامع الاحادیث'' کے نام سے کتابی صورت میں ۳۸۰۴ رصفحات پر مشتمل، ۶رجلدوں میں اشاعت ہے۔جبکہ اس کا عربی نام ''المختار الرضویہ من الاحادیث النبویہ'' ہے۔فاضل اجل علامہ مولانا محمد حنیف خان رضوی حفظہ اللہ الباری، پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف اس کے مؤلف ہیں۔علامہ ممدوح نے مسلسل آٹھ سال تک شب وروز کی مشقت شاقہ برداشت فرما کر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی فتاویٰ رضویہ (قدیم) کی ۱۲رجلدوں کے علاوہ ۳۱۲ر دستیاب کتب سے مکررات حذف کرکے ۳۶۶۳ راحادیث کریمہ کو ایک جا جمع کرکے اپنی تخریج اور تحشی کے ساتھ شائع کیا ہے۔مؤلف علام نے مقدمہ میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تمام نایاب کتب یا مخطوطات دستیاب ہو جائیں تو احادیث کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوسکتا ہے۔آپ نے اس کے متن وحوالہ جات کے اندراج کے ساتھ ساتھ اس پر اپنے تحقیقی تبصرے لکھے اور ہر حدیث کو کتب فقہ کے مناسب باب کے تحت تحریر کرکے کتاب کو سہولتِ تلاشِ عنوان کا حسین مرقع بنا دیا۔

غرض کہ حضرت علامہ حنیف رضوی زید مجدہ کی ''جامع الاحادیث'' کے نام سے یہ مخلصانہ کاوش رضویات کے خزانے میں ایک قیمتی زیور کی حیثیت رکھتی ہے۔جہاں ممدوح کی یہ علمی کاوش امام احمد رضا کی علمِ حدیث میں مہارت تامہ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے وہیں یہ فاضل مؤلف کا علمِ حدیث میں غایت درجہ شغف، کتبِ حدیث پر گہری نظر اور وسعتِ مطالعہ کی بھی غماز ہے۔اس عظیم مجموعے کی بے شمار خوبیاں ہے جن کا اندازہ اس کے مطالعہ کے بعد اہلِ علم وفن ہی کر سکتے ہیں۔علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے ''جامع الاحادیث'' کے مقدمہ میں ۱۵راہم خصوصیات کی نشاندھی کی ہے۔''جامع الاحادیث'' کی اشاعت کا سہرا علامہ عبدالستار ہمدانی کی سرپرستی میں چلنے والے اشاعتی ادارے ''ادارۂ مرکز اہلسنت برکاتِ رضا'' پوربندر، گجرات (انڈیا) کے سر ہے۔توقع ہے کہ رضا فاؤنڈیشن لاہور، جلد پاکستان میں اس کی اشاعت کرے گا۔اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔(آمین)

دوسرا اہم کام علامہ مولانا محمد عیسیٰ رضوی منظری صاحب کا ہے، جو ''امام احمد رضا اور علم حدیث'' کے عنوان سے تین جلدوں میں رضوی کتاب گھر دہلی سے شائع ہوا ہے۔اس میں فتاویٰ رضویہ کے ابواب کے اعتبار سے احادیث جمع کی گئی ہیں۔اس کی تفصیل یہ ہے:

نمبرشمار	جلدنمبر	کل صفحات	تعداد احادیث	فتاویٰ رضویہ کا جلدنمبر
1	۱	۶۶۴	۱۲۸۷	ج۱ تا ج۳
2	۲	۵۵۲	۱۰۴۳	ج۴ تا ج۸
3	۳	۶۰۷	۱۱۵۱	ج۹ تا ج۱۲
کل میزان	۳	۱۸۲۳	۳۴۸۱	۱۲ جلدیں (قدیم)

زیرنظر کتاب کے متعلق مؤلف ممدوح مقدمہ میں خود فرماتے ہیں کہ:

''فتاویٰ رضویہ کی بارہ (۱۲) جلدوں اوران میں مشمولہ تمام رسائل کی ماخوذ ومتخرج حدیثوں کا مجموعہ ہے''

مؤلف محترم نے یہ بھی لکھا ہے کہ فتاویٰ رضویہ میں غیر مکرر احادیث کی تعداد ۳۵۹۱ رجبکہ مکرر احادیث کی تعداد بھی اتنی ہی یا اس سے کچھ کم ہوگی (لیکن تینوں جلدوں کی احادیث کے مجموعہ میں جیسا کہ آپ نے مذکورہ بالا شیڈول میں ملاحظہ کیا، ۱۱۰ راحادیث (۳۵۹۱-۳۴۸۱) مذکورنہیں ہیں) جلد سوم کے آخر میں مؤلف کی طرف سے ایک اشتہار بھی شائع ہوا ہے کہ ''امام احمد رضا اور علم حدیث'' کی تین جلدیں صرف فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں ہی سے ماخوذ حدیثوں کا مجموعہ ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی دیگر تصانیف کی حدیثیں اس کتاب کی چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلدوں میں پیش کی جائیں گی، بلکہ چوتھی جلد، جلد زیر طبع ہے اور مزید کام جاری ہے''۔

اس صورت میں امام احمد رضا کی متخرجہ غیر مکرر احادیث کی تعداد پانچ ہزار سے تجاوز ہوجانے کا امکان ہے اور یہ یقیناً علامہ محمد عیسیٰ رضوی زید مجدہٗ کا ایک وقیع کام ہوگا۔

۶-المدینۃ العلمیہ، کراچی:

حال ہی میں کراچی میں فاضل نوجوان علامہ مفتی ڈاکٹر محمد ابوبکر قادری عطاری حفظہ اللہ تعالیٰ مہتمم جامعۃ المدینہ، گلستانِ جوہر، کراچی کی زیرنگرانی ''مدینة العلمیه'' کے نام سے نشرواشاعت کا ایک جدید ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ جس کے خاص مقاصد یہ ہیں:

''علمائے اہلسنت خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سامی کی گرانمایہ تصانیف کو عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر عربی عبارات کے ترجموں وتخریج و حواشی کے ساتھ سہل ترین اسلوب میں پیش کرنا ہے اور ان تصانیف کو عربی اور انگریزی میں ترجمہ کرکے عالم اسلام کی جامعات کو بھیجنا ہے۔ اس کے علاوہ مدارس اسلامیہ اور یونیوسٹی اور کالجز کی نصابی کتب کو بھی اسلامی عقائد کے مطابق تخریج وتحشی کے ساتھ شائع کرانا ہے۔ رابطہ کا پتہ ای میل یہ ہے ilmia26@hotmail.com سال بھر کی مختصر مدت میں اس ادارے سے اعلیٰ حضرت کے ۵؍عدد عربی اور ۳؍عدد اردو رسائل تسہیل تخریج اور حواشی کے ساتھ شائع ہوئے ہیں''

جامعہ ازھر قاھرہ:

قاہرہ میں مولانا نعمان اعظمی کی سربراہی میں مولانا اسید الحق بدایونی، مولانا منظرالاسلام اور مولانا جلال رضا، اور مولانا ممتاز احمد سدیدی حفظہم اللہ تعالیٰ کی ٹیم ایک فعال ادارے کی حیثیت سے کام کررہی ہے۔ انہوں نے اب تک، امام احمد رضا کی درج ذیل کتب کی تعریب کی ہے جو قاہرہ سے ہی طبع ہوئی ہیں:

(۱) ''القادیانیۃ'' رد قادیانیت پر تین رسائل کا مجموعہ ''السوء العقاب علی مسیح الکذاب''، ''الجراز الدیانی علی المرتد القادنی''، ''المبین ختم النبیین''،

(۲) ''محمد خاتم النبيين''ﷺ اور

(۳) اسلام اور فلسفہ (۳؍رسائل) کا مجموعہ: مقامع الحديد على خد المنطق الجديد" التجبير بباب التدبير اور "القمع المبين لآمال المكذبين"

ان کتب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ جامعہ ازھر کے جید علماء کی تقاریظ اور مقدمات سے مزین ہیں۔ مولانا نعمان اعظمی صاحب نے راقم کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا ہے کہ امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہلسنت پاک و ہند کے دیار عرب میں تعارف کے سلسلے میں وہ ایک منصوبہ بند پروگرام پر عمل کررہے ہیں۔ مزید کتب کے عربی تراجم کا کام جاری ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان کے مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے) (آمین)

اس وقت رضویات کے حوالے سے عالمی سطح پر عربی کتب کے ترجمے اور اس کی اشاعت کا کام چار اہم مقامات پر جاری ہے۔

(۱) قاھرہ (طلاب جامعہ ازھر)

(۲) بغداد شریف (جامعہ صدام)،

(۳) مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر گجرات، انڈیا (علامہ مولانا عبدالستار ہمدانی حفظہ اللہ تعالیٰ صاحب کی زیرسرپرستی)

(۴) رضا فاؤنڈیشن لاہور (علامہ عبدالقیوم ہزاروی حفظہ اللہ تعالیٰ کی زیرسرپرستی)

مرکز اہلسنت برکات رضا اب تک امام احمد رضا کی ۲۲؍ کتابوں کے عربی ترجمے شائع کرکے عالم اسلام کی مختلف شخصیات جامعات اور اداروں کو بھجوا چکا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام حضرات اور اداروں کی کاوش کو قبول فرمائے اور غیب سے ان کو وسائل عطا فرمائے۔ (آمین)

جامعہ ازھر، قاھرہ اور مصر میں رضویات کے حوالے سے برق رفتاری سے جو کام ہوا ہے اور ہورہا ہے اس کا تمام تر سہرا جامعہ ازھر شریف کے فاضل نوجوان فضیلة الاستاذ الدکتور، سید حازم محمد احمد المحفوظ حفظہٗ اللہ تعالیٰ استاذ المساعدت، شعبہ اردو ادب، جامعہ ازھر کے ماتھے ہے۔

مصر میں گذشتہ سال میں اب تک جو تحقیقی اور تصنیفی کام ہوا ہے اس کا ایک اجمالی خاکہ الدکتور حازم صاحب نے قاھرہ میں شائع شدہ ''كتاب التذكاری ''مولانا الامام احمد رضا خاں'' میں پیش کیا ہے جو قارئین کرام کی دلچسپی اور مطالعہ کیلئے خود ان ہی کے الفاظ میں پیشِ خدمت ہے۔ اس کو پڑھ کر آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ سرزمین مصر میں اہلِ علم نے رضویات پر کام کا کتنا اہتمام کیا ہے"

مصر میں رضویات

''حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی شخصیت مصر کے دینی اور علمی حلقوں کی معروف شخصیت بن گئی ہے۔ کیونکہ ان کے بارے میں سرزمین قاھرہ پر کئی علمی تخلیقات منظر عام پر آچکی ہیں۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں منظر عام پر آنے والی علمی تخلیقات اگرچہ چند سال پہلے شروع ہوئی ہیں لیکن یہ سب کتب ہمہ جہت ہیں۔ ہم نے ان کاوشوں کو یونیورسٹیوں کے تحقیقی مقالات، مضامین تحسین، عربی قصائد، یونیورسٹی کے نصاب اور مراسلات کی شکل میں دیکھا ہے، میں اردو داں قارئین کے سامنے ایک فہرست پیش کرتا ہوں تاکہ ان کے سامنے واضح ہو کہ مصر میں اہل علم نے رضویات کا کتنا اہتمام کیا ہے۔

اول...... یونیورسٹیوں کے تحقیق مقالات:

(۱)''الإمام احمد رضا خان و اثره فی الفقه الحنفی''
(امام احمد رضا خاں اور فقہ حنفی میں ان کا اثر) ام فل مقالہ از مولانا مشتاق احمد شاہ فاضل جامعہ محمدیہ غوثیہ سرگودھا، پاکستان۔

(۲)''الشیخ احمد رضا خان البریلوی شاعراً عربیاً''
(مولانا احمد رضا خاں بریلوی بحثیت عربی شاعر) ام فل مقالہ از، مولانا ممتاز احمد سدیدی، ابن علامہ عبدالحکیم شرف قادری، لاہور، پاکستان۔

دوم...... علمی کتب:

(۱)''بساتین الغفران''(عربی دیوان امام احمد رضا خاں) ترتیب و تدوین الدکتور پروفیسر حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ

(۲)''الدراسات الرضویه فی مصر العربیه''
(مصر میں رضویات) مؤلف الدکتور حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ

(۳)''امام احمد رضا خان و العالم العربی''(امام احمد رضا اور عالم عرب) مؤلفہ الدکتور حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ۔

(۴)''بساتین الغفران'' کے مقدمے کا اردو ترجمہ، تحریر پروفیسر حازم، ترجمہ، حمزہ شرف قادری

(۵) الامام احمد رضا خان فی الصحافة المصریة (امام احمد رضا خان مصری صحافت میں) مؤلفہ دکتور حازم محمد محفوظ و نبیلہ اسحاق چودھری

(۶)''اقامة القیامة علی طاعن القیام النبی تهامة''(نبی ﷺ کیلئے قیام تعظیمی پر طعن کرنے والے پر قیامت) از امام احمد رضا خاں، (عربی ترجمہ مولانا ممتاز احمد سدیدی، الازہری)

(۷)''المنظومة السلامیة فی مدح خیر البریة''(سلام رضا کا عربی ترجمہ مع تعارف امام احمد رضا بریلوی) منظوم ترجمہ الدکتور حازم محمد محفوظ منظوم ترجمہ ڈاکٹر حسین مجیب المصری۔

سوم...... زیر تکمیل:

(۱)''الامام احمد رضا بین نقاد الأدب فی مصر الأزهر''
(امام احمد رضا مصر اور جامعہ ازہر کے ادباء اور ناقدین کی نظر میں)
ترتیب و تدوین: ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس و حازم محمد احمد المحفوظ۔

(۲)''الامام احمد رضا خان فی مؤتمر العالمی ۱۹۹۸م''(امام احمد رضا خان عالمی کانفرنس ۱۹۹۸ء میں) ترتیب و تدوین حازم محمد احمد المحفوظ۔

(۳)'' اقبال و احمد رضا''(اقبال اور احمد رضا) مؤلف حازم محمد محفوظ۔

(۴)''امام احمد رضا خاں اور عربی زبان''، نبیلہ اسحاق، قاہرہ۔

چہارم...... علمی مقالات

(۱)''مدرسه بریلی الاسلامیه الفکریة''(بریلی کا اسلامی مکتب فکر) مؤلف پروفیسر حازم محمد احمد المحفوظ۔

(۲)''احمد رضا خاں مصباح ہندی بلسان عربی''(احمد رضا خان ہندی چراغ بزبان عربی) مؤلف ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس۔

(۳)''مولانا احمد رضاخان و اللغة العربیة''(مولانا احمد رضا خاں اور عربی زبان) مؤلف ڈاکٹر حسین مجیب مصری۔

(۴)''وجه الحاجة الی دراسة مولانا احمد رضاخان''
(رضویات کی تعلیم کی ضرورت و اہمیت) مؤلف پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب المصری۔

(۵)''شیخ العلماء الامام محمد احمد رضا خان''

(مؤلف پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالمنعم خفاجی)

(۶)''القاب مولانا الإمام احمد رضاخان عندعلماء العرب''
(علماءعرب کے ہاں امام احمد رضا کے القاب) مؤلف حازم محمد محفوظ

(۷)''اردو نعت گوئی کے امام، امام احمد رضا خاں بریلوی''
از، پروفیسر ڈاکٹر نجیب الدین جمال

(۸)''الصوفی الکبیر الإمام احمد رضا خان قادری''
(عظیم صوفی امام احمد رضا خان) مؤلف مولانا ممتاز احمد سدیدی ے جامعہ ازھر

(۹)''الإمام الفقیہ احمد رضا خان البریلوی'' الازھری
(فقہ کے امام احمد رضا خان حنفی بریلوی) مؤلف علامہ محمود جیرۃ اللہ الازھری المصری۔

(۱۰)''مؤقف اقبال و احمد رضاخان من اقامۃ دولۃ باکستان''
(مملکت پاکستان کے قیام کے بارے میں علامہ اقبال اور مولانا احمد رضا خان کا موقف) مولانا ثناء اللہ، الازھری (باکستان)

(۱۱)''مصرفی ادب احمد رضاخان'' (مصر تخلیقات احمد رضا میں)
مؤلف دکتور پروفیسر حاسم محمد محفوظ۔

پنجم قصائد:

(۱)''احمد رضا قطب العرب و العجم'' (محمد احمد محفوظ)

(۲)''مولانا احمد رضا خان کی خدمت میں'' (پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب المصری کا منظوم (عربی) خراج عقیدت)

(۳)''مولانا احمد رضاخان کی یاد میں'' (پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب المصری کا منظوم (عربی) خراج عقیدت)

ششم: جامعۃ الازہر کے سلیبس میں:

(۱) مولانا احمد رضا خان اوران کا مشہورِ عالم نعتیہ سلام

ہفتم......اخباری مضامین:

(۱)''احمد رضاخان البریلی الھندی شیخ مشائخ التصوف الاسلامی و اعظم شعراء المدیح النبوی'' (نعت رسول کے عظیم شاعر اور مشائخ طریقت کے سرتاج احمد رضا خان)
از، پروفیسر حازم محمد محفوظ

(۲)''مولانا احمد رضا خان کما عرفتہ'' (مولانا احمد رضا خان میری نظر میں) از، ڈاکٹر حسین مجیب مصری۔

(۳)''حقیقۃ الإمام احمد رضا'' (امام احمد رضا خاں اور انکا حقیقی مقام) از، پروفیسر حازم محمد محفوظ۔

(۴)''الامام احمد رضا خان عَلَم اسلامی کبیر'' (امام احمد رضا خان عظیم اسلامی رہنما) از، جناب محمد احمد محفوظ۔

(۵)''امام العرب والعجم مولانا احمد ضاخان البریلوی'' (عرب وعجم کے امام مولانا احمد رضا خان)۔
از، پروفیسر نبیلہ اسحاق

ہشتم......مراسلات:

(۱) امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۹ء کے لئے ایک پیغام (پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب المصری)

(۲) امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۹ء کے لئے ایک پیغام (پروفیسر حازم محمد محفوظ)

(۳) حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے نام عربی اور اردو خطوط، تحریر حازم محمد محفوظ

(۴) حضرت سید وجاہت رسول قادری کے نام عربی، اردو خطوط تحریر حازم محمد محفوظ

(۵) حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کے نام عربی خطوط، تحریر پروفیسر حازم محمد محفوظ۔

(۶) پاک و ہند کے منتخب علماء کے نام عربی خطوط، تحریر ممتاز احمد سدیدی الازہری، پاکستان

نہم......مصاحبے اور ملاقاتیں:

(۱) سلام رضا کے منظوم عربی ترجمے کا آڈیو کیسٹ پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب المصری کی آواز میں۔

(۲) پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب المصری کے ساتھ ایک گفتگو بتاریخ ۲۳ر مارچ ۱۹۹۹ء (ممتاز احمد سدیدی)

(۳) پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس کے ساتھ مختلف نشستیں (ممتاز احمد سدیدی)

قاہرہ میں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں روز بروز نئی نئی تحقیقات سامنے آرہی ہیں ۔ ہماری آرزو ہے کہ رضویات کا دائرہ دیگر عرب ممالک تک وسیع ہو۔ رضویات میں ہماری شرکت کا مقصد نہ صرف مصر اور پاک و ہند بلکہ دنیا بھر کے معتدل فکر رکھنے والے مسلمانوں کے تعلقات کو مضبوط کرنا ہے"۔

امام احمد رضا کی کتب کے انگریزی تراجم:

امام احمد رضا پر انگریزی مضامین کا سلسلہ اور ان کی کتب کے انگریزی تراجم کی ابتداء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل نے کی ، بحمد اللہ آج متعدد ممالک سے امام احمد رضا پر انگریزی میں مقالات لکھے جارہے ہیں اور ان کی تصانیف کے انگریزی ترجمہ شائع ہورہے۔ جن مقتدر اہلِ علم حضرات نے انگریزی زبان میں رضویات پر کام کیا ہے اور اسے آگے بڑھایا ہے ان میں علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید علمہ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ مندرجہ ذیل ادارے بھی امام احمد رضا کی مترجم انگریزی کتب کی اشاعت میں خاصے فعال ہیں:

(۱) رضا اکیڈیمی، ممبئی

(۲) رضا اکیڈیمی، اسٹاک پورٹ، برطانیہ

(۳) مرکز اہلسنت ، برکات رضا پور بندر گجرات (انڈیا)

(۴) امام احمد رضا اکیڈیمی ساؤتھ افریقہ (ڈربن)

جہاں تک راقم کی معلومات ہیں، رضا اکیڈیمی برطانیہ اور امام احمد رضا اکیڈیمی ڈربن ، ساؤتھ افریقہ نے اس کام میں سب سے زیادہ پیش رفت کی ہے۔ جناب محمد الیاس کاشمیری صاحب کراچی تشریف لائے تھے اور قبلہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اور اس فقیر سے ملاقات کی۔ انہوں نے تقریباً ۹۰ر انگریزی کتب کی فہرست دکھائی جو انہوں نے اب تک شائع کی ہیں۔ ان میں سے ۴۰ر کتب امام احمد رضا کی تصانیف کے تراجم ہیں ، باقی دیگر علماء اہلسنت کی کتب کے تراجم ہیں۔ لیکن رضا اکیڈیمی برطانیہ کے زیادہ تر تراجم ایسے ہیں جن میں اعلیٰ حضرت کی اصل کتاب کے نام کا حوالہ نہیں ہے۔ جس سے قاری کے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ یہ ان کی کس کتاب یا رسالہ کا ترجمہ ہے۔ امید ہے آئندہ اشاعت میں اس کا التزام کردیا جائے گا۔ قطع نظر اس کے ۴۰ر کتب کے انگریزی ترجموں کی اشاعت بلا شبہ قلیل مدت میں ان کا ایک بڑا کارنامہ ہے جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

"رضویات" پر کام کرنے والوں کے لئے درج ذیل اہم خبریں بھی دلچسپی کا باعث ہوں گی۔

۱- امام احمد رضا کے مشہور زمانہ قصیدۂ سلامیہ "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کا عربی ترجمہ "المنظومۃ السلامیہ فی مدح خیر البریہ" علیہ السلام (۱۹۹۹ء) کے نام سے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے اردو نعتیہ دیوان حدائق بخشش کا منظوم ترجمہ بعنوان "صفوۃ المدیح" (۲۰۰۱ء) قاہرہ سے شائع ہوا ہے۔ ان دونوں کا منظوم ترجمہ الدکتور حازم محمد احمد المحفوظ اور منظوم ترجمہ دکتور حسین مجیب

مصری صاحب نے کیا ہے۔

۲- حال ہی میں اردن کے عالم شیخ احمد الجدع نے ''معجم الادباء الاسلامین المعاصرین'' (الجزء الاول ،۲۰۰۲ء) میں ''احمد رضا الافغانی'' کے تحت امام احمد رضا کا ذکر کیا ہے یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ امام احمد رضا پر اس مضمون کی اشاعت کے محرک جسٹس سید عتیق الرحمٰن شاہ بخاری سابق ریسرچ اسکالر انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان ہیں۔ واضح ہو کہ اس سے قبل پاکستان، فرانس، اردن ، ایران وغیرہ سے ''دائرۃ المعارف الاسلامیہ'' میں امام احمد رضا پر علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے تحقیقی مقالات شائع ہو چکے ہیں اور مزید ملکوں کے دائرۃ المعارف میں بھی شائع ہونے والے ہیں۔

۳- علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی حفظہ اللہ الباری کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن، لاہور فتاویٰ رضویہ کی ۲۳ رویں جلد شائع کر دی ہے۔ اس کے علاوہ امام احمد رضا کی درج ذیل ۳رعربی تصانیف بھی جدید تدوین، تخریجات و تحشی کے ساتھ شائع کی ہیں:

(۱) الدولة المكيه بالمادة الغيبيه (مع تاليقاتها للمصنف الفيوضات الملكيه لمحب الدولة المكية) (۱٤۲۲ھ)

(۲) انباء الحيّ أن كلامه الموصون تبيان لكل شئي (۱٤۲۳ھ)

(۳) الرسائل للإمام احمد رضا خاں. مجموعة ثلاثة رسائل ،

۱-صيقل الرين عن احكام مجاورة الحرمين

۲-هادی الأضحية بالشاة الهندی

۳-الصافية الموحية لحكم جلود الاضحية(۱٤۲۳ھ)

۴-انٹرنیشنل کانفرنسوں میں امام احمد رضا پر مقالہ:

۱- ادارۂ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد کے تحت ۱۹۹۸ء منعقدہ ''عالمی امام الاعظم ابوحنیفہ کانفرنس'' میں ملک کے تقریباً ۱۰ر مایۂ ناز فاضل علماء و اسکالرز نے امام احمد رضا کی فقہِ حنفی کی خدمات کے حوالے سے تحقیقی مقالے پڑھے۔ جن میں شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (سابق استاذ جامعہ نظامیہ لاہور) اور پروفیسر مجیب احمد (استاذ شعبہ تاریخ جامعہ پنجاب، لاہور) حفظہما اللہ بھی شامل تھے۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ کے مقالے کا عنوان تھا ''فی ظلال الفتاوی الرضويه ''یہ مقالہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی نے ۱۹۹۹ء میں علامہ کے ایک اور مقالے کے ساتھ ''الإمام احمد رضا الحنفی القادری علی میزان الانصاف وفی ظلال الفتاوی الرضويه'' کے نام سے شائع کیا۔

۲- مولانا محمد انوار احمد مشاہدی (طالب علم شعبہ اصول الدین ، جامعہ صدام للعلوم الاسلامیہ بغداد) نے ۲۰۰۳ء میں موصل (عراق) میں منعقدہ عالمی اسلامی کانفرنس میں ''الإمام احمد رضا خان و خدماته العلميه فی العالم العربی'' کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا جسے وہاں بہت سراہا گیا۔

قارئین کرام آپ نے گذشتہ ۲۵ رسالوں میں رضویات کے حوالے سے اب تک کی تحقیقاتی اور تصنیفاتی پیش رفت کی ایک اجمالی رپورٹ ملاحظہ کی جو مختلف مآخذ اور ذرائع

سے ہم تک موصولہ اطلاع کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہے۔ امام احمد رضا پر اب تک تحقیق و تصنیف کا جو کام ہو چکا ہے وہ خود اس قدر وسیع اور متنوع نوعیت کا ہے کہ اس پر کسی بھی عالمی جامعہ سے بآسانی پی. ایچ. ڈی کی ڈگری لی جاسکتی ہے۔ اب ذیل میں ہم عالمی جامعات میں امام احمد رضا کی علمی، ملّی اور ادبی خدمات پر تھیسس لکھ کر ام فل اور پی. ایچ. ڈی کی سندات حاصل کرنے والوں اور اس ضمن میں مزید کام کرنے والوں کی ایک فہرس درج کر رہے ہیں

جس سے آپ کو اندازہ ہو سکے گا کہ گذشتہ ۲۵ ربرسوں کے دوران امام احمد رضا کی موسوعاتی شخصیت پر جامعات میں کس قدر وسیع اور متنوع کام ہوا ہے، نیز یہ کہ متواتر بغیر کسی وقفہ کے اب تک جاری و ساری ہے، بلکہ اس عاشق رسول اور وارث علوم رسول ﷺ کے آثار علمی کی وسعت و گیرائی یہ بتاتی ہے کہ ان شاء اللہ "احمد رضائے احمد مرسل" کی عطا کا یہ سلسلہ تا صبح قیامت جاری و ساری رہے گا:

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرا
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

(۱) امام احمد رضا پر پی. ایچ. ڈی مقالات کی فہرست

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار	نگراں	یونیورسٹی	سن حصول
1	فقیہ اسلام	ڈاکٹر حسن رضا خاں	ڈاکٹر اطہر شیر	پٹنہ، انڈیا	۱۹۷۹ء
2	Devotional Islam & Politics in Biritish India (Ahmad Raza Khan Berlelvi and His Movement 1870-1920	ڈاکٹر (مسز) اوشا سانیال		کولمبیا یونیورسٹی نیویارک	۱۹۹۰
3	امام احمد رضا خاں - حیات اور کارنامے	ڈاکٹر طیب علی رضا	ڈاکٹر قمر جہاں، صدر شعبہ اردو	ہندو یونیورسٹی، بنارس، انڈیا	۱۹۹۳ء
4.	کنزالایمان اور دیگر معروف اردو قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	جامعہ کراچی	۱۹۹۳ء
5	امام احمد رضا خاں بریلوی کے حالات، افکار اور اصلاحی کارنامے (سندھی)	پروفیسر ڈاکٹر مولانا حافظ عبدالباری صدیقی	پروفیسر ڈاکٹر مدد علی قادری ڈین فیکلٹی آف آرٹس	سندھ یونیورسٹی جامشورو	۱۹۹۳ء
6	اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	پروفیسر زیڈ. ایچ. وسیم صدر شعبۂ اردو	روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی شریف	۱۹۹۴ء
7	مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر سراج احمد بستوی	پروفیسر ابوالحسنات حقی صدر شعبۂ اردو	کانپور یونیورسٹی انڈیا	۱۹۹۷ء
8	مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات	پروفیسر ڈاکٹر انوار خاں	پروفیسر ڈاکٹر ایس. ایم. سعید سابق چیئرمین شعبۂ تقابل ادیان	سندھ یونیورسٹی جامشورو	۱۹۹۸ء
9	امام احمد رضا کا تصور عشق	مولانا غلام مصطفیٰ نجم القادری	ڈاکٹر جہاں آرا بیگم صدر شعبہ اردو	میسور یونیورسٹی (انڈیا)	۲۰۰۳ء

(۲) امام احمد رضا پر ام. فل مقالات

نمبرشمار	عنوان	مقالہ نگار	نگراں	یونیورسٹی	سن حصول
1	امام احمد رضا کے حالات اور ادبی خدمات	آنسہ آر. بی مظہری	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	سندھ یونیورسٹی	۱۹۸۱ء
2	محمد احمد رضا کی عربی زبان وادب میں خدمات	پروفیسر ڈاکٹر محمود حسین بریلوی	ڈاکٹر عبدالباری ندوی شعبۂ عربی	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا	۱۹۹۰ء
3	الإمام احمد رضا خاں البریلوی الحنفی وخدماته العلمية والأدبية	حافظ محمد اکرم	دکتور ثریا دار، عمید القسم اللغة العربي وآدابها	الجامعة الاسلامیہ بھاولپور، الباکستان	۱۹۹۵ء
4	الإمام احمد رضا خاں وأثره في الفقه الحنفي	مولانا مشتاق احمد شاہ الازہری	الدکتور عبدالفتاح محمد النجار	جامعة الازہر الشریف	۱۹۹۷ء
5	الشیخ احمد رضا خاں البریلوی الهندي شاعراً عربياً	مولانا ممتاز احمد سدیدی الازہری ابن علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	الدکتور رزق مرسی ابوالعباس علی استاذ الأدب والنقد المساعد كلية الدراسات الإسلامية العربية	جامعة الازہر الشریف	۱۹۹۹ء

(۱) نوٹ: ام. اے کے مونوگراف بے شمار ہیں اور برصغیر پاک و ہند کی تمام ہی جامعات میں لکھے گئے ہیں اور لکھے جار ہے ہیں جن کی تفصیل پیش کرنا ممکن نہیں، ان کی تعداد ڈاکٹریٹ اور ام. فل کی تعداد سے کہیں زیادہ شائد سینکڑوں کی تعداد میں ہو۔ (وجاہت)

نوٹ (۲): دینی مدارس/ جامعات کے سال ہشتم (تنظیم المدارس پاکستان کے نصاب میں امام احمد رضا کی حیات وافکار اور کارناموں کے حوالے سے ۱۰۰ رنمبروں کا ایک پرچہ ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو مدارس اہلسنت پاکستان کے ہزارہا طلباء ہر سال مقالہ لکھ رہے ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ تنظیم المدارس کو چاہیے کہ ہر سال ان کے منتخب، مقالہ جات کو کتابی صورت میں شائع کریں۔ (وجاہت)

(۳) ام. ایڈ کی سطح پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نظریہ تعلیم پر تحریر کردہ تحقیقی مقالہ جات

نمبر شمار	مقالہ نمبر	مقالہ نگار	عنوان	درجہ لیول	مقام تحقیق
1	4683	(۱) محمد افضل (۲) عبد القیوم	مولانا احمد رضا خان بریلوی کے تعلیمی نظریات و افکار	ماسٹر	آئی. ای. آر، جامعہ پنجاب
2	4796	ایس۔ شاہد علی	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی علمی خدمات	ماسٹر	آئی. ای. آر، جامعہ پنجاب
3	3907	(۱) چوہدری محمد یعقوب (۲) محمد حفیظ کمبوہ	مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مولانا مودودی کے تعلیمی نظریات اور تصورات کا تقابلی جائزہ	ماسٹر	آئی. ای. آر، جامعہ پنجاب
4	3443	محمد اسلم اصغر علی	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے افکار کی روشنی میں تصور تعلیم و نصاب	ماسٹر	آئی. ای. آر، جامعہ پنجاب
5	2019	(۱) خادم حسین (۲) محمد اشرف	مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اصلاحی و تعلیمی خدمات	ماسٹر	آئی. ای. آر، جامعہ پنجاب
6	2538	(۱) عبد الوحید گل (۲) رشید احمد	مولانا احمد رضا خان بریلوی کے تعلیمی نظریات و افکار	ماسٹر	آئی. ای. آر، جامعہ پنجاب
7	ایم. ایڈ المسٹری 1999	(۱) حافظ ذو الفقار علی (۲) غلام احمد	امام احمد رضا خان بریلوی کے تعلیمی نظریات کا جائزہ	ماسٹر	آئی. ای. آر، جامعہ پنجاب
8	ایم. ایڈ 1997	خالدہ پروین	مولانا احمد رضا خان بریلوی کے تعلیمی افکار و نظریات کا جائزہ	ماسٹر	گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، فیصل آباد
9	ایم. ایڈ 1999	ایس. ایم. وارث	اصلاح معاشرہ کیلئے مولانا احمد رضا خان کی سعی و کاوش کا جائزہ	درجہ ایم. ایڈ	گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، فیصل آباد
10	ایم. ایڈ 2002	عظیم اللہ جندران	مولانا احمد رضا خاں اور علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات کا تقابلی جائزہ	درجہ ایم. ایڈ	اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور شعبہ ٹیچر ٹریننگ
11	ایم. ایڈ 2001	ترک ولی محمد	امام احمد رضا خاں کے تعلیمی نظریات	ام. ایڈ	جامعہ کراچی، ڈیپارٹمنٹ آف ایجوکیشن

نوٹ: ایم. اے سطح کے مندرجہ بالا مقالا جات کی تکمیل کے بعد ''تعلیمات رضویت'' سے شغف رکھنے والے احباب سے درخواست ہے کہ وہ ایم فل یا پی. ایچ. ڈی درجہ کے تحقیقی کام کیلئے قدم بڑھائیں۔ مثلاً **"Imam Ahmed Raza Khan as an Islamc Educationist"** کے موضوع پر مزید کام کیا جاسکتا ہے ملکی جامعات کے شعبہ علوم اسلامیہ یا شعبہ ایجوکیشن سے رجسٹریشن ممکن ہوسکتی ہے۔ **"Foundation of islamic Education System in the light of Imam Ahmed Raza Khan's Teachings"** کے موضوع پر بھی تحقیقی کام کی گنجائش اور ضرورت موجود ہے۔ ان موضوعات پر کام کی خواہش رکھنے والے اسکالر، ام. ایڈ کے طلباء/ اساتذہ، محترم سلیم اللہ جندران صاحب سے رابطہ کر سکتے ہیں انکا پتہ یہ ہے: سلیم اللہ جندران صاحب، بھوآ حسن، تحصیل پھالیہ، منڈی بہاء الدین، پنجاب، پاکستان۔

(۴) امام احمد رضا پر زیر تکمیل پی۔ایچ۔ڈی مقالات

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار	نگراں	یونیورسٹی	رجسٹریشن
1	مولانا احمد رضا خاں کی خدمات علوم حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ	مولانا منظور احمد سعیدی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب (ماہر رضویات)	جامعہ کراچی	۱۹۹۷ء
2	امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات	مولانا غلام جابر مصباحی	پروفیسر عیم اللہ حالی صدر شعبہ اردو	مگدھ یونیورسٹی بہار، (انڈیا)	۱۹۹۷ء
3	امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں	مولانا امجد رضا قادری	پروفیسر طلحہ برق رضوی	ویر کنور سنگھ یونیورسٹی آرہ، بہار (انڈیا)	۱۹۹۷ء
4	امام احمد رضا بریلوی کی اردو ادب میں خدمات	پروفیسر سعید احمد	—	کلبار یونیورسٹی کلبار، کرناٹک (انڈیا)	۱۹۹۷ء
5	جدالممتار علی ردالمحتار کی تخریج اور تحشی	محمد عارف جامی	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	جامعہ کراچی	۲۰۰۲ء
6	مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کا تاریخی اور ادبی جائزہ	آنسہ تنظیم الفردوس	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	جامعہ کراچی	۱۹۹۸ء
7	''الزلال الانقی من بحر سبقت الاتقی'' (للشیخ احمد رضا خاں)	پروفیسر مولانا اشفاق احمد جلالی	پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	پنجاب یونیورسٹی لاہور	۱۹۹۷ء
8	امام احمد رضا اور ان کے خلفاء کا تحریک پاکستان میں کردار	محمد حسن امام	پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری، صدر شعبۂ علوم اسلامیہ	جامعہ کراچی	۱۹۹۸ء

(۵) زیر تکمیل ڈی لیٹ

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار	نگراں	یونیورسٹی	رجسٹریشن
1	امام احمد رضا کی ادبی خدمات	مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد	—	جواہر لال یونیورسٹی نیو دہلی (انڈیا)	۱۹۹۸ء

(۶) زیر تکمیل ام فل

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار	نگراں	یونیورسٹی	رجسٹریشن
1	امام احمد رضا کی عربی خدمات	مولانا فیض الحسن فیضی	——	پشاور یونیورسٹی	۱۹۹۷ء
2	الإمام احمد رضا القادری وجهوده فی مجال العقیدة الإسلامیة فی شبة القارة الهندیة	مولانا جلال الدین بنگلہ دیشی (شعبہ فلسفہ)	الدکتور محمد السعید جمال الدین استاذ الفارسیہ، جامع عین شمس	قاہرہ یونیورسٹی قاہرہ، مصر	۲۰۰۲ء
3	أثر الثقافة العربیة فی المدائح النبویہ الأردیہ للإمام الشیخ احمد رضا خاں	مولانا ظفر اقبال	——	بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان	۲۰۰۳ء

(۷) علماء بریلی کی خدمات پر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے والے

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار	نگراں	یونیورسٹی	سن حصول
1	علمائے اہلسنت کی علمی اور ادبی خدمات	ڈاکٹر غلام یحیٰی مصباحی	ڈاکٹر رفعت جمال صاحبہ صدر شعبہ اردو	ہندو یونیورسٹی بنارس، انڈیا	۱۹۹۳ء

(۸) علمائے بریلی کی خدمات پر ام فل کی سند حاصل کرنے والے

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار	نگراں	یونیورسٹی	سن حصول
1	JAM'IYYAT ULAMA-I-PAKISTAN 1948 - 1979	پروفیسر مجیب احمد	ڈاکٹر ام رفیق افضل ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز	قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد	۱۹۹۲ء

(۹) علماء بریلوی کی خدمات پر زیر تکمیل پی. ایچ. ڈی

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار	نگراں	یونیورسٹی	رجسٹریشن
1	علمائے اہلسنت کی سیاسی خدمات ۱۹۴۷ء تا حال	پروفیسر مجیب احمد	——	قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد	۱۹۹۹ء

کتابیات

۱......امام احمد رضا اور عالمی جامعات، طبع ثانی ۱۹۹۸ء، مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ کراچی۔

۲......امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ پر نئی نئی تحقیقات، طبع اول ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء، مرتبہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور

۳......مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۲ء ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

۴......سوینئر انٹرنیشنل سنی کانفرنس ۲۰۰۰ء ناشر آرگنائیزیشن آف اہلسنت کانفرنس (او.اے.بی) چاٹگام، بنگلہ دیش

۵......رضا اسلامک اکیڈمی، سوئینئر ۲۰۰۲ء، چاٹگام بنگلہ دیش

۶......الکتاب التذکاری، مولانا الامام احمد رضا خان، اعداد وتقدیم ۱٤۲۰ھ / ۱۹۹۹ء، دکتور حازم محمد محفوظ، جامعۃ الازھر، مطبوعہ دارالاتحاد، القاھرہ

۷......سالنامہ اور ماہنامہ معارف رضا کے مختلف شمارے۔

حوالہ جات

(۱) ''امام احمد رضا پر کام کی رفتار'' مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۲ء، ص ۲۱

(۲) الاجازۃ الرضویہ، ص ۳۰۱ (مشمولہ رسائل رضویہ، ج ۲) ص ۳۰۱

(۳) قرآن سائنس اور امام احمد رضا،

(۴) سالنامہ معارف رضا، انٹرنیشنل ایڈیشن (۹۹۹۱ء) ص ۲۳۴۔ ۲۳۵۔

(۵) مقدمہ جامع الاحادیث

(۶) علامہ مولانا اعجاز ولی خاں، ضمیمہ المعتقد المستند، لاہور، ص ۲۶۶

(۷) امام احمد رضا اور علم حدیث ص ۱۳۔ بحوالہ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، سیالکوٹ، ص ۲۲۵۔

(۸) یہ بات اکثر انہوں نے اپنی تقاریر میں کہی ہیں (وجاہت)

(۹) کوثر نیازی، مولانا، امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، ۱۹۹۱ء، ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ص ۲۱-۲۲

(۱۰) القرآن ۲:۱۰۵

(۱۰، الف) احمد رضا خاں، الامام، الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ ''مؤسسۃ رضا'' لاہور، ص ۱۶۶

(۱۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، امام احمد رضا پر کام کی رفتار، مشمولہ مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۲ء، کراچی، ص ۲۴

☆☆☆

بیادگار

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

رسالہ .... معارف رضا

سن اشاعت ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

شمارہ ۲۳

نگراں طباعت .... سید محمد خالد قادری/ حافظ محمد علی قادری

ھدیہ .... ۱۰۰/=

ناشر

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

تقسیم کار

۱. المختار پبلی کیشنز، 25، جاپان مینشن رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی، فون:7725150
۲. ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد کھارادر، کراچی، فون:2203464
۳. کاظمی کتب خانہ عقب جامعہ غوث اعظم داتا گنج بخش روڈ، رحیم یار خان، فون: 0731-71361
۴. سادات پبلی کیشنز، لاہور، اردو بازار، لاہور۔042-7352785
۵. مکتبہ اہلسنت برائٹ کارنر، نزد چاندنی چوک، کراچی
۶. مکتبہ قادریہ، برائٹ کارنر، چاندنی چوک، کراچی۔فون:4944672
۷. مکتبہ رضویہ، گاڑی کھاتہ آرام باغ، کراچی۔فون:2627897
۸. ضیاء القرآن پبلی کیشنز، انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی۔فون:2210212
۹. مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی، فون:4926110
۱۰. قادریہ پبلشرز، 5/A، کارابھائی کریم جی روڈ، نیا آباد، کراچی۔فون:7529937